فہرست مخطوطات

کانگریس لائبریری امریکہ

تحقیق

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

ترتیب و تدوین

ڈاکٹر عباس رضا نیر جلالپوری

صدر شعبۂ اردو لکھنؤ یونیورسٹی (لکھنؤ، انڈیا)

فہرستِ مخطوطات
کانگریس لائبریری امریکہ

خطاطی کے نمونہ جات

(قلمی طغرے، خطّاطی کے شاہکار)

خطاطی، خوش قلمی، نسخ۔ نستعلیق اور کوفی قدیم

بسلسلہ تذکرۃ الکتابتہ والکتاب

کتب خانۂ علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

مرتبہ

ڈاکٹر عبّاس رضا نیّر جلالپوری

صدر شعبۂ اُردو لکھنؤ یونیورسٹی (لکھنؤ، انڈیا)

نام کتاب : فہرستِ مخطوطات کانگریس لائبریری امریکہ

کتب خانہ : علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

مرتبہ : ڈاکٹر عباس رضا نیّر جلالپوری

کمپوزنگ : ریحان احمد

تعدادِ اشاعت : ایک ہزار

اشاعت : ۲۰۱۵ء

قیمت : Rs. 400/=

ناشر : محسنہ میموریل فاؤنڈیشن
فلیٹ نمبر 102، مصطفی آرکیڈ،
سندھی مسلم کوآپریٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی،
کراچی، فون: 02134306686

website: www.allamazameerakhtar.com

----{ کتاب ملنے کا پتہ }----

MUSTAFA ARCADE Flat #102, Plot 119-A S.M.C.H.S, KARACHI PAKISTAN Ph# 02134306686	IMAM BARGAH DUA-E-ZEHRA 2 Lorne Road NN 1 3RN U.K. Ph# 07989344151	Community News & Views 11 Amesbury Court Robbinsville N.J. 08691 U.S.A Ph# 0016093360015
H.NO.22-3-145, DarabJang Lane, Yakutpura, Hyderabad A.P. INDIA Ph# 00918099247402	6 Edwards Mews Islington London N1 1SG Ph# 00447958344614 00442072269057	Abbas Book Agency Rustam Nagar Dargah Hz. Abbas Lucknow-3 U.P. INDIA Ph# 00919369444864
Alamdar Book Depot Imam Bargah Shuhda-e-Karbal Ancholi Society Karachi Ph# 02136804345	Iftikhar Book Depot 43-Main Bazar Islampura, Lahore Ph# 042-37223686	Ahmed Book Depot Phatak Imam Bargah Shah-e-Karbala Rizvia Society Karachi

''فہرستِ قلمی نسخے''

''فہرستِ قلمی نسخے''

بلحاظِ حروفِ تہجی

......﴿ب﴾......

……﴿پ﴾……

ت

ج

چ

……﴿ح﴾……

……﴿خ﴾……

……﴿د﴾……

……ز……

……س……

ق

ک

...... گ ......

...... ل ......

(م)

﴿ن﴾

...... و ......

...... ہ ......

...... ی ......

ذیشان ناظم حسین:

پیش لفظ

کتاب اور کتب خانوں کی اہمیت برسہابرس سے مسلّم چلی آرہی ہے، حدتو یہ ہے کہ موجودہ دور جو Information Technolgy کا اور Internet کا دور ہے جہاں لاکھوں کی تعداد میں کتابیں کمپیوٹر پر موجود ہیں اس دور میں بھی اس سب کے باوجود چھاپے خانے اُسی طرح کام کررہے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں دنیا بھر میں کتابیں چھپ رہی ہیں، خود کمپیوٹر کو سمجھنے کے لئے کتابیں لکھی، چھاپی اور خریدی جارہی ہیں، دنیا کے ہر شہر میں کتابوں کی لاکھوں دکانیں موجود ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ کمپیوٹر کے آنے سے کتاب کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو مغربی ممالک میں بڑے بڑے مشہور ناول نگاروں کو Best Seller کے انعامات نہ مل رہے ہوتے۔ مغرب میں آج تک کتب بینی کا شوق تروتازہ ہے۔ میں نے خود لندن میں دوران سفر انڈر گراؤنڈ ٹرینوں میں، بسوں میں اور کشتیوں میں ہر مسافر کے ہاتھ میں کوئی نہ کوئی کتاب، رسالہ یا اخبار ضرور دیکھا ہے۔ اس کے مقابلے میں ہمارے مشرق میں جو تصنیف وتالیف، کتابت، کاغذ سازی، جلد سازی اور کتاب سے متعلق تمام شعبوں کی بنیاد رہا ہے کتب بینی کا شوق قابل افسوس حد تک

ختم ہو گیا ہے۔ کتاب خریدنے کے بجائے تحفے میں لینے کا شوق تو ہے لیکن صرف لے کر الماری کی زینت بنانے کی حد تک ہے۔

دنیا میں کئی کتب خانے مشہور تھے اور ہیں جہاں کتاب سے متعلق نوادرات بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ جن میں برٹش لائبریری، جرمنی کا مشہور کتب خانہ، انڈیا آفس لائبریری (لندن) لائبریری آف کانگریس (واشنگٹن) مشہور ومعروف ہیں ان کے ساتھ ساتھ ذاتی کتب خانے بھی ہر دور میں اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ قدیم دور میں ذاتی کتب خانوں کی ابتدا چوتھی صدی ق م میں یونان میں افلاطون اور ارسطو کے کتب خانوں سے ہوتی ہے۔ ان کے کتب خانوں میں اچھا خاصہ ذخیرہ کتب تھا جو بعد میں ان کے شاگردوں کے کام آیا، افلاطون کے بعد اس کا ذخیرۂ کتب ارسطو نے افلاطون کے ایک شاگرد سے خرید لیا تھا۔ یہ پہلا ذاتی کتب خانہ تھا جس کو ارسطو نے ذاتی کتب خانے کی حیثیت سے روشناس کرایا۔ ورنہ اس سے قبل کتب خانے شاہی محلات کا حصہ ہوتے تھے۔ ارسطو کے اس کتب خانے کی دیکھا دیکھی دوسرے اہلِ علم حضرات نے بھی اپنا ذخیرۂ کتب خاص موضوعات پر جمع کرنا شروع کر دیا تھا۔ لوگوں میں ذاتی کتب خانے قائم کرنے کا رجحان اس قدر بڑھا کہ آگے چل کر یونان و روم میں عوامی کتب خانوں کے لئے فضا ہموار ہوگئی۔ روم کی علمی ترقی کے ابتدائی دور میں وہاں کے تمام کتب خانے ذاتی کتب خانے تھے۔ اس کی وجہ کتابوں کے وہ ذخائر تھے جو رومی افواج بیرونی ممالک سے جنگ کے بعد مالِ غنیمت کے طور پر اپنے ساتھ لائے تھے۔

مسلم دنیا میں بھی کئی ذاتی کتب خانے مشہور گزرے ہیں۔ جن میں یحییٰ برمکی کا

کتب خانہ، علی بن یحیٰ منجم کا کتب خانہ، ابن علقمی کا کتب خانہ، نوح بن منصور کا کتب خانہ، (اس کتب خانے کا مہتمم بوعلی سینا تھا) مشہور ہیں موجودہ دور میں ذاتی کتب خانے بین الاقوامی سطح پر مشہور نظر نہیں آتے۔ اس کی بنیادی وجہ ملکی سطح پر لائبریریز کا قیام اور انٹرنیٹ کا پھیلاؤ ہے۔ انٹرنیٹ پر لاکھوں کتابیں موجود ہیں اور لوگ ان سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ اور کتب خانوں کا رُخ کم کر رہے ہیں۔ پاکستان کی حد تک اگر دیکھا جائے تو یہاں بھی ہر بڑی علمی شخصیت کا ایک ذاتی کتب خانہ ضرور مشہور رہا۔ لیکن شعبہ جاتی اختصاص بہتر طور پر قائم رہا یعنی مذہبی شخصیت کے پاس مذہبی کتابوں کا ذخیرہ اور ادبی شخصیتوں کے پاس ادبی کتابوں کا ذخیرہ مخصوص رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کوئی بھی شخصیت بیک وقت علم میں ادبی، مذہبی موضوعات پر دسترس حاصل نہ کر سکی۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں علامہ ضمیر اختر نقوی کی طرف اور اُن کے ذاتی کتب خانے کی طرف تو علامہ صاحب کی شخصیت بیک وقت ادب و مذہب میں مہارت کے ساتھ کارفرما نظر آتی ہے اور ان کی اسی مختلف الجہت شخصیت نے اُن کے کتب خانے کو بھی مختلف الجہات بنا دیا ہے۔ علامہ صاحب کے کتب خانے میں تفسیر، حدیث، بین الاقوامی تاریخ، ادب، شاعری، فلسفہ، طب اور دیگر فنون پر بنیادی کتب ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں اور کمالِ فن یہ ہے کہ ہر کتاب استادِ معظم کی مکمل پڑھی ہوئی ہے۔ علامہ صاحب کے اسی کتب خانے سے ادب و مذہب کی کئی نامور شخصیتوں نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے تحریر کئے ہیں اور کئی ڈاکٹریٹ کے مقالوں کا بنیادی مواد علامہ صاحب کے اس ذاتی کتب خانے سے ہندوستان کے کئی طلبا کو خود راقم الحروف نے علامہ ضمیر اختر نقوی کے حکم پر روانہ کیا ہے۔ علامہ صاحب کے

اس کتب خانے میں سینکڑوں کی تعداد میں قلمی مخطوطے اب بھی موجود ہیں۔ سینکڑوں کی تعداد میں مخطوطے لائبریری آف کانگریس کے حوالے کر دیئے گئے۔ اس لئے کہ ان کی حفاظت اور دیر پائیگی کا یہاں خاطر خواہ انتظام نہیں تھا اور ان قیمتی نوادرات کے تلف ہو جانے کا خطرہ تھا۔ علامہ صاحب کے حکم پر راقم الحروف نے ان مخطوطوں کی فہرست تیار کی اور اس کو اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں منتقل کر کے پاکستان کے مختلف کتب خانوں اور جامعات کو ارسال کر دیا جن میں قائد اعظم لائبریری اسلام آباد، علامہ اقبال لائبریری، محمود حسین لائبریری جامعہ کراچی، جامعہ پنجاب اور دیگر کتب خانے شامل ہیں۔ لیکن سب نے ان قیمتی ترین، ہزاروں برس پرانے مخطوطوں سے کوئی دلچسپی ظاہر نہ کی جو اُن کے خود کتاب پسند نہ ہونے کی دلیل ہے۔ ناچار میں نے علامہ صاحب کے حکم پر لائبریری آف کانگریس کو یہ فہرست بھجوائی فوراً ہی امریکی سفارت خانے سے جواب موصول ہوا کہ کانگریس لائبریری کے Field Director جیمز آرمسٹرانگ James Armstrong ان قلمی مخطوطوں کو دیکھنا چاہتے ہیں وقت طے پایا اور وہ امریکہ سے اسلام آباد اور اسلام آباد سے کراچی تشریف لائے اور علامہ صاحب کے کتب خانے کا دورہ کیا اور دو سو چھہتر (۲۷۶) قدیم قلمی مخطوطات منتخب کئے جو انہوں نے کانگریس لائبریری امریکہ کے لئے خریدنے کی پیشکش کی۔ پہلی ملاقات میں وہ ان مخطوطات کی فہرست اور تصویر کشی کر کے اپنے ساتھ لے گئے اور دوسری مرتبہ وہ اپنے عملے کے ساتھ آئے۔ ان کے لئے مشرقی کھانے کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں آرمسٹرانگ صاحب کو ارہر کی دال اور شامی کباب بہت پسند آئے۔ جیمس آرمسٹرانگ ''افریقہ میں اسلام'' کے موضوع پر تحقیق کر رہے تھے۔ علامہ

صاحب نے ان کو بتایا کہ حضرت جعفر طیار علیہ السلام نے افریقہ میں سب سے پہلے اسلام کی تبلیغ کی اور اپنی کتاب ''سوانح حیات حضرت جعفر طیارؑ'' بھی اُن کو پیش کی جو انہیں بہت پسند آئی۔ جیمس آرمسٹرانگ نے اپنے ہاتھوں سے نہایت نزاکت، احتیاط اور مہارت فن کے ساتھ ان مخطوطات اور نوادرات کو گتے کے ڈبوں میں محفوظ کیا لیکن Pack کرنے سے پہلے ایک جملہ علاّمہ صاحب کو دیکھتے ہوئے کہا اور یہ جملہ تازیست مجھے یاد رہے گا۔ انہوں نے علاّمہ صاحب سے کہا ''مجھے معلوم ہے اس وقت آپ کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی اگر ابھی بھی آپ چاہیں تو اپنا من پسند نوادر اس میں سے نکال سکتے ہیں اس سے ہماری ڈیل پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔'' لیکن علاّمہ صاحب نے کہا کہ ہمارا بنیادی مقصد ہی ان قلمی نوادرات کی حفاظت ہے لہٰذا ہمیں ہمارا مقصد حاصل ہو رہا ہے۔ اس سے بڑی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ یہ ایک یادگار Event تھا۔ وہ ڈبے امریکی سفارت خانے کی گاڑیوں میں رکھ دیئے گئے اور جیمس آرمسٹرانگ صاحب رخصت ہو گئے۔ کہنے اور لکھنے کو تو چند سطروں میں یہ واقعہ لکھ دیا گیا لیکن اس کے پیچھے صدیوں کی ریاضت کارفرما ہے۔ ہزاروں بہاریں اور خزائیں اپنی دھوپ چھاؤں دکھا رہی ہیں۔ کن محنتوں، ریاضتوں اور مشقتوں سے یہ نوادرات جمع ہوئے، سینہ بہ سینہ تفصیلات کے ساتھ دست بہ دست قدردانوں تک پہنچے اور آخرکار اپنی آخری منزل تک پہنچ گئے۔ خوشی کے ساتھ غم بھی ہوا کہ کاش پاکستان کی کوئی یونیورسٹی، لائبریری اس کو محفوظ کرنے کی صلاحیت رکھتی تو آج پاکستان کا ہر علم پسند ان قیمتی قلمی نوادرات و مخطوطات کو دیکھ پاتا۔ اب یہ فہرست پڑھنے کے بعد اگر کسی کو دیکھنے کا شوق ہو تو اسے امریکہ جانا پڑے گا۔ سونے کے پانی

سے لکھے ہوئے Calligraphy کے بہترین نمونے تقریباً سترہ عدد، دوسو چوراسی Photograps جس میں خطِ کوفی کے قرآن بھی تھے اور پانچ ہزار برس پرانی پالی زبان کی ایک کتاب جو کھجور کے پتوں پر لکھی تھی اور حضرت علیؑ کا ایک خط ہرن کی کھال پر لکھا ہوا (خود انہی کے قلم سے) یہ تمام چیزیں لائبریری آف کانگریس نے خرید لیں۔

اسی قلمی قدیمی قیمتی مخطوطات کے سلسلے کی دوسری جلد انشاء اللہ جلد منظر عام پر آجائے گی۔ اس دوسری جلد فہرست مخطوطات میں مرثیوں کے وہ مخطوطات شامل ہیں جو شعرا کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ ان مرثیہ نگار شعرا میں میرؔ، سوداؔ، میر ضمیرؔ، فصیحؔ، افسردہؔ، عشقؔ، تعشقؔ، اوجؔ، ملکہ زمانیؔ، مشیرؔ، میر خلیقؔ، ندا، گویاؔ، میر انیسؔ، مرزا دبیرؔ، میر مونسؔ، میر نفیسؔ وغیرہ شامل ہیں۔

فہرست پڑھیے اور علامہ صاحب کی دیدہ ریزی، تلاش، قدر دانی، جوہر اور وسعتِ نظر پر مسلسل داد دیجیے۔

❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ طبِ فرنگی:

آج ہندوستان و پاکستان میں یورپ کی ڈاکٹری کا رعب چھایا ہوا ہے لیکن آج سے تین صدی قبل خود یورپ کی ڈاکٹری ہماری طب کی خوشہ چینی کو باعث افتخار سمجھتی تھی۔ ''موسیو جزی'' ایک پرتگالی ڈاکٹر ہے جس نے ہندوستان میں رہ کر یہاں کی ادبی زبان فارسی میں یہ کتاب تالیف کی۔ ہندوستان میں مفردات سے علاج ہوتا تھا مرکبات کم سے کم سہل الحصول سستے حاصل ہو جاتے تھے یہی انداز اس پرتگالی ڈاکٹر نے اختیار کیا ہے۔ مولف اکبر شاہ کے دربار میں یہاں موجود تھا۔

''امید از جناب مادر مقدسہ بی بی مریم آں انست بندۂ ہیچ مداں ''جزی'' نام نسخہ ہائے فرنگی را بعبارتِ فارسی ترجمہ کردہ نامش ''مجرّباتِ فرنگی'' نمودہ کہ بخواندن آں جمیع عالم راہ بہرہ رسد۔

۱۴۸ صفحات کا یہ مخطوطہ ایک تحفۂ یادگار ہے طبِ مشرق کی برتری کی۔

۲۔ بیاض (صوفی شعرا کا کلام)

(۱) عشق اللہ (۲) آشوب نامہ (۳) پیاز نامہ (۴) سود نامہ) اسلام کی اشاعت کے لئے تیغ و تبر کا ڈھونڈورا پیٹنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ ہندویش کی قلبِ ماہیت میں صوفیا، فقرا، اہل اللہ، مجاذیب کی پُر امن تبلیغ ایک اندر ہی اندر سلگنے والی چنگاری تھی جس نے اقلیت میں ہوتے ہوئے اکثریت کی کایا پلٹ دی۔ اس بیاض میں شاہ برہانؔ، شاہ عادل، ناصر علی وغیرہ چند ایسے فنکار ہیں

جنھوں نے کفر کی دھرتی پر محض اپنے عمل سے اسلام کا جادو جگایا۔ پیاز، لہسن، سنیاس کی دنیا میں اشجارِ ممنوعہ تھے۔ اسلام نے رنگ بدل دیا (ایک جگہ ۱۲۶۴ء ملتا ہے)

۳۔ مطب حکیم محی الدّولہ

حبِّ سعال، حبِّ سرفہ، تلخیِ دہن، قلاع، استفراغ، چون، طحال، یرقان، تجربہ رام بھٹ، تجربہ مراد، برائے اسہال، بواسیر، دردِ گردہ، بستگیِ دھات، تنگیِ، قرصِ تباشیر، دردِ اعضا، طحال، غاریقون وزرعونی۔

۴۔ اوزانِ طبیّہ (تالیف محمد تقی)

قدرتِ فن کے اہم اجزا میں یہ بھی ہے کہ دوا کی تعداد و وزن کا صحیح علم ہو۔ رازہائے درونِ سینہ اوزان ہوتے ہیں ان پر قدرت نہیں تو ادویہ کا علم "بے تیغ سپاہی" ہے۔

کوئی محمد تقی صاحب تھے جنہوں نے اس اہم کام کا بیڑا اٹھایا اور اوزان کی اصطلاحی گتھیوں کو سلجھا کر یہ شکل آسان کردی۔ بہت کم علما نے غوامض کو عام کرنے کی کوشش کی ہے۔ چند اصطلاحات ملاحظہ ہوں۔

ابریق، پنج رطل، نزد بعض دو من، استار چہار مثقال و نیم، انات، ابولو دابولس، ابولقوس، اوقیہ، اوتعش، اولولو، اوتولوسین، باب البار، بندقہ، باقلا، یونانی، مطلق، مصری، سکندری، رومی، اکلف، بردار کبیر، بردار صغیر، پنجاہ، پنج نار، پسہ عالمگیری، بسطون، برمہ، ترمس، تولجہ۔

۵۔ عجالہ نافعہ میر ابوالحسن کلّن

سید صحیح النسب رضوی سادات سے تھے، ان کے بزرگ اہلِ ولایت سے

تھے، دوتین پشت سے شاہ جہاں آباد میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ پاک طینت، نیک سیرت، تحریرآقا رشید کی انداز کی ہے۔ خطاطی میں محمد حفیظ خاں کے شاگرد تھے۔ خاں صاحب اپنے دور کے بے مثل استادوں میں تھے اور میر صاحب مایہ ناز شاگردوں میں۔ خاں صاحب ابو النصر اکبر شاہ ثانی کے عہد میں چوب داروں کے داروغہ تھے۔ ان کے شاگردوں میں قادر بخش، محمد اسماعیل، محمد تقی، منشی لچھمن سنگھ، لچھمی رام پنڈت، لالہ سکھرام، منشی محبوب رائے، منشی کسل سنگھ، غلام محمد، ہفت قلم، میر کلن کے ہم درس تھے۔

میر صاحب نے ایک طویل عرصہ نواب عبدالاحد کی دوستی میں صرف کیا۔ ڈھیر ساری کتابیں لکھیں۔ اِن کی افراطِ کتابت اور خوش خطی وخوش نویسی کے کمال کو کیا کہوں۔ اگر سچ بھی کہوں تو مبالغہ ہوگا۔

آخر عمر میں حضور ابوالنصر معین الدین اکبر شاہ ثانی کے خاص خوش نویسوں میں داخل ہو چکے تھے۔ میر محمد حسین ان کے بیٹے مرزا سلیمان شکوہ لکھنؤ کی سرکار میں میر منشی تھے۔

زیرِ نظر مخطوطہ ''عجالۂ نافعہ'' میر صاحب کی پُر نویسی اور کمالِ فن کا منہ بولتا شاہکار ہے، اوّل سے آخر تک قلم کی یکسانی، توازن اور روانی قدرتِ فن کی نادر مثال اور عجوبۂ یادگار ہے۔

۶۔ ''عجالۂ نافعہ'' تالیف حکیم محمد شریف خاں

حکیم صاحب کا خاندان کاشغر سے ہندوستان آیا تھا۔ ان کے مورثِ اعلیٰ بابر کی فوج میں ایک افسر کی حیثیت سے (ہندوستان) آئے۔ اس خانوادے کے دو بھائی خواجہ قاسم اور خواجہ ہاشم دونوں حیدرآباد سندھ میں رہتے تھے اور کامل

بزرگ مانے جاتے تھے۔ ملا علی قاری ہندوستان کے مشہور محدث، عالم اور صاحب تصنیف بزرگ جنھوں نے مکۂ معظمہ میں سکونت اختیار کرلی تھی وہ بھی اسی خانوادے کے ایک فرد تھے۔

طب اور معالجہ کا شغل ملا علی قاری کے پوتے حکیم فاضل خاں نے شروع کیا جو حکیم محمد شریف خاں کے دور میں اوجِ کمال پر پہنچا۔ ان کا دور محمد شاہ کا ہے جن کے آپ شاہی طبیب تھے۔ تیموری دربار سے اس خانوادے کو جاگیریں بھی عطا ہوئیں جو ۱۸۵۷ء میں ضبط ہوگئیں تھیں۔

اس خانوادے کی عظمتوں کو چار چاند لگانے والے حکیم اجمل خاں تھے جن کی عظمتوں کو یورپ نے بھی سلام کیا اور آج بھی دلی (ہندوستان) کے کتنے گھرانے ان کی فنی مہارت کے ثنا خواں موجود ہیں۔

حکیم شریف خاں نے اس سے پہلے ''علاج الامراض'' تالیف کی تھی۔ اس کی افادیت اور مقبولیت نے اس بات پر آمادہ کیا کہ

همه سوادرا جمع نموده صحیح گردانم ودیگراز نسخ وفوائد بسیار باں ضم سازم
درسفر انتخاب علاج امراض نمودم و ''عجالۂ نافعہ'' موسوم گردانیدم

حواشی خطاطی نہیں بلکہ مہارتِ فنِ طب کے غماز ہیں: بعض نسخے ''معمّا و رمز'' ہیں جنھیں حل کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں، ضخامت پلاسٹک کور کی وجہ سے بڑھ گئی اس لئے تین ٹکڑے کرنا پڑے۔

۷۔ چند مخصوص امراض مستورات

مثلاً شہوتِ زناں، پیڑھ یعنی استحاضہ، قرحۂ رحم، دردِزہ، بدبو، اختناق الرحم، عروجِ مفاصل رنگین، نقرس، اندر پرست، زخ، اماسِ اندام، بہق، شگاف مو،

سبوس سَر، سعقہ، چنبل، جذام وغیرہ معالجات کی فوٹو کاپی کسی اہم نایاب قلمی کتاب سے حاصل کی گئی ہے۔

۸۔ بعض نامانوس ادویہ کا تعارف

یہ تعداد میں ۲۲ مفردات ہیں تقریباً سب ہی نامانوس اصطلاحات ہیں جن کا تعارف وافعال وخواص کا بیان کیا گیا ہے۔ کتاب وجامع نے اپنے نام کی صراحت نہیں کی نمونتہً چند نام ملاحظہ ہوں۔ اباعلیس، اباعلن، اباغومی، ابیعل، ابودیان، آبنوس، یبروج، تیوع، ماذریون، شیر شرم، عشر، لاغیہ، عرطیبا، جلیدانہ وغیرہ۔

۹۔ مطب حکیم فاضل دکنی

ابتدائی ۱۶ صفحات رواں قلم سے حکیم فاضل دکنی کے ذاتی مجرّبات ہیں ساتھ میں ڈھائی صفحات نہایت اعلیٰ درجہ کے خوش قلم، مرض وبائے طاعون سے متعلق ہدایات مخصوص نسخات درج کئے گئے ہیں۔

از مجرّباتے ست کہ درسنہ ۱۹۰۲ء در بمبئی جمعی بایں دستور العمل کردند خداوند ایشان راازیں بلانجات داد۔

ایسے مجرّبات ظاہر ہے بڑی مشکل سے ملتے ہیں اور ہر ایک قابلِ قدر ولائق تحفظ ہیں۔

۱۰۔ تشریح الاعضا

یہ کسی انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے۔ (جسم انسانی کی بناوٹ)

بلڈ لائیگورسس گوی نس یعنی "ماءُ الدم" لمف، کامل یعنی کیلوس، ڈریک ٹشو، ڈرما، پے پیری، پے پلیاں، اے پی ڈرمس، اے پی ڈرما۔

قال اھل التشریح الجلیدی البشرہ الخ ......اے پی تھی لی ام......

کنک ٹیشو...... مجلد ۶۴ صفحات پر مشتمل یہ اردو زبان میں منتقلی کی ایک کامیاب کوشش ہے۔

۱۱۔ رشحاتِ قلم شاگرد مسیح الدولہ

ایک سو اکہتر ۱۷۱ صفحات کا یہ مخطوطہ بَرَواں قلم کسی بزرگ کی قلمی کاوش ہے پتہ نہیں چلتا صرف ایک جگہ ''استاد استادِ من مسیح الدولہ'' نظر آیا باقی کچھ پتہ نہیں چلتا۔ رواں قلم کی کاوش ہے غالباً ذاتی استعمال کے لئے کسی کتاب کی نقل ہے یا تالیف ہے محرومِ طباعت رہ گئی۔ کہیں مولف یا کاتب کا نام بھی نہیں ملتا۔ ایک جگہ مولوی حبیب الدین خان نام آیا ہے۔

۱۲۔ مختصر نوٹ بک:

صرف آٹھ صفحات کی ایک مختصر سی نوٹ بک ہے لیکن اعلیٰ درجے کے خطاط کا قلم خفی۔

برشعشا کی وضاحت ''عربی'' (۲) فائدہ اعلم الشعر الاوّل تکونہ فی الراس الکرہ (۳) ومن الغرائب۔

(۴) ومن اللطائف (۵) فائدہ، گدھے کی کھال دردسر، ثلث علل امان من ثلاث علل، بدل نورہ، ایمنا نجفی، مرزا معز الدین محمد، ظہیر فاریابی، سحابی، ملا محب علی، یوسف بیگ شاملو، زلالی سلیمان سادجی پانچ ورق میں اتنی معلومات۔

۱۳۔ طبّی اوزان ومتفرق یادداشتیں

پہلے صفحہ نہایت خوشخط ''تاریخ ہائے تولد مرزا خلیل اللہ، مرزا محب اللہ، مرزا عزیز اللہ، مرزا عطاء اللہ اور یہ ریکارڈ ۱۱۰۳ء سے لے کر ۱۱۱۰ء تک۔ نہایت اعلیٰ

درجہ کا قلم اور نہایت باریک رنگین کاغذ جو صرف صفِ اوّل کے امراء استعمال کرتے تھے۔

دوسرے صفحہ پر تاریخ شیخ فرید، شد شہید راہ فقر آں رہنما، سال تاریخش ازاں شد "راہ فقر" پھر شاہ قاسم انوار۔ خواجہ حسن عطا، خواجہ اعظم بہاؤ الدین نقشبند، چنگیز خاں، امیر خسرؔو، حافظؔ، خواجہ احرار۔

اس کے بعد کے صفحہ پر نہایت خوشخط "وزن ہائے لفظ عربی و یونانی وشمار وزن طب لازم"۔ پانچویں صفحہ پر نہایت اعلیٰ خوش نویس کا قلم نسخہ "جراحتی کہ آزاد رولایت مرض میگویند"

خاتمے پر پھر شاہی انداز کا قلم "شاہ جہاں...... پسر ست اورنگ زیب دارشکوہ سلطان شجاع، اللہ بخش، مراد بخش، دولت افزا، سلطان جہاں، فیروز سلطان، لطف اللہ، آخری صفحہ پر مقامات کے فاصلے مثلاً از اکبر آباد شاہ جہاں چہل و چہار کروست...... الخ...... اس میں بنگالہ، مالوہ، ملتان، لاہور اورنگ آباد سب مقامات کے فاصلے درج ہیں (ایسی تحریریں عام طور پر مغل سلاطین کی دیکھنے میں آئی ہیں)

۱۴۔ اقلام مرموز...... (خطا طی کی فہرست میں)

آج کل تو صرف طبیب کو حکیم کہتے ہیں حالانکہ حکیم اور طبیب میں بہت بڑا فرق ہے "یعنی جزو وکل" کا طب حکمت کی صرف ایک برانچ ہے جبکہ حکمت ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے۔

کسی بندۂ دانا نے ان ساڑھے چار صفحات میں وہ کچھ سمو دیا ہے جو آج تو شاید متعدد لائبریریوں اور کتب خانوں کی خاک چھاننے کے بعد بھی شاید ہی

کہیں ملے یعنی اقلام کا وہ تنوع کہ صرف نام آشنا بھی بمشکل معدودے چند ہم دست ہوں۔ مثلاً فلفریات، نیرنجات، عبری، خط افلاطون پسر ش طون حکیم، ہرمز حکیم، ویوس حکیم، ارسمیوس حکیم، ایرن حکیم، ارسیمو حکیم دیگر، دمقراطیس حکیم، منقلاوس حکیم، ناراھود، والیس حکیم، منقلاوس حکیم، اسیددوس حکیم، قلم الدیانی، فلاطیس، قلم اکسانون، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان صرف ناموں ہی سے کتنے حکماء مانوس ہوں گے۔ اس کی قیمت تو ہزار روپیہ فی ابجد بھی شاید کم ہے۔

صفحہ دوم پر حال نوشتہ شد کے عنوان سے اردو کے صرف سات شعر ہیں۔ آخری مصرعہ ملاحظہ ہو

تنہا ہے شمع بہتیرے پتنگوں سے چھٹ گئی

تیسرے صفحہ پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منسوب ایک فال نامہ جس کی تفصیلات ایک دائرے کی شکل میں بیان کی گئی ہے۔ اس کی قیمت تو ایک ہزار فی صفحہ یعنی پانچ ہزار بھی کم ہے آج بھی کوڈ ورڈز ــــــــ کا علم ہر ملک کی سیاست کا جزوِ عظیم ہے۔

۱۵۔ خواص انبہ بزبانِ محمد بن یوسف ابہری طبیب

آم بہت عام اور برِّ صغیر ہند و پاک میں روزمرہ کے استعمال کی چیز ہے شاید ہی کوئی ماسوائے اطبائے دانا ایسا بشر ہو جو اسے افادیت کے نقطۂ نظر سے استعمال کرتا ہو۔ محمد بن یوسف ابہری طبیب کی زبان سے بھی اس کے فوائد اور استعمال کے مختلف طریقے لائقِ دید ہیں۔

بعد کے صفحات میں اوزان کی تفصیل مثلاً دانگ چہار نخود، شش دانگ یک مثقال، پنجدانگ یکدرم...... من طبی یک سیر اکبری الخ

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مخطوطہ شہنشاہِ ہند اکبر اعظم کے عہد کا تحفہ ہے گو اوراق تو صرف چار ہی ہیں لیکن اوزان کی تفصیل ''چہار نخود سے'' سیر شاہ جہانی اور من طبریزی تک موجود ہے۔

آم کی تعریف میں ایک شعر ملاحظہ ہو۔

بمکیدن نظیر چوں لبِ حور
جملہ خوشبو بود چہ مغز چہ پوست

۱۶۔ مجرباتِ حکیم ثنائی (منظوم)

حکیم صاحب کا اسم گرامی تو محتاجِ تعارف نہیں لیکن کاتب اور ناظم دونوں میں سے کسی نے بھی اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔

''ایں کتاب نام المجربات است از تصنیف خواجہ حکیم ثنائی قدس سرہ العزیز از برائے فوائد مسلمان ہر کسی ازیں حظی گیرد کاتب را بدعاے ایمان یاد می دہد''

ابواب کی حد تک از اول تا آخر جنسیات ہی کا ذکر ہے مثلاً ''بابِ اوّل در جنسیات''

ہر کجا می سوختہ باشد جھود
خاک انجا گر بیاری شھب وسود

ساڑھے چھ ضرب آٹھ انچ سائز میں رواں خط۔ کاغذ کھردرا قدیم، ادعیہ و افسون بھی ہیں تینتالیس ابواب قائم کیے ہیں۔

۱۷۔ معالجاتِ سُرفہ وسل

۲۳ ابواب پر مشتمل یہ رسالہ بریلی قدیم کے رہنے والے اشفاق احمد صاحب نے کسی طبی کتاب سے نقل کیا ہے۔ افسوس کہ آغاز میں دس ابواب غائب ہیں

گیارھویں باب سے بیسویں باب تک صرف نزلہ، زکام وکھانسی کے معالجات ہیں۔

(۲۳) تیئسواں باب آخری ہے۔ مرض سل کے معالجات پر رسالہ ختم ہو جاتا ہے۔ کاتب نے اپنا نام آخر میں بقلم اشفاق احمد ساکن بریلی قدیم لکھا ہے۔ آغاز کے دس ابواب کی عدم موجودگی میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اشفاق صاحب خود ماہر طبیبِ نزلہ وغیرہ تھے یا صرف ناقل ہیں۔

۱۸۔ کتابچہ، مجرّبات امراضِ مستورات:

کتابچہ، مجربات امراض مستورات، سختیِ پستان، نزلاتِ بکارت، بحالیِٔ زن، بستن زن، زیادتیِ شیر، علاجِ استحاضہ، حمل عقیمہ، برتھ کنٹرول، علاج ناسور وبانجھ پن۔

۱۹۔ جدید الخط مجرّبات برائے مرگی

برص، دمہ، رعشہ، دق، قوت وامساک، ادرار طمث، ناسور، بواسیر، پیچش، دردِ ہمہ وغیرہ۔

۲۰۔ قدیم الخط نوٹ بک (کتابچہ)

نسخہ سوزاک

۲۱۔ اقوالِ حکیمانہ:

اقوال حکمت، کلامِ کلیم (ف) نسخہ شربتِ گل فرمودہ حکیم علی اکبر، ایک ایک شعر از ناصر جنگ وزیب النساء، کچھ اقوال حکمت مثلاً غضب العاقل فی قولہ و غضب الاحمق فی فعلہ وغیرہ مختلف اقوال حکیمانہ، خوش قلم چھوٹی سی نوٹ بک ہے۔

۲۲۔ ویدک:

کی ماتراؤں کے بڑے چرچے ہیں، یہ چھوٹے سائز کی نوٹ بک ہے جس

میں آغاز ہے۔ قائدہ ہند کا قارورے کے (شناخت) شانقت کا آزمائش پر دلالت ہے سواس کی تفصیل یہ ہے۔ پیشاب ایک پیالہ میں ڈال کے اوپر ایک قطرہ تل کا تیل ٹپکانا اگر قطرہ بول پر پھیل جاوے تو خون وصفرا کا فساد ہے الخ۔ ان نتائج کو اخذ کرنے کے بعد مولف علاج کے سلسلہ میں کہتا ہے۔

۲۳۔ پہلا مانترا گایہ ونکا گاڑون:

پہلا مانترا گاڑ ونکا گاڑون، ریوند چینی، لونگ کے پھول .....الخ۔ پھر دوسرا نسخہ ماتراہ گاڑونگا، اجوان پپلیاں، سونٹھ ....الخ۔ اس طرح دیگر بیان تشریح ماتروں کی اور کس ترکیب سے کون سے بدرقون کے ساتھ دینا......الخ یہ چھوٹی نوٹ بک سائز کے ۱۶ صفحات ہیں۔ ویدک کالٹریچر ہندوستان میں بھی نایاب ہی تھا پاکستان میں تو عنقا ہے۔

۲۴۔ رسالہ چوبِ چینی:

نزدقومے گرم وترست ورائے حکیم عمادالدین محمود راہم اعتقادہمیں ست...... الخ کتابی سائز کے پانچ صفحات پر چوب چینیکا استعمال اس کے نتائج وغیرہ بیان کیے ہیں خوش خط، کتابی سائز (چھوٹا) چھ انچ، گیارہ انچ سائز (۲۰ صفحات) نسخۂ قوتِ باہ، افزائشِ منی وغیرہ نسخے بھی ہیں اور دعائیں وعملیات بھی، اس سلسلہ میں متعدد نسخے درج کیے ہیں موضوع پر اسپیشلائزیشن (تخصصِ فن) کا گمان ہوتا ہے ۱۶ صفحات۔

۲۵۔ ضماد مقوی:

ممسک، ملذذ، ضماد فربہی، ضماد، منڈی، اورام رحم، اورام فیلپائی، ورم پستان،

ضماد، فتق، برآمدن کانچ، رفع مضرت سیماب ورسائن، انجماد منی مرداں و دفع رطوبت زناں، سفوفِ سوزاک، سفوفِ اسہال، سفوف باہ، طلا پیر مرد سفید، بغلیظ منی، داغ برص، ضماد سقطہ، ضربہ وغیرہ۔ ۱۲ صفحات کی ایک مختصرسی نوٹ بک ہے خوش خط ہے۔

عربی خط خفی خوش خط۔ برشعشا۔ تفصیل کے بعد دوسری سرخی (عنوان) شرح ہذالآخر۔ ''اراالدخوان الغلغلا الابیض دوسرے صفحہ پر ومن الغرائب ان رجلاً عظیم خصیتاہ فی دشق...... الخ۔ ایک اور دلچسپ ''فائدہ'' جلد الحمار اذا علق علی راس من بدصداع یسکنہ فی الحال۔

اس کے بعد امینا نجفی، کا کلام نہایت خوش خط، سحابی سلمان ساوجی، زلالی، یوسف بیگ شاملو، ملا محب علے حضرت علی علیہ السلام و جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ علیہا سے منسوب ایک ایک شعر، نہایت خوش خط۔

۲۶۔ ناقص الدول۔ خفی خط:

یہ علاج خارشت سے شروع کیا ہے۔ خفی علم صنف کلپ سے کیا مراد؟ ہے اس کے کئی نسخے ہیں۔ داغ سفید غالباً برص۔ بواسیر کے متعلق دعویٰ ہے کہ صرف چار گولیاں خوراک دو ماہ پرہیز ''تمام عمر نشود مجر بست'' اسی طرح دمے کا علاج۔ راج کھپرا، ناسور، دنب عمینی، مہینوں کی مناسبت سے ادویہ کی قوت واثرات یونانی اور ویدک کے نایاب نسخے چٹکلے۔

اس کتابچہ میں ایسی چیزیں جمع کی گئی ہیں جو واقعی افسانوی دنیا میں مشہور و عام طور پر نا قابلِ یقین وعمل سمجھی جاتی ہیں لیکن اندازہ یہ ہوتا ہے کہ اگر مندرجہ ہدایات

کی پابندی کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ مندرجہ اثرات حاصل نہ ہوں اس لئے کہ مندرجہ ہدایات پر عمل کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں بلکہ ان ہی لوگوں کا کام ہے جو .... یا ان امور کے لئے اپنے آپ کو وقف کر کے تخصص (اسپیشلائزیشن) کی منزل پر پہنچ چکے ہوں۔

جگہ جگہ سرخ نشان کسی مطالعہ کرنے والے نے لگائے ہیں۔ اسمائے الٰہی سے منسوب ادویہ مثلاً مریخ، ہڑتال، زہرہ، گوگرد محیط ترکیب سیماب سونا بنانے کی ترکیب بھی ہے کہ تیسرا حصہ راہِ خدا میں دیا جائے باقی خرچ حلال۔

۲۷۔ نسخۂ بیماری گردہ:

نسخۂ خارش و ناٹکی، نسخۂ خارش، ترکیب قوتِ باہ از قول حضرت محمد گیسو دراز بندہ نواز قدس سرہ یہ تینوں نسخے ایک ڈیڑھ فٹ طویل اور چھ انچ عریض کاغذ پر رقوم ہیں اسی طرح اتنے ہی طویل و عریض دو اور کاغذ ہیں خیر مندرجہ ذیل نسخے تحریر ہیں (۱) نسخہ ہائے امساک وغیرہ (۲) نسخہ دھات پشت و سوستے بند کشاد، نسخۂ انجماد منی، نسخۂ شہوت و قوت باہ، نسخۂ دھات پشت، دفع بد بوئے دہن، شمار ہائے عمر نبی و مرسل، نسخۂ پیچش عطیہ عبداللہ خاں صاحب، نسخۂ داد فرمودہ حکیم یعقوب علی لکھنوی، نسخۂ چوب فرمودہ یعقوب علی لکھنوی ان چند اوراق کو اصلی صورت میں محفوظ کر لیا گیا ہے۔ ایک تبرک ہے اطبائے سلف کا۔

۲۸۔ مغل دور کے چند نایاب خطوط:

(۱) حکیم ابوالفتح بخانخاناں: سنگ میزانِ پشیمانی اگر نیست سبک جرم ہر چند گر انست خدامی بخشد کسی کی سفارش کی گئی ہے بڑا موثر انداز ہے۔

حاشیہ پر (۲) بحکیم حمام، بسلسلۂ علالت (۳) مکتوباتِ ملا عرفی، پنجاب یونیورسٹی

کے اسکالرز نے عرفی کو صرف قصیدہ گو کی حیثیت سے متعارف کرایا۔ مکاتیب کا انداز بھی دیدنی ہے۔ اس خط کے متن ہی میں ایک نسخہ ''عنایت حضرت قطبی صاحب'' کے عنوان سے ''نوشتہ محمد احمد'' ہے پھر دوسرے صفحہ پر خط کا سلسلہ جاری ہے۔ تیسرے صفحہ پر بداں خدای کہ برخوان آفرینش اور بہ نیم پشت رسد کاسہ سرنمرود'' کہ نزدہت من بس تفادتی نکند ...... الخ یہ سلسلہ دور تک ہے۔ پھر چوتھے صفحہ پر ''بنواب خانخاناں'' عنوان خط ہے ہوس باد بہارم طرف صحر برد، باد بوئے تو بیاوردو قرار از ما برد۔ یہ حاشیہ پر بھی محیط ہے اس کے بعد عنوان مخلص بلا اشتباہ اسی صفحہ پر ملا منیر کا کچھ بیان اور خاتمہ پر شنجرفی روشنائی سے ''درقصبہ پاتھری'' پھر ''رقعات نواب حکیم ابوالفتح'' حاشیہ پر ''ایضاً'' ایضاً یعنی دو خطوط۔ اگلے صفحہ پر سرخی سے ''رقعہ کمال'' اس کے بعد کے رقعے کا آغاز ہوا، این جواب مکتوبات شاہی ست تا دررسوم وعادات مرعی باشد بلکہ این دردنامہ ایست۔ الخ، فارسی عبارت تمہ، اس کے بعد ایک رقعہ ''نامہ من می رودنزدیک دوست کاشکی من نامہ خود بودی''۔ الخ۔ یہ خاصا طویل ہے۔ اس کے بعد ایک ''رقعہ'' صبر از ہمہ نیکوان توایم۔ میک از تو نمی توانم اے دوست۔ یہ بھی خاصا طویل ہے پھر ''ایضاً درجواب آصفخاں'' ایک اور مراسلہ کہ سلطان حسین مرزا بمولانا جامی قلمی نمود'' یہ بہت خوشخط ہے۔ پھر ایسا ہی ایک اور نواب کامیاب سپہر رکاب ...... الخ مختلف خطوط میں تین قسم کی جداول، نقدی، طلائی، شنجرفی کاغذ نہایت اعلیٰ درجہ۔ ''قصبہ پاتھری'' کے معنی ہوئے سندھ کا خطہ قطبی صاحب کے جس نسخہ کا ذکر اوپر آیا یہ بھی ایک قابلِ دید معمہ ہے۔ ۱۱۲۲ء۵×۷ ۳۳ ۵م تم ...... سفیدی پینچال کبوتر عروسک دار چینی، قلمی سہاگہ۔ سلبوس گل کاوی ...... ۰۵۱ء۱۶۵×۱۲۲۱۸م۲۵ در

۲۷......۱، ۱۲۴۱ کاغذی، ۱، ۱۳۶۷ ۔نسخہ ،۲۲، ۲۱، ۲۲ ع ......عنایت حضرت قطبی صاحب......نوشتہ محمد احمد

ایک اور رقعہ نالہ من می رود نزدیک دوست۔ کاشکی من نالہ خود می بودی یہ سب خطاطی وخوش نویسی کے بہترین نمونے ہیں۔

۲۹۔اکسیر:

صفحۂ اول پر پرنوشدار د حاشیہ پر ترکیب دوسرے صفحہ پر عربی منظومات اور یہ بھی نسخے ہیں مثلاً الفرس الباکرہ اذا ولدت حالد ......الخ یعنی گھوڑوں کے معالجات سے متعلق کسی بدخط کاتب نے اپنی یادداشت کے لئے محفوظ کر دیا اس کے بعد اصل مخطوطہ نہایت خوش خط، پہلا اوّل سے ناقص لیکن دوسرا فقرہ

اکسیر مراد است از حجری پس حجر از حجر کردن نزدیک تر ست کہ از حیوان ای و نبات است وسوگند یحان آفریں کہ......الخ

نہایت خوشخط اس تمہید کے بعد دوسرے ہی صفحہ پر ابواب کی فہرست ملاحظہ ہو۔

باب اوّل در تدابیر زمیق ، دوم نوشادر، سوم کبریت، چہارم توتیا پنجم تدابیر شعر، ششم تدابیر لکلیسا، ہفتم در تدابیر تشمیع ہشتم در تدابیر حل مرکبات، نہم حل ملحہا وز اجہاد حبر ، دہم تدابیر عقدہا، یازدہم در تدابیر آب ہائے تیز و حل کنندہ، دوازدہم در تدابیر ہائے رنگ دہندہ سیز دہم تدابیر دہن صنصرت البیض الدجاج، چہاردہم آبہائے ثابت کنندہ پانزدہم تصعیر ہائے اجساد پانزدہم در تدبیر راجہا، ہفدہم تدابیر ملحہا ہجدہم در تدابیر معرفت قوتہا و قوتہا۔ نوزدہم اصول دانستن حقیقت مشکلات بیستم در مزاوجت۔

لیکن افسوس ناک بات یہ ہے کہ کسی اللہ کے بندہ نے حواشی پر جو ابواب کی

نشان دہی کی گئی تھی اسے خدا جانے کیوں قینچی کی نذر کردیا تاہم، باب سیز دہم، باب چہار دہم، کا اشاریہ موجود ہے۔ پورا متن چونکہ اٹھارہ ابواب پر مشتمل ہے اور چودہ کے بعد مزید چودہ صفحات بحفظ متن حاشیہ تراشیدہ موجود ہیں اس لئے صاحبانِ حکمت (ایکسپرٹ) علما و حکما کے لئے کڑیاں ملالینا غالباً زیادہ دشوار نہیں ہوگا۔

۳۰۔ مجرباتِ حکیم فضل الٰہی:

پارہ کی گولیاں، دردِ اعضا، رفعِ سنگرینی، نامردی، دفعِ ناخونہ، ضیق النفس، چیت بدن، گرمیِ شکم، دفعِ دردِ جگر، ناسور، دفعِ آتشک، دفعِ جریان، بندِ بول، زہر عقرب، رفعِ سنیات، باؤ گولہ، دفعِ جلندر، قوتِ باہ، دفعِ آتشک، جریان، اثر کثردم، سنپات، باد فرنگ، جلندر ایک ہی گولی مندرجہ بالا عوارض کے علاوہ بھی مختلف بدرقوں کے ساتھ استعمال کی جاتی ہے خمیرۂ خوشبو۔ پان مصالحہ خوشبو، خمیرۂ تمباکو، عرق خوشبو۔

عرقِ خوشبو۔ نیچہ (حقہ) کے لئے تیاری گل (حقہ کے لئے) ڈبہ، ام الصبیان، حقہ کا تمباکو، جریان و قوتِ باہ، حقہ کے تمباکو کے کئی نسخے ہیں۔

۳۱۔ کتابچۂ مجربات:

فصل اول سخت و استادہ شدن پستان عورت۔ فصل دوم تنگی مانند بکارت، نیز لات زن، بستن زن، زیادتِ شیر، علاج استحاضہ، حمل عقیمہ، برتھ کنٹرول، سختی پستان، معالجات حمل، بانجھ پن کی تفصیلات و معالجات، علاج ناسور۔

۳۲۔ جدید الخط:

مجادی بول، سوزاک، سہولتِ ایام، بینائی، چشم، امراضِ سر، سوزاک، درد

دنداں وغیرہ کچھ مجربات۔

۳۳۔ برشعشا:

کی تفصیلات عربی زبان میں نہایت خوشخط۔

۳۴۔ امینائی نجفی:

تذکرہ نصرآبادی میں انھیں امینائی فراہانی کے عنوان سے یاد کیا ہے، لکھتا ہے۔ فضل وحال و پرہیزگاری ایشان ازاں مشہورتر ست کہ محتاج تصریح باشد۔ از خوبی ہائی اور انکہ از تعلقات خود رانجات دادہ توطن نجف اشرف اختیار کردہ واز گردان استان صبح وشام سرمایہ سلیمانی می کشد۔

۳۵۔ مرزا معزالدین محمد:

طبع خوشی داشتہ ایک رباعی ظہیر فاریابی ''در مدح اتا یک ابوبکر'' سحابی۔ ایک رباعی مُلاّ محب علی۔ ایک رباعی۔ یوسف بیگ شاملو۔ ایک شعر۔ زلالی۔ ایک شعر۔ سلمان ساوجی سات اشعار۔

اس کے بعد پورا ایک ورق دو صفحات غزل وشعر کے حسن وقبح پر صرف کیا ہے۔

پھر ایک صفحہ خط نسخ کا شاہکار اور ایک شعر (عربی) حضرت علی علیہ السلام سے منسوب دوسرا جناب فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی جانب سے منظوم جواب۔

ایک اور عربی رباعی حضرت علی علیہ السلام سے منسوب۔

نہایت مختصر کتابچہ صرف دس صفحات پر مشتمل۔ لیکن اس حصہ نظم سے پہلے ''برشعشا'' کی وضاحت عربی زبان میں تین صفحات پر اس کا تفصیلی تعارف اور فائدہ بزبان عربی کچھ طبی نسخے دلچسپ مثلاً دردسر والے کے سر پر گدھے کی کھال

ڈال دو درد ِسر جاتا رہے گا۔نہایت خوشخط۔

۳۶۔ بیاض مجربات حکیم مرتضیٰ الحسینی:

بقلمہ و دہ کلمہ مستقل تالیف مشتمل بر علاج حصبہ و جدری تالیف۔ کسی مطالعہ کرنے والے بزرگ نے صفحۂ اوّل پر مندرجہ بالا تعارف زیرِ نظر بیاض کا ٹائٹل پیج کی حیثیت سے نوٹ کیا ہے۔اس کے مندرجات کی تفصیل یہ ہے۔

ا۔کچھ تعویذات وغیرہ۔۲۔رجال الغیب کا ایک عمل۔

۲۔در بیانِ غالیہ یعنی ساختن غالیہ۔چار نسخے در بیان ساختن غالیہ

۳۔عنبر اشہب۔پانچ نسخے آخری ترکیب عنبر برکیہ

۴۔لخلخہ بنانے کے پانچ نسخے۔

۵۔دُخنہ بنانے کے پانچ نسخے۔

☆اس کے بعد فصلِ اول ''دریہ'' شاید جسے ہندی میں ''ترِیڑہ'' کہتے ہیں۔

☆اس کے بعد فصل دوم عماء الریاحین۔

☆فصل سوم: سرسام وزکام کے نسخے۔

☆ باب در بیان عطریات چندی کہ از اخوی عزیز آقا محمد کریم بیگ ہمشیر زادہ حاجی محمد امین مشہور بہ بے بدل خاں گرفتہ۔

☆ در بیان ارگجہ۔ یک آتشہ۔دو آتشہ۔سہ آتشہ

☆عطر عنبر۔

☆عطر فتنہ۔

☆عطر ارگجہ۔

☆عطر طریق طبخ چمن۔

☆عطر طریق طبخ رومی۔

☆عطر طریق طبخ اصفہانی۔

☆چند مراہم کا ذکر کرنے کے بعد پھر عطر عنبر۔ عطر لبان، عطر فتنہ، عطر مجموعہ فتنہ۔

پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحم سے آغاز ہوتا ہے۔ اعلیٰ درجہ کی پختہ نہایت دیدہ زیب تحریر ہے۔ نسخہ چوب چینی مخترع اہل ہند۔ لیکن اس نسخہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ اطبأ خصوصاً حکیم عاتم طہرانی، مرزا قاضی، افضل المتآخرین، حکیم محمد مومن لاہجانی منع خوردن نمودہ، مرزا عبدالغفور بھی اس خصوص میں ہم نوا ہیں۔

اس تحریر کے خاتمہ پر ''المذنب مرتضیٰ حسین الطبیب غفرلہ'' درج ہے۔ پھر جذام کا ایک نسخہ بھی اسی قلم سے اور ''تعبیر الرویا عن ابن بابویہ۔ اس کے بعد قلم بدل جاتا ہے ''جدری'' کے موضوع پر ''حقیر محمد سعید بن محمد باقر طبیب'' اس موضوع پر ابواب یا فصول کی سرخی قائم کرنے کے بجائے ''کلمہ'' استعمال کیا ہے اور ''کلمۂ عاشرہ'' کے بعد ''خاتمہ در بیان حفظ علیل بعد خلاص''۔

۳۷۔ آخر میں اوزان

میرا کبری، میر شاہ جہانی، وزن پیسہ کو چک، پیسہ کلاں اور خاتمہ پر ''ہر ماہ نو بچہ نظر کنند'' دریا کو کوزہ میں بند کر دیا۔ خاتمہ در بیان حفظ علیل۔ کچھ مجالس میں دعوت۔

۳۸۔ جہتِ جذام مجرّب گفتہ اند:

اس کے بعد ''در اوزان'' کی سرخی کے ذیل میں ''میرا کبری۔ میر شاہجہانی۔ وزن پیسہ کو چک، پیسہ کلاں، پیسہ کو چک۔ ہر مہینہ چاند دیکھ کر کیا دیکھا جائے،

ہر ماہ بچہ نظر کند، محرم تا ذی الحجہ، پوری بیاض نہایت خوشخط، خفی قلم۔

۳۹۔ رسالۃ الطّب:

فارسی۔ ایک ہی مصنّف کے دو رسائل کا مجموعہ ہے۔ پہلا رسالہ ناقص الاوّل ہے۔ کوتاہیِ پستان و قضیب کے معالجات کا بیان ہے۔ آغاز میں کتنے صفحات غائب ہو گئے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ نامردی کے معالجات سے کتاب شروع ہوتی ہے اور انجمادِ منی کے معالجہ پر ختم ہو جاتی ہے۔ ساڑھے سات صفحات گنتی میں بنتے ہیں عبارتِ خاتمہ ملاحظہ ہو۔

تمتّ تمام شد ہذا الرسالہ بیست و پنجم شہر محرم الحرام بروز جمعہ بوقت ظہر۔ و السلام مع الاکرام۔

اس کے فوراً بعد ہی ایک اور مخطوطہ شروع ہوتا ہے ''الحمد...... اما بعد می گوید فقیر حقیر گناہ گار امیدوارِ رحمت پروردگار کہ این بندہ بعضی داردہا و طلسمات را از زبان دوستان و مخلصان شنیدہ بود یادداشت خواست کہ کتابی مختصر دریں تصنیف نماید تا جمیع مردمان از و نفع بگیرند۔

باب اول۔ در دفعِ دردِ سر، لب و دنداں و دردِ شکم باب دوم۔ در علاج حمل گرفتن عقیمہ و خبر کہ تاثیراں دختر می شود، باب سوم در علاج اسقاط، باب چہارم، عقیمہ کردن زناں باب پنجم، در دُور کردن شہوتِ زنان ششم در بستن زناں، ہفتم در ندادی فرجِ زناں ہشتم انزالِ زناں نہم در لذتِ مجامعت، دہم علاجِ پستان زناں، یاز دہم، در سطبری، دواز دہم امساک، سیز دہم افلاس و جدائی، چہاد ہم علاج موی، پانز دہم دفعِ خواب شانز دہم، احتلام، ہفدہم، رفع موی بغل و ترک شراب و علاج، ہیز دہم علاج چراغ از باد و پروانہ، نوز دہم، علاج انکہ غرق نشود

درآب بیستم، رویانیدن اشجار، بیست ویکم شکار کردن، بیست دوم طلسمات متفرقہ۔

تحریر مجموعی طور پر اعلیٰ درجہ کی خوش قلم نہیں لیکن صاف اور بہتر تحریر ہے اس حصہ کے صفحات ۱۸_۸_۲۶ کل۔

۴۰۔منقولات چنتامن:

چنتامن سکندر ذوالقرنین کا نہ صرف مشہور عالم طبیبِ خاص بلکہ حقیقی معنی میں حکیم تھا۔ اس کے نگارشات پر کسی نے یہ مختصر کتابچہ نقل کیا ہے۔ اس میں پانچ عناوین قائم کئے ہیں اوّل از بسیار خوردن طعام، دوم از بسیار گفتن سوم از بسیار خفتن چہارم از بسیار آب نوشیدن پنجم بسیار جماع کردن۔

منقولات حکما کا حوالہ بھی دیتا ہے۔ قال النبی کی برکت سے بھی محروم نہیں۔ ارسطا طالیس کا حوالہ بھی دیتا ہے۔ جس انداز سے شروع کیا ہے اس سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ پوری کتاب کافی ضخیم ہوگی ہمارے ہاتھ میں تو چند اوراق رہ گئے۔ پانی کی اقسام بھی بتائی ہیں یعنی آبِ باراں، آبِ ژالہ، آبِ شبنم وغیرہ۔ قارورہ کے بیان کے بعد مخطوطہ ناقص رہ گیا۔

۴۱۔چاندی کی رنگائی (چاندی پر سونے کا ملمع):

مثلاً پہلے ہی نسخہ کے اجزا ہیں توتیا سبز، نقرۂ خالص، سم الفار، مس و نقرہ خام مس مفقود گردد یک دو برنج نقرہ بماند الخ یہ سلسلہ خاصا طویل ہے۔

اس کے بعد ایک نسخہ میں، توتیا، پنسل، سنکھیا، سیماب پھر، قرص العرب، پھر منظومہ معجون بہمنی دیگر برائے قوتِ باہ پھر حبوب ممسی پھر ایک نسخہ طلا بسیار مجرب نسخہ برائے چیچک، دیگر، دیگر، نسخہ برائے جریان، نسخہ طلا حکیم علی خان، نوع دیگر

ضماد، کاجل' وجع مفاصل، حبوب حمی، عرقِ مدنی حبوب بے نظیر، سفوف پر ما، حب ِ آتشک ایک سے زیادہ نسخے ہیں۔

۴۲۔ طبّی کشکول یا منظوم نوٹ بک:

کتاب کی دنیا میں کشکول یا نوٹ بک ایسی جنس کتاب ہے جس کے مندرجات کسی خاص موضوع کے پابند نہیں ہوتے۔ دوسرے لفظوں میں یہ علمی دنیا کا ایک باغیچہ ہے جس میں رنگ برنگ کے پھول، گھاس، پھوس، پتیاں، ٹہنیاں، نرم و نازک، ضخیم و دبیز سب کچھ بیک وقت جمع نظر آتے ہیں۔ نظم و نثر، اندازِ بیان ہر قید سے آزاد۔ نوٹ بک کی بھی کم و بیش نوعیت یہی ہوتی ہے لیکن اہلِ علم اسے کشکول سے مرتبہ کی کمتر چیز سمجھتے ہیں۔

اس کا نقطۂ آغاز دلچسپ ضرور ہے لیکن مصرعۂ اوّل کوشش کے باوجود حل نہ ہوسکا۔ دوسرا البتہ خاصہ واضح ہے اور عجیب بات ہے کہ یہ سلسلہ بس ایک ہی شعر پر ختم ہوکر تعمیر عمارت کا تعلق اور اس کے اثرات سال کے مختلف مہینوں میں کیا ہوتے ہیں ممکن ہے اہلِ ہنود میں ہندی مہینوں کے ان اثرات کا اور ہندو اکثریت کے شہروں میں مسلمان بھی تعمیرات کے سلسلہ میں ان حقائق یا توہمات کا لحاظ رکھتے ہیں۔ بارے علم کی ایک شاخ ہے یہ بھی۔

اس کے بعد ولی کا متزاد ہے۔ پھر ولی ہی کا مخمس اس کے پیٹھے کے روغن۔ (۱) پھر افسونِ درد۔ دنبل و از قسم کہرہ۔ پھر (۲) ترکیبِ ساختنِ خاکِ مس۔ عنایت صادق شاہ (تانبہ کا کشتہ) (۳) نسخہ مرض ٹانکی و بدو پر بسیار و مجرب (۴) مرض بدو چلہ فرنگی وغیرہ عنایت حضرت شاہ محمد قادری پسر فتح شاہ حسینی (۱) تقویتِ مثانہ کا منتر۔

غزلیاتِ ریختہ و فارسی۔ نسخہ رَوانیِ استنجا، نسخہ مستی، نظم فردیات فارسی، سوال و جواب نور جہاں و شاہ جہاں، مناجات از شمسؔ، نسخہ طلا، غزل، قاسمؔ، قادرا مخمس، قاسم خان، آبروؔ، آفرین، معتبر خاں، عمر، یقین، اعین فرنگی کی مستی دیدنی چیز ہے۔ مظہر، بیدل، نسخہ قوتِ باہ مجرّب، شاہ شرف، قلندر، نسخہ ٹانکی وغیرہ۔

۴۳۔ نسخۂ سوزاک مجرب:

اب پھر سلسلہ نظم کمہارن کی تعریف۔ سون (یہ نظم کی نہایت نایاب صنف ہے۔ تقریباً ہر اصطلاح ذو معنی استعمال ہوتی ہے، شاہ شرف قلندر، نسخہ سوزاک، نزون فارسی، قصیدہ فارسی، نعرہ علی ولی شاہ نعمۃ اللہ ولی فارسی، نسخہ ہوں ہوں بحر تویل (طویل) ہندی فارسی مشترک۔ ایک غزل میں فدویؔ تخلص استعمال کیا ہے۔ قدیم اردو کلام صوفیانہ۔ امیرؔ کی غزل۔ نسخہ طلا۔ غزل فارسی، غزل از دیوانِ حافظ کا غذ ملون و سبز و حنائی قطعہ از بادشاہ کامران غزل حافظ، فردیات طلا، نسخہ طلا۔ غزل، فردیات۔ از بادشاہ کامران جواب زیب النساء۔ اقتباس حافظ وغیرہ شاہ جہاں دلارام۔ رقعہ، فردیات۔ رباعی۔ فردیات بیدلؔ، حافظ سوال و جواب خسروؔ، رباعیات وغیرہ۔

۴۴۔ گھوڑوں کی بیماریاں اور معالجات:

مجربات نجیب خان ۱۲۶۴ء جھولہ اور زخم کا ایک عجیب مرہم حسن رضا صاحب کی زبانی ۱۳۱۹ء۔

۴۵۔ مختلف اطبا کے تجربات:

کسی فاضل طبیب نے بطور یادداشت کچھ بنیادی نصائح رواں قلم سے محفوظ

کیئے ہیں یا پھر ذاتی تجربات کو قلم بند کیا ہے مثلاً طبیب کا لباس، خوش وخرم مثل نوشہ رہے۔ دواخانہ کو مثلِ فردوس رکھے۔ فرنیچر نہایت اعلیٰ ہو۔ مختلف الوان۔ دیدہ زیب، پاک صاف۔

طبیب مریض سے ایک دم نہ ملے۔ ادویہ کی مقدار وغیرہ وصفات کے سلسلہ میں مبالغہ سے کام نہ لے۔ مطب کی آمدنی کا ایک ثلث اشتہارات وغیرہ، ایک ثلث فقرا و مساکین وغیرہ پر خرچ کرے۔ خداوندِ عالم سے بعجز وانکسار روز وشب خلوصِ دل سے خصوصاً بوقت شب التجائے شفائے مرضہا کے لئے دست بدعا رہے۔ حرص وطمع سے باز رہے اور اپنے تجربات پر مغرور نہ ہو۔

ان عمومی ہدایات کے بعد مجربات کا بیان مثلاً

تریاق اربعہ تریاقِ ثمانیہ تریاقِ گل مختوم تریاق ذاب تریاق ذوالخاصیہ
تریاق طحال تریاقِ سرطان تریاقِ عقرب تریاقِ صغیر تریاقِ افاعی
جواہر مہرہ فرنگی قطب قندق مفرحِ عجیب حب الملوک
معجون بلیش اثاناثیا صفر کرکم صغیر میمہ جھٹ ھامان معجونِ بندہ
مخصوصہ زناں حب ایلاس دیاقوترہ بارہ ہزاری، حمرتا وغیرہ وغیرہ

رواں قلم سے لکھے ہوئے بے شمار مجربات کاغذ بہت خستہ ونازک ہوگیا ہے سو صفحات فُل اسکیپ سائز۔ مجربات کے ایسے ذخائر بڑی جنس نایاب ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی کے چالو مطب کا ریکارڈ ہو بہر حال حکیم صاحب نے بڑی محنت و جانفشانی سے ناکام نہ ہونے والے مجربات کو جمع کرایا ہے ۸۴ صفحات فُل اسکیپ سائز معلوم ہوتا ہے حکیم صاحب کسی بلند پایہ رئیس سے متوسل تھے کہ ۹۹ فیصد نسخے نہایت قیمتی درج ہیں۔

٤٦۔ کشتہ جات:

ورق اول پر نسخہ پڑھیے ''اسپ جیتے بائی'' تین نسخے دیئے ہیں، یہ ورق متن کے اوراق سے مختلف ہے، متن بہت زیادہ کرم خوردہ ہے۔ آغاز میں کتنے صفحات غائب ہیں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اس صفحہ سے مصنف ''ترکِ افیون'' کے نسخے بتاتے ہوئے۔ افیون صاف کرنے کا نسخہ بھی بیان کرتا ہے۔ اس کے بعد ''شقیقہ'' کے لئے پانچ نسخے بیان کرنے کے بعد ''کشتن مس'' پر بات پہنچ گئی لیکن درمیان میں مخطوطہ ناقص رہ گیا۔ کشتن مس، کے بعد ''قاسم نمودن سیماب''، کشتن یا قائم نمودن سیماب، کشیدن روغن سلسلہ (ترپھلا) ترکیب مس پھر طریق خوردن سیماب، استخراج نمک از تراب کشن طلق یعنی ابرک دیگر سیماب بر سر بالیدن، زندہ کردن طلا، کشتہ قلعی، سقوطی، نقوخی، سموسی، سقوطی، خوردن زریخ، خوردن سم الفار یہاں تک پہنچ کر مخطوطہ ناقص رہ گیا یعنی اوّل و آخر طرفین سے کچھ صفحات غائب ہیں۔

٨/ جدید الخط ٤٨/ صفحات۔ سدہ مجاری بول کے چند نسخے۔

٤٧۔ لیلیٰ مجنوں اور عبداللہ ہاتفی:

المنجد مطبوعہ بیروت عربی کی مقبول ترین لغات میں شمار کی جاتی ہے اس نے عبداللہ ہاتفی کی تصویر بھی دی ہے اور صرف اتنا لکھا ہے کہ شاعر ایرانی توفی ١٥٢١ء لہ۔ ظفر نامہ اد تیمور نامہ و ہند بذکری تیمور و فتوحاتہ۔ زیر نظر مخطوطہ بھی بس ایک تبرک ہے جسے پلاسٹک بیگس میں محفوظ کر دیا گیا ہے اور پڑھنے کے قابل بھی ہوگیا ہے۔ خاتمہ کی عبارت ''تمّت تمام شد کار من نظام شد بتاریخ شہر ذی الحجہ

۱۵۰۶ء" ایک اور تحریر کافی جلی حروف میں "در شہر دارالسرور برہانپور تر قیمہ بندہ درگاہ بلا اشتباہ برہان اللہ تمام شد مابین عصر و مغرب تمام شد" یہ دونوں عبارتیں سرخی سے لکھی ہیں اور دونوں کا قلم ایک ہے بلکہ یہی قلم ہے جو مخطوطہ کی پوری تحریر کا ذمہ دار ہے۔ مخطوطہ خوشخط ہے سیاہی، سرخی اور زمردی رنگ استعمال کیا گیا ہے۔

اس دور میں سیاہیاں جواہرات کو پیس کر تحلیل کر کے بنائی جاتی تھیں بعض عناوین کے لئے زمردی یا فیروزی (سبز رنگ) کی دوات استعمال کی گئی ہے مثلاً (سرخی) فی درمدح سید قاسم قدس سرہ (سبز) یا درمدح امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے سرخی سے لکھا گیا ہے پھر اسی کے نیچے سبز رنگ سے "درمدح امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ" دوبارہ لکھا گیا ہے۔ قلم کی گرفت میں کوئی خاص فرق نہیں معلوم ہوتا بلکہ کاتب ایک ہی ہے لیکن یہ صورت حال صرف چار تحریروں پر ختم ہوگئی بعد میں یا تو سبز سیاہی ختم ہوگئی یا تکرار ضروری نہیں سمجھی گئی۔ مخطوطہ کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ مولف کی وفات بقول المنجد ۱۵۲۱ء سے صرف پانچ سال بعد کی تحریر ہے اس لئے انتہائی کرم خوردگی اور تضیع کے باوجود قابل قدر و تحفظ ہے۔

پانچوں ورق نویں صفحہ پر ایک مہر ہے جس میں ۱۱۷۶ء صاف پڑھا جاتا ہے...... ولد خورشد جنگ بہادر صاحب پڑھا جاتا ہے۔ سیاہی، سرخی، سبزہ تینوں رنگ اتنے قیمتی ہیں کہ کسی میں بھی دھندلاہٹ کا نام نہیں اور یہ عام طور پر پتھروں (یاقوت یا شنجرف، زمرد یا فیروزہ وغیرہ) کو تحلیل کر کے بنائے جاتے تھے۔ انتہائی کرم خوردگی کے باوجود سیاہی میں بھی چمک موجود ہے۔ کاتب نے ہر بات کی صراحت کردی ہے۔

ہاتفی کی جو تصویر المنجد (لغت) نے پیش کی ہے قلندرانہ معلوم ہوتی ہے۔ سر پر

خود نما ٹوپی ہے۔ حمد ونعت کے بعد سید قاسم قدس سرہٗ کی مدح کے معنی یہ ہیں کہ یہ بزرگ ہاتفی کے پیرو مرشد تھے۔ ایک بڑے ہی جلی معلم کی تحریر خریدار کی ہے ۱۱۸۸ یہ بھی برہانپوری ہیں کرم خوردگی نے متبرک بنا دیا ہے۔

۴۸۔ قدیمی دیہی گیت:

ہندوستان کی دنیا کراچی سے مختلف تھی خصوصاً دیہات کی زندگی عجب رومانوی ہوتی تھی۔ زراعت کے مشاغل میں عورتوں کا بھی برابر کا حصہ ہوتا تھا۔ مستورات اپنے کام کا بوجھ گیتوں کی مدد سے ہلکا کرتی تھیں اور زرعی مشاغل کے محنت طلب لمحات بھی چٹکیاں بجاتے گزر جاتے تھے۔ سال کے بارہ مہینوں کی مناسبت سے ہر مہینے کے گیت الگ ہوتے تھے افسوس کہ اس مخطوطے میں صرف بھادوں، کنوار اور پھاگن کے گیت ہیں باقی حصہ غائب ہو گیا۔

۴۹۔ ارژنگِ چین:

منشی دیبی پرشاد بدایونی نے مسٹر ٹی بی کین کی فرمائش پر ایک رسالہ فن خطاطی و خوش نویسی پر تالیف کیا تھا جو صرف خط نستعلیق کی تعلیم وتدریس تک محدود تھا۔ اس میں مولف نے ایک اور رسالہ زیادہ تفصیلی معلومات کے ساتھ لکھنے کا وعدہ کیا تھا وہ یہ زیر نظر مخطوطہ ہے اس میں مندرجہ ذیل عناوین ہیں۔

ایجاد خط۔ اقسام خطوط۔ اسمائے خوش نویساں (۱) خط مصنوع (۲) مرموز (۳) مستور وغیرہ منشی جی ہندو ہیں لیکن اسلامی روایات کے بیان میں حد درجہ محتاط۔ خطاط قدماء واہل قلم، قلم تراشی، اقسام سیاہی، اقسام کاغذ، کاغذ کی تلوین (رنگینی) قلم تراشی کے انداز۔ مختلف تحریروں کے نمونہ، مولف اپنے دور کے ''ٹھٹھہ'' کو ملک کہتا ہے۔ کیا شان ہوگی کا شاہ محمد خان غلام محمد خان ۱۰۶۹ء۔ دریا

کو کوزے میں سمو دیا ہے۔ کسی نے نقل کیا ہے ناقل کوئی ماہر فن خطاط نہیں اس نے متن کو محفوظ کرلیا ہے۔

۵۰۔ مخمس من کلام مرزا علی اکبر:

حضرت علی علیہ السلام کی مدح میں تقریباً پچاس اشعار کا ایک مخمس ہے مقطع ملاحظہ ہو۔

منشی منم بدرگہِ او کمترین غلام الخ

اس کے بعد ایک بہشت نامہ موسوی سید علی کا، سب نہایت اعلیٰ درجہ کا، خوش قلم کاتب ہے، صفحات آب خوردہ ضرور ہو گئے لیکن الفاظ کی نشست و کرسی خطاط کی مہارت و قدرت کا منہ بولتا شاہکار ہے۔ ایک مکتوب جملۃ الملک مدار المہام اعتماد الدولہ برہان الملک فراست پناہ شجاع الدولہ بہار صفدر جنگ، ایک اور ''مراسلہ'' ایک اور عنوان ''بجہتہ سادات''، ''بجہتہ ایضاً'' یہ گویا انشا پردازی کی تعلیم و تدریس کے لئے مختلف طبقاتِ امراء، روٗسا، سادات و مشائخ وغیرہ کے لئے انشاء والقاب و خطابت نمونے تدریس و تعلیم کی خاطر جمع کیے ہیں۔

ایک اور ''مراسلہ'' ایک درخواست زمرہ منشیاں میں شرکت کے لئے کسی کے انتقال پر تعزیت، حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد انتقال ہوا وقف نامہ قطعہ زمین برائے قبورِ مومنین منجانب حاجی محمد ابراہیم، وقف نامہ برائے مدرسہ۔

آب خوردگیکے باوجود تحریر کا حسن داد طلب ہے۔

۵۱۔ شیخ علی حزیںؔ:

کا کچھ غیر مطبوعہ کلام بقوافی ش، ض، ظ، ع، غ، ف، ق، ک، ل، میم۔ مخطوطہ قدیم الکتابہ ہے۔ ۱۲ صفحات، کاتب اعلیٰ درجہ کا خط نہ سہی خوش نویس ضرور ہے۔

۵۲۔ مرزا معز فطرتؔ:

خلف مرزا فخرا کہ از سادات موسوی قم مت واز جانب والدہ صبیہ زادہ ''سیّد السادات میر محمد زماں مشہدی۔ جوان قابل وفاضل است۔ بصفات حسنہ آراستہ'' در تحصیلِ علوم سلیقہ اش درکمال رسائی وذہنش درنہایت خوش ادائی از مشہد مقدس باصفہان آمدہ مدت دو سال در مدرسہ جدہ سکنی نمودہ درخدمت علامہ آقا حسین تحصیل مشغول بودہ چوں دریں ولایت فضیلت ونجابت قدری ندارد یکساں قبل از حال تحریر روانہ ہندوستان شدہ۔ فطرت تخلص دارد۔ (تذکرہ نصرآبادی)

کسی بیاض کا دیباچہ لکھنا بڑی ہمہ دانی کا متقاضی ہے۔ بیاض ایک ایسی صنفِ کتاب ہے جس میں نہ زبان کی پابندی نہ موضوع کے اندر رہنے کی حد بندیاں۔ یوں کہیے کہ ایک مادر پدر آزاد نوع ادب ہے جب جو چاہا لکھ لیا، نقل کرلیا یا کسی سے مانگ کر اپنا پسندیدہ کلام وغیرہ یا نوٹ کرلیا یا اور کسی طرح محفوظ کرلیا اس طرح بیاض صرف ایک ذاتی اور جامع بیاض کی شخصی پسند وناپسند کی بیشتر ترجمان ہوتی ہے۔ ایسی کسی چیز پر تبصرہ ظاہر ہے کہ ''ہمہ دانی اور ہر فن'' میں دسترس کا متقاضی ہوتا ہے۔

زیرِ نظر کتابچہ جو اپنی ظاہرہ شکل وصورت میں انتہائی دیدہ زیب وخوش قلم ہے مجموعہ ہے ان تعارف ناموں کا جو مختلف بیاضوں پر لکھے گئے ہیں۔ بیاض بذاتہٖ ایک ایسی صنف کتاب ہے جو صرف جمع کرنے والے کی پسند وناپسند کا آئینہ ہوتی ہے۔ ایسی نگارشات پر صرف وہی بزرگ قلم اٹھا سکتے ہیں جو ہمہ داں ہوں مکمل مطالعہ بڑی دیدہ ریزی کا طالب ہے آخری فقرہ

''چشم بد از روے ایں مجموعہ دو دل نیک بختاں از مشاہدہ آں مسرور باد بمنہٖ وکرمہٖ''

۵۳۔ایک اور دیباچہ بیاضِ آغاز:

ایں طرفہ بیاض کہ درخوری ونزہت دلکشائی وطراوت درہائے بہشت وعشرت مدخ طلباں کشاد.....الخ یہ بھی مرزا صاحب کے زور قلم کا ثنا خوان ہے۔

تیسرا دیباچہ ناصر علی سرہندی کا زور قلم ہے۔ یہ عبارت آرائی میں مرزا صاحب سے بہت آگے نکل گئے ''حمد بے حد سزاوار الخ'' سے شروع کیا ہے۔ بہرحال متن کے سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں ''دریں بیاض نظر کن بچشم معنی بیں'' کہ رشک صوری ومعنی ومہبتِ چین ست۔ ایں مجموعہ ایست ہزار نکتہ سربستہ درو چوں سفینہ ایست صد ہزار بحر در مخفی...... الخ ایک اور دیباچہ بیاض درنثر، یہ بھی ناصر علی سرہندی ہی کا ہے۔ یہ بہت طویل اور بارہ صفحات پر محیط ہے اسی سلسلہ میں حکایات ''ہارون رشید پسر زالے راقید کرد الخ''۔ ''روزی محمود بدار الشفائے غزنین درآمد الخ'' اسی طرح کی اور متعدد حکایات، فرعون، ہارون رشید، آئمہ علیہم السلام سے منسوب ایک جگہ جبرائیلؑ اور حضرت نوحؑ کا مکالمہ بھی ہے۔

خفی قلم میں خطاطی کا بے مثل شاہکار ہے جملہ ۴۷ صفحات، ایک خرقہ کی خریداری کا قبالہ لکھنے کی فرمائش حضرت علی علیہ السلام سے کی گئی اس کی تفصیلات وغیرہ نہایت خوش خط۔

۵۴۔اقصائے عالم میں رائج قدیم ترین ابجدیں:

ا۔ برناوی۔ رابع مصحف الشمس، قلم المصری برائے طلسمات۔ قلم یونانی۔ قسم اول و قسم دوم۔ ۲۔ قلم عبرانی (شش قلم) ۳۔ قلم سریانی (۱) ۴۔ قلم سریانی (۲) ۵۔ سابع از عبرانی ۶۔ قلم الاحجار ۷۔ دیگر الاحجار ۸۔ قلم طبرقال ۹۔ قلم پہلوی

۱۰۔قلم بابلی جہتہ حل عقود، ۱۱۔قلم قلقطیر کاہی صغیر جہتہ صغو ۱۲۔قلم صینی بترتیب ابجد ۱۳۔قلمی کہ جابرین حیان کتاب ''راحت'' نوشتہ ۱۴۔قلم معروف باحجمی ۱۵۔قلم ارمانوی ۱۶۔قلم رملی ۱۷۔قلم نبطی ۱۸۔قلم لطینی (غالباً لاطینی مراد ہے) ۱۹۔قلم قبطی ۲۰۔قلم کتاب لاطیس وطلسمات ۲۱۔قلم نوامیس الکبیر سوس ۲۲۔قلم کتاب سرالاسرار ۲۳۔قلم تحلیب (یہ انتہائی پیچیدہ ہے) ۲۴۔قلم رومی ۲۵۔قلم مشجر ۲۶۔قلم صامانی ۲۷۔قلم نیرنجات ۲۸۔قلم سیمائے کبیر ۲۹۔قلم سیمایصغیر ۳۰۔قلم العقول ۳۱۔قلم الصابی ۳۲۔قلم داوری ۳۳۔قلم اسماعیل ۳۴۔قلم الطبیعی ۳۵۔قلم بعصری ۳۶۔قلم اسرار ۳۷۔قلم حمیری

۵۵۔شرح خطبۃ البیان

خواجہ محمد دہدار فانیؔ شیرازی ابن ابو محمد دہدار عیانی اپنی ایک اور تصنیف ''کواکب الثواقب'' میں خواجہ صاحب نے اپنا پورا نام محمد بن محمود بن محمد لکھا ہے۔منتظم ناصری نے آپ کا سال وفات ۱۰۱۶ء لکھا ہے۔ بقول صبحِ گلشن (تذکرہ) علوم رسمی کی حد تک شاہ فتح اللہ شیرازی کے شاگرد اور راہ طریقت میں شیخ حسن نجفی کے مرید تھے۔

عادل شاہی دور میں دکن آکے پھر احمد نگر پہنچے تو دیوانی کی خدمت پر سرفراز رہے۔آخر عمر میں دنیا ترک کر کے سورت اور وہیں ۶۹ سال کی عمر میں ۱۰۱۶ء سفر آخرت اختیار کیا۔

ان کی ایک تصنیف ''الف الانسانیہ'' کتب خانہ آستانہ قدس میں رضویہ مشہد مقدس میں موجود ہے۔زیر نظر شرح ''خطبۃ البیان'' وہ نادر و نایاب مخطوطہ ہے جس کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔اس کے علاوہ خواجہ صاحب کا منظوم کلام تو وہ جنسِ نادر و

نایاب ہے جس کا کوئی نمونہ اس مخطوطہ کے سوا کہیں نہیں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کے ملفوظات عالیہ کی تشریحات تیغوں کی چھاؤں میں اور زبانوں پر پہروں ونگرانیوں کے باوجود لکھی جاتی رہیں یقیناً ان سرفروشوں کی جرأت و ہمت اور روانیٔ قلم تو لایق تحسین و آفریں ہے ہی لیکن جہاں سلاطین وقت کے الطاف و اکرام کی موجیں لکھنے والوں کے قدم چومنے کے لئے بے چین رہتی ہوں اور شاہی بذل وعطا کے طوفان امنڈتے رہتے ہوں وہاں لکھنے والوں کی طوفان خیزیاں، عمق فکر، غوامض ونکاۃ کی تشریح میں آزادیٔ اظہار کی نعمت کیا کیا گل نہ کھلائے گی؟۔ فکر رسا کی بلندیاں کن کن نکات کو چن چن کر لائے گی یہ دیدنی شنیدنی اور خواندنی ہے۔

عادل شاہی و نظام شاہی وہ کٹر اور راسخ العقیدہ شیعہ حکومتیں تھیں جن کی محض دشمنی میں حضرت اورنگ زیب عالمگیر نے پورے ہندوستان کے دروازے غیر مسلموں کے لئے کھول دیئے اور پھر مسلم اقتدار کا تانا بانا ایسا بکھرا کہ وہ خود تو کیا کوئی بعد کا آنے والا بھی ان ٹوٹے تاروں کو نہ جوڑ سکا۔

زیرِ نظر مخطوطہ میں علامہ دہدار کی تحقیق و رسائیِ فکر کا طوفانی تموج دیدنی شنیدنی و داشتنی ہے۔ جستہ جستہ حواشی کا انداز غمازی کرتا ہے کہ شاید قلم بھی علامہ دہدار ہی کا ہو۔ تحریر بھی فن خطاطی خفی کا بہترین نمونہ ہے۔ ۷ _ ۱/۲، ۳، ۱ انچ سائز، ۲۵۰ صفحات۔

۵۶۔ رسالہ خطاطی وخطاطان:

تالیف محمد امین ۱۱۳۹ء مبتدیوں کی تعلیم و تدریس کے لئے ایک مختصر رسالہ اصول نستعلیق تا مبتدیاں را تذکرہ و منتہیاں را تبصرہ باشد۔ کاغذ رنگین سبز۔

خطاطوں میں صرف چوٹی کے گیارہ خوش نویسوں کا مختصر سوانحی خاکہ۔ تیسرا باب ساختن روشنائی وزن از مولانا میر علی۔ ساختن شنگرف ساختن سعیدہ۔ ساختن زنگار۔ رنگ کردن کاغذ۔

''مولف در تاریخ صدر سنہ الیہ برائے صاحبی و شفقی خواجہ عبدالجلیل در دو ساعت تحریر نمود''

ملحوظِ خاطر رہے کہ علامہ عبدالجلیل بلگرامی ایک طویل عرصہ تک سندھ میں تاجِ ہند کے نمائندہ کی حیثیت سے سکھر میں قیام پذیر رہے ہیں۔ یہ غالباً اسی دور کی تاریخی یادگار ہے

۵۷۔ نادرۂ روزگار۔ قواعدِ خطوطِ ستہ۔ مولفہ مجنوں بن محمود (ف)

یہ اصل رسالہ نہیں ہے بلکہ اس کی نقل ہے وہ بھی ناقص الاوّل۔ حرف نون کا بیان مکمل جبکہ لام کی سرخی (سرنامہ) غائب ہے۔ یہ باب سوم کا ایک حصہ ہے اور ماقبل کے تمام صفحات غائب۔ باب چہارم ''در تشکل حروفِ اتصال ہریک بدیگری وتعین مقام ونام ہریک ازیں حروف'' باب پنجم در بیانِ مدات۔ یہ ناقص الطرفین چند صفحات متن کی نقل ہیں۔ ناقل بھی خوش نویس ہے۔ آغاز میں ''ن'' سے قبل کا بیان غائب ہے اس کے بعد باب چہارم در تشکل حروف اتصال ہریک بدیگری و تعین مقام ونام ہریک ازیں حروف۔ حرف کاف کے ذیل میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے ''یا کاف مدد راست بے شک۔ مجنوں نما مثال یک یک'' اس میں آخری بیان۔ ''باب پنجم در بیان مدات'' اس ذیل میں صرف آٹھ اشعار موجود ہیں باقی سب غائب۔

۵۸۔ فیوضاتِ میر عبداللہ مشکیں قلم

از اولاد شاہ نعمتہ اللہ ولی۔ خطِ نستعلیق رابعنایت صاف وباصول واسلوب می نوشت از حضرت عرش آشیانی (اکبر) وجنت مکانی (جہانگیر) بخطاب مشکیں قلم و تخلص وصفی افتخار اندوز ومباہی بود چنانچہ خود سفیر ماید

وصفی تخلصِ من و مشکیں قلم خطاب   ایں نامہاز شاہ و شہنشاہ یافتم

باوجود کشت تعلق واسباب باآزادی می زیست۔ منظومات بسیار دارد واشعارِ عاشقانہ او اہل حال رابوجدمی آرد۔ نسبت ارادت بشیخ فیض اللہ سہارنپوری (کہ در ۱۰۲۴ء رحلت نمودہ) داشت وشیخ مذکور راز خلفائے شیخ نظام نارنولی بود واں میر صافی ضمیر درسنہ ہزار وبست وپنج رخت بعالم دیگر کشید۔ پنج مثنوی ویک دیوان دارد از واردات طبع اوست

اے تند خوئی تو رونق عتاب را   افزود گونہ گونہ بدل اضطراب را

نے حرف باکسی ونہ گوشی بحرف کس   برہم زدی شعار سوال و جواب را

کیا تحریر ہے ہر صفحہ ایک وصلی ہے جملہ ۶۴ صفحات۔ جن بزرگوں کی گفتگو کے ریکارڈ کو اس مختصر کتابچہ میں محفوظ کیا ہے ان میں چند کے نام یہ ہیں خلیفہ باقی خاں قلعہ چنار اکبر آباد، مرزا خدا قلی رحمتہ اللہ۔ قربی شاعر، بلدہ اجمیر میں آگ لگنے کا واقعہ۔ قاضی قصبہ اتر ولی۔ کمال نام قلندر۔ ملا لالا۔ قصبہ کورہ کے مجذوب شیخ مجنوں، میر محمد شریف خوش نویس، خواجہ عبداللہ نالی، سلطان محمد بن میر حاجی، محمد صفی ابن ملا راقمی، میر سعید، ملا محمد حسین تبریزی، حاجی الحرمین حافظ محمد حسین، شیخ عبدالرحیم، سید عبدالوہاب محتسب، ملا محمد علی کشمیری، سید عبدالباری وغیرہ افسوس کہ ناقص الآخر ہے۔

سب سے زیادہ قابلِ قدر بات یہ ہے کہ کاغذ حنائی وزعفرانی اور ہر ورق ایک وصلی ہے حُسنِ خط کے اعتبار سے خطاطی کا بے مثل شاہکار اور ہر ورق اپنی مستقل قیمت کا مالک ہے، سائز ۶ انچ، ۳ انچ، صفحہ اوّل کی لوح و حاشیہ کمالِ فن اور طلاکاری کا بے مثل شاہکار ہے۔

۵۹۔ اصولِ فنِ خطاطی تالیف قبلہ الکتاب مرزا سلطان علی مشہدی:

''تحفۂ سامی'' شاہ اسماعیل صفوی کے بیٹے سام مرزا کی تالیف ہے، یہ ۹۵۷ھ میں تالیف ہوئی اور اس دور کے صاحبانِ قلم کا نہایت معتبر تذکرہ سمجھا جاتا ہے۔ وہ مولانا سلطان علی مشہدی کے متعلق لکھتا ہے۔

''در نستعلیق مشہور تر از انست کہ اُورا احتیاج نوشتن تعریف باشد در قطعہ وکتابہ در خفی وجلی بلک نستعلیق یک قلمہ بوی مسلم ست کہ ہیچکس پیش از وی وبعد از وی یا نزدیک بوی نتوانست نوشت ور دہمہ اوصاف ولطایف لانظیر بود خاصہ ملاحت و مزہ کہ خط ملا دارد ہیچ کس ندارد۔

وی رسالہ در آداب خط نوشتہ ست دار نجا گفتہ است کہ در اوائل مشق در روضۂ مقدس مشہد طوس علیہ التحیۃ والثنا او السلام می بودم دراں اثنا خوابی دیدم حضرت امام الثقلین وصی ومحبوب العالمین۔ اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ قلمی بدست داد۔ از خواب بیدار شدم۔ دیگر طریق خط بمن در افتاد مولانا در اوائلِ حال کہ مشق میکردہ از پش خود خط را صورتی دادہ بودست وعوام فریب بودہ ست اما کاتب پسند نبود۔ مولانا جعفر خمسہ ابتدا کردہ ناتمام بودیست مرزا سلطان ابو سعید فرمودہ کہ ہیچکس باشد انرا تمام تو ند کرد چو درمیان مردم سلطان علی شہرت کردہ بود بعرض رسانیدند کہ شاید او تو اند کرد ایں امر خطیر را بسر آورد۔ مولانا فی الحال

قبول کردہ یک جزو کتابت کردہ اور دمولا اظہر برآشفتہ کہ بایں اسلوب تو خمسہ را تمام میسازی از درخانہ مولانا سلطان علی مشہدی را بردہ دست وکف و پای زدہ دو روز محبوس داشتہ بعد ازاں از جبن برآوردہ گفت فرزند قابلیت بلند داری اما خط تو خودروی ست اسلوب نستعلیق ایں نیست قطعہ بملا دداد کہ بایں اسلوب می باید نوشت..الخ

''آخرش اس سزا کا نتیجہ یہ ہوا کہ ''اکثر بلادِ عالم کم کس از اہل قلم باشد کہ از قطعہ وکتابہ مزرا خبری نہ داشتہ باشد ودر کتاب خانہ باشاہان عالم اگر دو سہ کتاب بخطِ املا نباشد آں کتاب خانہ را محبوب ندارند وایں امر از عجائبات امور ست۔''

(تاریخ رشیدی)

زیرِ نظر ملایا مرزا سلطان علی مشہدی کی اپنی تصنیف ''رسالہ در خطِ سلطان علی'' کسی طالب علم نے نقل کیا ہے۔ یہ کاتب خود غالبًا ابھی طالبِ علم ہی ہے۔ کہتا ہے سنہِ عمرم جو بہ بیست رسید۔ خط سوداز صفحہ ام بدمید چوبیس صفحات کا چھوٹا سا رسالہ ہے کاتب بہر حال طالبِ علم ہے۔

۶۰۔ یک بیتی بزم سخن:

اس محفل میں اساتذہ تو آپ کو بیس ملیں گے لیکن ۔

یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری ۔۔۔ یہ دستورِ زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں

لیکن جہاں تک استفادہ افکار وفن کا تعلق ہے وہاں ایک شعر سے زیادہ کی اجازت کسی کو نہیں۔

(۱) ظفر خاں احسنؔ (۲) وحیدؔ (۳) صفیؔ قلی بیگ (۴) مرزا عبداللہ عشقؔ (۵) طالبؔ آملی (۶) صائبؔ (۷) قاسم دیوانہ (۸) حکیمؔ دکنی کاشی

(۹) آصف قمی (۱۰) غنی (۱۱) فصیحی (۱۲) یقتا (۱۳) سعدی (۱۴) مخلصا (۱۵) کلیم (۱۶) سلیم (۱۷) موسوی خاں فطرت (۱۸) ایجاد (۱۹) امیر خسرو (۲۰) شاہ فاتح۔

۶۱۔ اسرار الخط:

اس مخطوطہ کا مولف محمد فضل اللہ بن شیخ عطاء اللہ ہندوستان کے عظیم الشان مسلم شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کا شاہی کاتب درباری تھا شہنشاہ نے خواہش کی کہ ایک جامع کتاب فنِ خطاطی وخوش نویسی پر لکھی جائے یہ وہ دن تھے جب شہنشاہ نے ہندوستان کے جنوبی علاقہ کو فتح کر کے دریائے کرشنا کو عبور کرلیا تھا۔

"ہنگامیکہ تیغ خوں آلود بادشاہ دین پناہ کہ برائے مخالفین دین ہدمت قضا و ہمزبان اجل ست "بعد از فتح دکن باآب کشنہ شست کردند الخ"

زیرِ نظر "اسرار الخط" کی تالیف وتصنیف کے سلسلے میں مصنف کا بیان سنیئے۔

"سبب تسویدِ ایں رسالہ ایں بود کہ جمعی از خوش نگاراں بقول انکہ "خطِ ہمگی تقلید ست اسلاف مقلد خطوط اساتذہ سلف بودند واز کیفیت خط وحسن خط درسر شعوری نداشتند وجاہلانِ روزگار وقابلان دوراز کار کہ خطوطِ شاں بخطوط پیشانی و اڑوں بختاں ماند درافتادگی داشتند بناء علی ہذا ایں ہوں درسر وایں اندیشہ درخاطر ابتر پیدا شد کہ ورقی چند محتوی براصول خطوط سبعہ وبر فضیلت ایں فن شریف کسب لطیف بدلائل آیات قرآن مجید وفرقان حمید وبہ براہین احادیث النبویہ المصطفویہ علیہ شریف التحیاۃ وکریم الصلوٰۃ ازنہانخانہ ضمیر بسر منزل ظہو انظار ارباب دانش مطبوع طبائع اصحاب بینش کردو مولف باصناف عواطف ربانی وبالاء وعنایت سبحانی اختصاص باید مختصر یہ کہ حضرت سیف الدین قدس اللہ سرہ نے ان کی خوش

قلمی کو سراہا اور ان کی ہمت افزائی کی اور اس کے نتیجہ میں انہوں نے یہ مخطوطہ ''اسرار خط'' تصنیف فرمایا ۱۱۰۲، نام سے تاریخ بھی برآمد ہوتی ہے۔

آغاز میں تو مولّف نے خط کی تعریف میں احادیث کا ڈھیر لگا دیا پھر کواکب سے حروف کا رشتہ بیان کرنے کے بعد حضرت آدم کے دور کی ابجد، حکماء فیلادوس حکیم ہلیانوس، حکیم پروش، حکیم اسطوخیس، حکیم ہرلیس وارسطو، خط داود منسوب بحضرت داوٗد علیہ السلام پھر خط عبرانی، خط حمیر، خط ہرمس حکیم، خط پہلوی، خط رومی، خط یونانی ان سب کی ابجدوں سے روشناس کراتے ہوئے اپنے متعلق لکھتے ہیں ''ایں فقیر را بر خطوط متعددہ عبور واقع شدہ لیکن خط صحیح یافتہ دریں رسالہ نوشتہ''

اپنے اس دعوے کے ذیل میں مولف نے جن خطوط کا ذکر اس تصنیف میں کیا ہے وہ یہ ہیں کوفی، ثلث، محقق، توقیع، ریحان، رقاع، تعلیق، نسخ، خفی، ریحان، ان اسٹائلس کے اساتذہ کا تعارف، نمونہ تحریر، مبتدی کے لئے ضروری ہدایات، خطاط کے لئے اغذیہ واشربہ کا مشورہ قلم کی تراش وخراش، کاغذ کا انتخاب اور تلوین، مختلف رنگوں کی سیاہیاں تیار کرنا اور ان کا استعمال، حل طلا، حل شنجرف، ترتیبِ لاجورد اس کے بعد تحریر کی تکنیک و پیمائشِ حروف مندرجہ بالا مختلف اسٹائلس کی مناسبت سے۔

۶۲۔ رسالہ خطاطی

''وسیاہی و رنگ کردن کاغذ و ما یتعلق بہا جہت نسبت ایں بیت در رنگ کاغذ ازان بخاطر بود''

''نوشتہ شد، مند۔

رنگی کی صفائی خط از انست   از آب حنا و زعفر انست

''زیرِ نظر مخطوطے کا کاغذ بھی ''حنائی'' ہے۔ظاہر ہے کہ حنا وزعفران کی رنگ ریزی کاغذ کی قیمت میں غیر معمولی اضافہ کردے گی۔

ایں مطلع ہم از دست

حیف اوقاتیکہ در عشق تو ضائع ساختم بے وفا بودی زِ اول من ترا نشناختم

ایں مطلع قصیدہ ہم بدو تعلق دارد

روی زمیں تمام بزیرِ نگینِ تست فیروز سپہر در انگشترینِ تست

چپ نویسی ایک انفرادی پسند ہے یا کسی مجبوری کا تقاضا بھی ہوسکتی ہے۔ بارے سرزمینِ سندھ برصغیر میں اسلام کا گہوارۂ اوّل آج بھی آپ کو ایسے بہت سے فنکار اہلِ قلم سے شرفِ ملاقات بخشے گا جو ''چپ نویس'' ہیں اور نہایت روانی سے لکھتے ہیں۔خوش قلم ایسے کہ ان کے فن پاروں کو خطاطی کی نمائشوں میں نمایاں جگہ ملتی ہے اور اگر قلم کار سے ملاقات ہو تو آپ اسے زود نویسی میں راست نویس سے کچھ آگے ہی پائیں گے۔

ایک اور عجیب بات یہ کہ ''چپ نویس قلم کار کا اسٹائل نسخ سے نہایت قریب ہے اور وہ بتائے گا کہ اس اسٹائل میں کاتب کے ارادے یا کوشش کا کوئی دخل نہیں ''قلم خود بخود اس انداز سے چلتا ہے'' چپ نویسی کے نمونے اور شاہکار سندھ میں بکثرت مل جائیں گے چپ نویس کاتب سندھ میں اب بھی موجود ہیں۔

مخطوطے کے صفحۂ اوّل پر ایک دستخط ہے ''ھوالمالک'' ک کے نیچے طغرے میں کیا لکھا ہے کچھ نہیں پڑھا جاتا۔اسی دستخط کے نیچے ایک شاہی مہر ہے جسے بعد والوں میں کسی نے ارادتاً ایسا دھندلا کردیا کہ پڑھنا مشکل ہوگیا ہے۔بازو میں ایک اور چھوٹی مہر ہے جس میں محمد اور محمد ہی کے بالائی حصہ میں ۱۱۷۱ بمشکل پڑھا

جاتا ہے۔

پورے مخطوطے کا کاغذ حنائی ہے جو عوامی سطح کے لوگوں کی دسترس سے ماورا تھا (آبِ حناو زعفران سے تیار کیا جاتا تھا) جملہ ۴۴ صفحات ہیں۔ ناقلِ دیباچہ نے اوائلِ بیان وعدہ کیا تھا کہ وہ ''ابیات ہجا'' (سلطان کی ہجو) کو بھی اس دیباچہ میں نقل کرے گا چنانچہ حسبِ وعدہ '' اکنوں بموجب وعدہ ادبیات ھجا مرتیا مجتمعاً نوشتہ شد'' چنانچہ اٹھانوے اشعار ہجو کی تکمیل کے بعد فصل چہارم در طبقات اربع سلوک عجم بر سبیل اجمال معہ وقفہ حکمرانی۔ یہ ایک جدول ہے۔

نام بادشاہ اسامی پدران لقبہائی ایشان اسامی ابنیا وحکما مدت پادشاہی مواضع دفن سیرت طبیعت وآثار۔

ایک دوسری جدول میں کیانی سلاطین کی تفصیلات بالکل اسی طرز اور ان ہی سرخیوں کے تحت۔

(طبقۂ سوم) اشکانیاں۔ (طبقۂ چہارم) ساسانیاں پھر خاتمہ درذکرِ سلطان محمود کہ ایں کتاب، بنام او بود''

۶۳۔ منتخباتِ محمد امین خاں تتوی:

۱۲ صفحات، اعلیٰ درجہ کا کاغذ، بلند پایا فنِ خطاطی کا بے مثل شاہکار محمد امین محمد خاں الشریف التتوی یا خاشع ۱۰۱۳ء نے اپنی تسکینِ طبع کے لئے مندرجہ ذیل نوادر جمع کیے ہیں۔

ترکِ افیون کی ترکیب (۲) خاشع کا کلام (۳) نصیحت نامہ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم، عمادفقیہ۔ سبحانی فردوسی، عبداللہ انصاری، اخوند سبحانی، موسوی خاں۔ کاتب نے نستعلیق کے علاوہ اپنی نسخ نویسی کا بھی ایک شاہکار رکھا ہے نہایت اعلیٰ درجہ کا قدیم

کاغذ مجدول طلائی و شنجرفی۔

۶۴۔رسالہ علمِ فراست

خط کا مضموں بھانپ جاتے ہیں لفافہ دیکھ کر

یہ ایک عام مصرعہ ہے لیکن اس کا اطلاق دراصل ان بزرگوں پر ہوتا ہے جو اپنی روشن ضمیری یا اس موضوع پر متعدد روشن ضمیر حضرات کے نگارشات کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ کسی انسان کی ظاہری شکل وصورت دیکھ کر اس کے مضمراتِ قلبی یا عادات واطوار وغیرہ کا اگر کوئی شخص تیس چالیس فیصد بھی صحیح حکم لگا دے تو بڑی بات ہے۔

پیشِ نظر ۱۲۰ صفحات کا ایک کرم خوردہ مخطوطہ اسی موضوع پر پیش نظر ہے۔ متقدمین نے اسے ایک مستقل برانچ سائنس ہی کی سمجھ کر اس پر وقت وانرجی صرف کی ہے اور اسے فراست کے نام سے نوازا ہے۔ زیرِ نظر مخطوطے میں اس کو علوظنی میں شمار نہیں کیا بلکہ تجربات ومشاہدات کی ٹھوس بنیادوں پر ایک اہم شعبۂ علم وحکمت ثابت کیا ہے۔

درفراست کم تجربہ کردہ اند ہر دو علم تعلق بہمیں اسباب و علامات دارد چنانکہ طبیبِ حاذق شخصی رابیند کہ سربینی باریک ورخسار ہائے زرد وگردن باریک وچہار سولاغر ودوم گرفتہ بداند کہ مستعد بیماری شش مت۔

ایک اور دلچسپ حقیقت سنیے۔

”وقتی بادشاہی چابک دستی را...... ایک ہوشیار مصور سے کہا مری تصویر بنا کر اقلیمون حکیم کے پاس لے جا“ جب یہ تصویر اقلیمون حکیم نے دیکھی تو کہا ”بصورت مرد بزرگ وجبارست امابزنان فاحشہ میل دارد“ ملازم کو یہ بات ناگوار

گزری اس کی دیکھتی آنکھوں کو شاہ ''درزہد وتقویٰ معروفست'' زاہد و متقی تھا۔

بارے ملازم نے حکیم اقلیموں کی ریڈنگ شاہ سے بیان کر دی۔ شاہ اسی وقت سوار ہو کر اس مرد درویش کی خدمت میں پہنچا اور اظہارِ عقیدت کیا۔ پھر اپنے ایلچی کو بتایا ''مردِ بزرگ نے بالکل سچ کہا میں نے ذاتی ریاضت و محنت کے ذریعے اپنے آپ کو ''زنانِ فاحشہ'' سے بچایا ہے۔

مولف نے اکیس ابواب میں انسان کے تمام اعضا و جوارح کی ساخت کی مناسبت سے عادات و خصائل مزاج و رجحانِ طبع غرض پورے باطن کو کھنگال ڈالا ہے۔ اور ظنی نہیں بلکہ اسے ایک عظیم علمیر انچ ثابت کیا ہے۔ مخطوطہ خاصا کرم خوردہ ہے لیکن ہر اعتبار سے قابلِ قرات وفہم ہے صفحہ ۱۲۰ خوش خط نہ سہی پڑھنے کے قابل ہے۔

خاتمہ کی عبارت

رسالہ در علم فراست رقم بندۂ کم ترین سید عبدالقادر عرف للن ساکن شاہ جہاں پور'' بوقت دو پہر روز بر آمدہ بتاریخ ہشتم ماہ رمضان روز سہ شنبہ ۳ عالمگیری۔

ایک اور تحریر ''بتاریخ سیز دہم، چہار دہم ماہِ مذکور بوقت یک پاس چہار گری روز غلام محی الدین تولد شد

ایک اور تحریر ۱۱۹۶ء مطابق ۳ جلوس عالمگیر

ایک اور بتاریخ بیست و دوم ماہ جمادی الاوّل ذیعقد غلام عزیز الدین برادر خورد غلام محی الدین تولد شد ۴ عالمگیر شاہ زن و مرد ہر دو اطوار و عادات پر نہایت جامع کتاب ہے کرم خوردہ ہونے کے باوجود اچھی طرح پڑھی جاسکتی ہے۔

۶۵۔ خطاطی وخوش نویسی کی مختصر تاریخ:

بقلم مرزا محمد علی خوش نویس منصب دار دیوانی و صیغہ دار دفتر صدر محاسبی ریاست حیدرآباد دکن

نواب میر محبوب علی خاں نظام الملک آصف جاہ (مرحوم) آخری تاجدارِ دکن میر عثمان علی خاں (مرحوم) کے والدِ ماجد غفر اللہ لہٗ کے عہد میں مرزا علی صاحب اساتذہ فن خطاطی میں شمار ہوتے تھے۔ نواب محبوب علی خاں کے چہل سالہ جشنِ حکومت کے موقع پر خطاطی وخوش نویسی کی بھی ایک نمائش منعقد ہوئی تو مرزا صاحب کے ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ نے مشورہ دیا کہ چند قطعات لکھ کر تم بھی نمائش میں رکھو۔ اُن دنوں نواب لیاقت جنگ بہادر اوّل تعلق دار نمائش کے سرپرستِ اعلیٰ تھے انھیں جب معلوم ہوا کہ مرزا صاحب قطعات نمائش میں رکھ رہے ہیں تو انھوں نے فرمائش کی کہ خطاطوں اور خوش نویسوں کا ایک تذکرہ بھی تالیف کر کے اپنے قطعات کے ساتھ نمائش میں رکھو چنانچہ مرزا صاحب نے نواب لیاقت جنگ بہادر کے حسب الارشاد زیرِ نظر تذکرۂ خوش نویساں تالیف کر کے نمائش میں رکھا۔

اس تالیف میں مرزا صاحب نے تذکرہ تو نثر میں لکھا لیکن خطاطی وخوش نویسی کی ٹیکنیک اور فنی تفصیلات نظم میں بیان کی ہیں اس کے معنی یہ ہوئے ہیں کہ مولف کو نہ صرف فن خوش نویسی کے نکات پر عبور کامل حاصل تھا بلکہ وہ میدانِ نظم وشعر کے بھی اور وہ بھی فارسی زبان میں اچھے شہسوار تھے اور قادر القلم والفن تھے۔ زیرِ نظر مکتوبہ مولف کا اپنا قلم نہیں بلکہ آخر میں ان کے صاحبزادے کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کسی مرزا فتح علی ابن مرزا محمد علی کی ہے ۱۳۵۰ فصلی ۱۴ بہمن تاریخ کتابت۔

پہلے صفحے پر میر عثمان علی خاں والی دکن کا ایک پنسل اسکیچ بھی پیش کیا ہے جو

خاصہ ماہرانہ ہے۔ صفحات ۳۴ فل اسکیپ سائز۔

۶۶۔ اسرارِ خط:

تالیف بابا شاہ اصفہانی، حکیم محمود علی خاں ماہر نے خطاطی پر ایک سے زیادہ قابلِ قدر کارنامے یادگار چھوڑے ہیں انہوں نے میر عماد قزوینی کے متعلق تو لکھا ہے کہ نستعلیق میں امام فن ہیں۔ اصفہان میں بابا شاہ اصفہانی کی شاگردی کی...... الخ لیکن افسوس کہ عماد جیسے استاد فن کے ''استاد'' کا کوئی تعارف پیش نہیں کیا۔ لیکن اس گمنامی کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شاہ عباس فن کا قدر دان نہ تھا اس ظالم نے جب عماد جیسے تاجدارِ فن خطاطی کی ناقدری کی اور موت کے گھاٹ اتار دیا تو بے چارے بابا اصفہانی کس گنتی میں آتے اور ان کی تخلیقات یقیناً ناقدری کی بھینٹ چڑھ گئیں۔ زیرِ نظر مخطوطہ شاید اپنے قد و قامت کی کوتاہی و اختصار کے طفیل کسی قدر دان کی جیب میں پڑا رہ گیا ہوگا۔ بھلا جو میر عماد امام الفن کا استاد ہو اس کی تحریر اگر خود نہ بولے تو بات ہی کیا ہوئی۔ صفحۂ قرطاس پر نظر ڈالتے آنکھوں میں نور آتا ہے۔ موتیوں کی لڑیاں سلیقہ سے چنی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ بابا شاہ کے اس رسالہ کا ذکر کسی لائبریری کے کیٹلاگ میں نہیں ملتا اس اعتبار سے یہ دنیا بھر میں واحد کاپی ہے۔

میر عماد کے قتل کی تاریخ ۹۶۰ ہے اس اعتبار سے اپنے بابا شاہ بھی دسویں صدی ہجری کے اہلِ قلم میں شمار کئے جائیں گے۔

کلامِ علیؑ کی تشریح تیغوں کی چھاؤں میں اور زبانوں پر مہروں کی حالت میں ہم تک پہنچا دینا سرفروشی کی عظیم ترین جرأت لیکن جہاں سلاطین کے لطف و کرم کی موجیں اہلِ قلم کے قدموں میں لوٹ رہی ہوں، بذل و عطا کے طوفان امنڈ رہے

ہوں وہاں لکھنے والے کے قلم کی روانی، طبیعت کی جولانی، ذہن کی رسائی، فکر کا عمق، غوامص ونکات کی توضیح وتشریح اور آزادیِ اظہار کی نعمت کیا کیا گل نہ کھلائے گی۔

عادل شاہی ونظام شاہی وہ مخلص اور راسخ العقیدہ شیعہ حکومتیں تھیں جن کی دشمنی اور محض دشمنی میں حضرت اورنگ زیب عالمگیر شہنشاہِ ہند نے پورے ہندوستان کے دروازے غیر مسلموں کے لئے کھول دیئے اور مسلم اقتدار کا بند ایسا ٹوٹا کہ پھر کوئی نہ باندھ سکا۔ ایسے سازگار ماحول میں علامہ دہدار کے قلم کی طوفانی موجیں دیدنی شنیدنی اور درسِ عبرت ہیں۔

کسی کتب خانہ کی فہرست میں اس عنقا صفت تحفہ کا ذکر نہیں ملتا۔ جستہ جستہ حواشی کا انداز اور متن کا قلم غمازی کرتا ہے کہ شاید مصنفِ علام کا اپنا ہی قلم ہو۔ فن خفی کا بہترین نمونہ ہے۔ کاغذ نگین جو صرف درجۂ اوّل کے مخطوطات میں استعمال ہوا کرتا تھا نہایت خوبصورت چھوٹا سائز۳۰ _ ۶ انچ۔ خاتمہ ممدوح کے ذوقِ سخنوری کی ایک جھلک ہے۔ صفحات ۱۵۶۔

۶۷۔ مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا مکتوبِ گرامی

حضرت مالک اشتر کے نام جو آپ کے قریب ترین جاں نثار دوست تھے چھوٹا سائز کل پانچ صفحات قدیم الکتابہ۔

۶۸۔ نعمت اللہ:

کوئی صوفی بزرگ ہیں اپنا تعارف کراتے ہیں

نعمتہ اللہ ام وزِ آل رسول، محرم عارفان ربانی، قرۃ العین میر عبداللہ ”نور دیدہ ماست کو قلم زد کر کے حاشیہ پر میر عبداللہ لکھا گیا ہے“ مرشد وقت پیر روحانی، پدر او

محمد اں سید، کہ نبواش پیچ روشانی، مار سلطان اولیائے کے جہاں، میر عبداللہ ست نادانی، پیر کامل کمال الدین یحیٰ، سید مسلم مسلمانی، پدرش ہاشم ست وجد موسیٰ، مادرش شاہزادہ مسا، دیگراں جعفر خجستہ لقا، روح محض ولطیف...... سید صالحاں صالح بود، جمع می بود...... میر حاتم کہ پیش ہمت او، مختصر بود عالم...... باز سید علی عالی قدر، کان احسان و بحر عرفانی، آں براہیم روح می بخشد نفش در کہ بخندانی بادشاہ مما لک دانش، بود سید علی...... میر محمد کہ بندگان درش، در جہاں یافتند سلطانے، شاہ سادات سید اسماعیل، آفتاب سپہر سبحانے، میر عبداللہ آنکہ روح الامین، گفتہ او راکہ جملہ راجانی۔

اب جن بزرگوں کو نسبت ناموں پر عبور ہے وہ شاید ان کڑیوں کو جوڑ کر کوئی سلسلہ مکمل کر سکیں۔

آگے چل کر ایک اور بزرگ ''نوراللہ'' کے لئے فرماتے ہیں۔ عاشقم برروی نوراللہ خود والہم بربوئے نوراللہ خود (آٹھ اشعار) اپنے متعلق یا غلط فہمی ہے یا واقعی کسی بلند مقام پر فائض تھے

ہمچومی کجا بود درہمہ جہاں دگر
یانعمتہ اللہ رسید انجائی کہ سخن رامجال نیستد گر

ظاہری اعتبار سے پوری کتاب کرم خوردہ ہے۔ ممکن ہے خود نوشت ہو کہ بد خط ہے اور جملہ ۱۰۸ صفحات ہیں کتابی سائز۔

۶۹۔ بیاض (منظومات شعرا)

یہ ایک ایسی صنفِ کتاب ہے کہ اس میں نہ نظم ونثر کی قید ہے نہ موضوع وزبان

کی پابندی ہے لیکن عام طور پر ایک ہینڈ بک ہوتی ہے جسے کوئی اپنی پسندیدہ نظمیں یا اشعار یا دیگر یادداشتیں محفوظ کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔

پیشِ نظر ایک نہایت چھوٹے سائز یعنی ۶ انچ اور دو انچ کے سائز پر مختلف شعرا کا پسندیدہ کلام محفوظ کیا ہے مصحفی، ۲۔ سرور، ۳۔ استاد، ۴۔ نواب آصف الدولہ بہادر، ۵۔ ایک دلچسپ ترین مصرع زندگی اب گلے پڑی اس کی میں کیا دوا کروں ناسخ، ۶۔ ضیا الدین، ۸۔ انشاء، نظیر، کسی بندہ اللہ نے جو قسموں کا ڈھیر لگایا ہے اپنی آپ مثال ہے۔

ایک نظم کا عنوان ''مولف'' ہے اس کے مقطع میں ''سرور'' تخلص صرف کیا ہے چالوں سے چرخ کی یہ مرا عزم ہے سرور، اس سرزمیں پہ جاؤں جہاں آسماں نہیں، سوز، میر، نصیر، از قصہ جانِ عالم لراقمہ۔ ۱۰۲ صفحات پر مشتمل نہایت خوشخط۔

۷۰۔ (الف) اردو تراجم، سلم العلوم:

سُلّم: منطق کی مشہور کتاب ہے جس کے مولف قاضی محب اللہ بہاری۔

(ب) مختصر المعانے: عہد عالمگیر میں لکھنو اور حیدر آباد دکن کی قضاۃ پر سرفراز رہے۔ (ج) شرحِ قصائدِ امراء القیس: پھر شاہزادہ معظم کی اتالیقی اور معظم شاہی دور میں فاضل خاں کے خطاب اور صدارت کل ہند پر فائز ہوئے۔ ۱۱۱۹ء میں وفات پائی۔

مختصر المعانی:۔ علامہ تفتازانی متوفی ۷۹۲ء کی تالیف ہے۔

امراء القیس:۔ یہ تینوں کتابیں عربی درسیات میں شامل تھیں۔

مولوی عون الدین نے زمانہ طالب علمی میں یہ تینوں تراجم ایک ہی جلد میں محفوظ کیے ان ہی کے اتباع میں محمود حسین صاحب نے بھی ایک جلد میں بہ زمانہ

طالبِ علمی ہی محفوظ کیا ہے یہ کارنامہ ۱۳۱۰ء حیدر آباد دکن کا ہے۔

۷۱۔ بیاض منظوم:

آغازِ ہی میں صاحب بیاض نے خود یہ تعارف پیش کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: این بیاض غزل وریختہ ورباعی ومثنویات وابیات و فردیات وشعرہا وغیرہ ب بسیار اندو وایں بیاض ملک شیخ امیر علے ولد کرم علی صاحب ونوشتن ایں آغاز کردہ شد بتاریخ چہارم شہر شوال ۱۲۶۵ ہجری بروز پنج شنبہ بوقت عصر صورت تحریر نمودہ شد۔

ایسا کھ دے سودا تو سر رہے یا سر جا
ایک فرنگ کا کعبہ یارو اللہ کرے گر جا

لیکن یہ عبارت صفحہء خاتم کی ہے بیاض کا آغاز دوسرے رخ سے ہوا ہے اور یہاں غنیؔ کی فارسی میں ہے۔

بیاد قصدِ جانِ عاشقاں کن   کماں رازہ کن وزہ راکماں کن

دوسرا شعر نظیری کا تیسرا بیدلؔ کا پانچواں جلال الدین اکبر شاہ۔ یہ جنسِ نایاب ہے اس لئے ملاحظہ ہو۔

من بنگ نمی خورم میارید
من چنگ نمی زنم نیارید

اب جو سلسلہ چلا تو۔ ''لاادری''، بیدلؔ، امیرؔ، صائبؔ، علیؔ، عرفیؔ، بدر، چاچیؔ۔

۷۲۔ بدر چاچ

کی حد تک اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ آج بھی اس کے کلام کو سمجھنے اور تشریح

کرنے والا دنیائے فارسی، فارسی ادب میں دوچار ہی ہوں گے۔ یہ ''محمد شاہ تغلق'' کا درباری شاعر تھا وہ محمد شاہ تغلق جسے خواجہ نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ نے خوش ہو کر بے ساختہ فرمایا تھا محمد! سلطنت تبو کشیدیم'' اور باپ نے خواجہ صاحب کی کشش کا امتحان کرنے کے لئے ''محمد'' سے کہا ''برخوردار تم دکن کی طرف ذرا اپنی تیغ کے جوہر دکھاؤ'' دکن میں محمد شاہ تغلق کے کارنامے دیکھنا ہوں تو سفرنامہ ابن بطوطہ دیکھئے۔ بدر چاچ سندھ کی چھاچھی قوم کا وہ مایہ ناز سپوت تھا کہ اس کے کلام کو آج بھی غیر ایرانی فارسی دانوں کا کیا ذکر ایرانی بھی بدر چاچ کو سمجھنے میں ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ رام پور کے ایک بزرگ نے ان قصائد کی شرح لکھی ہے جواب نایاب ہے۔

بیاض کے باقی حصہ میں ''گلٹ یعنی ملمع کے پانی بنانے کی ترکیب'' بھی ہے۔

ایک سے زائد پنجابی نوحے بھی ہیں فارسی بھی۔ عربی و ہندی بھی۔ جملہ ۱۳۲ صفحات جس میں بلا قید و بند سب اصناف سخن کو جمع کر دیا سید مولانا روم، ابن حسام الدین کا ایک حزنیہ بہت طویل ہے۔ بروز بہ بینی بدست پیغمبر، کلید گنج شفاعت بخوں بہائے حسینؑ نالاں کی کچھ غزلیں بھی ہیں۔ ملنگ شاہ کی غزلیں بھی ہیں۔

۷۳۔ دعا دافعِ پلیگ:

اکثر دیکھنے میں آیا کہ ہندوستان کے کسی شہر یا قصبہ میں جب کبھی کوئی مہلک اور جان لیوا وبا از قسم پلیگ عوامی سطح پر قصبہ یا علاقہ پر تسلط حاصل کر لیتی ہے تو دو چار اموات کے بعد ہی اس دعا کو پڑھتے ہوئے اجتماعی طور پر ہم نے خود اپنی آنکھوں سے بلاؤں کو رد ہوتے دیکھا ہے۔ آبادی کے سب لوگ سر و پا برہنہ آبادی سے باہر جا کر نماز پڑھ کر دعائیں مانگا کرتے تھے اور بیماری سے نجات مل

جایا کرتی تھی۔

۴۷۔ظہوریؔ، ملاجلال جامیؔ، قدسیؔ، فیضیؔ، شاہ طاہرؔ دکنی، نظامؔ استر آبادی

صفحۂ اوّل پر مہر میر نثار علی ولد فرمان علی دوسری مہر میں بی بی شاہ ۱۰۱۴ء صاف پڑھا جاتا ہے البتہ دھندلا گیا ہے۔ایک عجیب وظیفہ جس کا ورد ہے ''بے طعام اور اقوت بیغز اہد'' قدسیؔ کا قصیدہ پھر اسی سلسلہ میں فیضیؔ۔یعنی ۲۳ ویں شعر پر

بخاک حریم درت روح قدسی

اور تسلسل قائم رکھتے ہوئے پانچویں شعر

بہمن ولایت و پیوستہ فیضی

معظم خرامد مکرم نشیند

مزید اشعار پھر شاہ طاہرؔ دکنی کا ایک قصیدہ جس کی اٹھان پر شاہ طاہر کو اکثر تذکرہ نویسوں نے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ملاحظہ ہو،محمل مہر چو آید بشبستانِ حمل، لالہ فانوس برافروز دو نرگس مشعل۔یہ چونسٹھ اشعار کا قصیدہ ہے۔دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ فارسی اہل زبان اور طاہرؔ دکنی پردیسی ہندوستانی لیکن زبان پر قدرت کا یہ عالم ہے کہ کوئی بدیسی نہیں کہہ سکتا۔اس کے بعد نظامؔ استر آبادی

شب قضا از ماہ نو کشتی در آب انداختہ

لیکن مقطع کے بغیر اڑتیس شعر کے بعد ایک اور قصیدہ بغیر کسی عنوان کے شروع ہو جاتا ہے۔

در روشِ حسن و ناز بت بسئی خوشنوا

غمزہ بطرز ستم عشوہ بہ رنگ جفا

یہ ۳۳ اشعار ہیں ان میں بھی شاعر نے کہیں تخلص صرف نہیں کیا پھر بغیر کسی

عنوان کے

من آں برہمن بت قبلہ ام کہ می مالم
بجائے صندلِ تر خونِ دل بہ پیشانی

- - - - - -

تواں بتی کہ ہیچ برہمن بمیکدہ
بت راند اشت دوست چنانی کہ من ترا

(اس شعر میں میکدہ کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے اصل لفظ ''بتکدہ'' ہونا چاہئے) اس طرح سلسلۂ کلام مزید چار صفحات تک گیا ہے۔ بیاض کا سائز ایک فٹ اور آٹھ انچ، نہایت خوشخط یعنی نظام کی وضاحت کے بعد چھ صفحات مزید آخر میں ایک شعر میں سعدی تخلص بھی ہے۔

آتشی در دلِ سعدی بہ محبت زدۂ
دود آنست کی وقتی بزباں میگزرد

کاتب اعلیٰ درجہ کا خطاط ہے۔

۷۵۔ فن خوش نویسی کی ٹیکنیک از میر علی الکاتب

میر علی نہ صرف اپنے دور کے بلکہ دنیائے خطاطی وخوش نویسی کے آقائے فن سمجھے جاتے ہیں نستعلیق اندازِ قلم میں تو وہ سلطان الخطاطین کہلاتے تھے۔ ان کا نسخ تحریر کا انداز بھی بے مثل ہے لیکن نسخ اور نستعلیق کے امتزاج سے جس چیز نے جنم لیا وہ دنیائے فن کی آج بھی حسین ترین اولاد ہے۔ نستعلیق کے حسن و جمال اور شباب نے ماں باپ کو کونے میں بٹھا دیا۔ میر علی کی نستعلیق نگارش۔

کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے تیر نیم کش کو

کسی بھی فن کی ٹیکنیک کو نظم میں بیان کرنا بہت مشکل ہے لیکن آسانی سے یاد

کرنے کی خاطر مولف نے یہ زحمت بھی برداشت کی ہے۔ میر علی الکاتب کا شمار قدما میں ہے اور انھیں زین الدین محمود ابریشمی کا شاگرد بتایا گیا ہے اور اس سلسلۂ تلمذ کو خواجہ عبدالحیٔ اور خواجہ جہاں تک بتلایا گیا ہے۔

۷۶۔ شہادت نامہ: (از: ولی دکنی)

کربلا نے مشرقی دنیا کے ادب میں اظہارِ حزن ملال کے انداز واطوار کو متعدد اصطلاحات عطا کیں حزنیہ ایک جامع لفظ ہے جس کے ذیل میں نوحہ، مرثیہ، شہادت نامہ وغیرہ مختلف اصنافِ سخن آجاتی ہیں۔آبائے اردو زبان میں گنے جاتے ہیں۔ان کے کلام کی دوسری اصناف آسانی سے مل جاتی ہیں اور ناقدین ِادب اردو نے ڈھونڈ کر ان کی مختلف تخلیقات پر کافی خامہ فرسائی کی ہے لیکن شہادت نامہ کے نام سے زیرِ نظر مخطوطہ ایک نایاب وکمیاب کاوشِ قلم ہے۔

تحریر کے اعتبار سے خطاط اپنے دور کے یقیناً ماہرین میں گنا جاتا ہوگا اس لیے کہ گلکاری میں سادگی کے ساتھ ساتھ خاصی نزاکت اور حذاقتِ فن کا مظاہرہ کیا ہے۔پتّیوں کی نوکوں میں باریکی کی آخری حد تک حفاظت کی گئی ہے رنگ بھی پختہ ہیں، طلاکاری کی عدم موجودگی اس بات کی غماز ہے کہ کسی صاحب ثروت کی نذر وخوشنودی کے لئے نہیں بلکہ شاید صرف اپنے ہی حلقہ کی پسند وناپسند پیشِ نظر تھی۔ناقص الطّرفین ہونے کے باوجود ۶۴ صفحات اور ہر صفحہ پر اوسطاً چودہ اشعار ہیں یعنی ۸۶۴ مکمل تعداد یقیناً ۱۰۰۰ سے زیادہ ہی ہوگی۔

۷۷۔ راگ نگری:

یا تو کوئی حکیم صاحب راگ رنگ کے استاد وشوقین تھے یا پھر کوئی موسیقی داں

صاحبِ ذوق تھے جنھوں نے گیت، راگ کلیاں، دوہرہ، راگ کافی، راگ بھاگ، راگ راما، راگ بدہائے، آتم رام بہرم سہہ ہرو، نرمل آنند، راگ سورٹھہ، راگ ہوری، راگ گوری، راگ بھیروں، نارائن نرنجی پراکار، پرم دیال سری اتم لال، راگ جنگلا، میری سدھ لیجیے آتم لال، رب دادہاک میں میرا، راگ درگاہی صاحب، راگ سرور، راگ بسنت، راگ آرتی، بھگت جوگ سین، اتم ملہابرہمن، ست کور صاحب۔

اس سے قطعِ نظر، نسخہ سافہ اندمال قضیب، نسخہ سوف برائے حرارت، نسخہ شربت، نسخہ سفوف، نسخہ معجون برائے باہ، نسخہ امساک، حجم حالانکہ صرف ۱۴ اصفحات ہے۔تحریر منشیا صاف وواضح ہے۔

۷۸۔ فالنامۂ سعدی:

''پیراں نمی پرند مریداں می پرانند'' مشہور مقولہ ہے خواجہ حافظؒ تو لسان الغیب مشہور ہیں لیکن مریدوں نے چچا سعدی کو بھی جناب حافظؒ کے برابر لا بٹھایا ہے لیکن حافظؒ سے تفاول بہت آسان ہے جبکہ سعدی کے گرد ایک بھول بھلیاں ہے کہیں صراحت نہیں کی گئی کہ تفاول کیسے ہو۔ایک جدول دو دائرے نتائج کی تفصیلات تو موجود ہیں لیکن طریقۂ کار کی وضاحت نہیں یہ ایک معمہ ہی ہے۔

آخر میں ۱۲۷۳ء سے لے کر ۱۲۹۷ء تک کے مرحومین کی تاریخ ہائے وفات کو ریکارڈ کیا ہے لیکن سب کچھ ہے معمہ۔آخر میں ایصالِ ثواب مرحومین کا ایک خاص انداز جو صرف جھمپیر (سندھ) کے ایک مہاجر خانوادے میں محرم کے ایام میں آج تک رائج ہے۔ایک منظومہ بزرگوں کے نام کا نہایت دلچسپ ہے جو زبانی پڑھا جاتا ہے۔

۷۹۔ مجموعۂ منظومات:

اسیر، چنداں، شاہ تجلی، آصف الدولہ، بے تاب، بے نظیر، غنی، نظیری، بیدل، اکبر بادشاہ، سوز، ملنگ شاہ، نالاں، احسان، جامی، سعدی، نور جہاں، نبیرۂ مولانا روم ابن حسام الدین، شروع میں ایک فال نامہ حضرت شیخ سعدی شیرازی سے منسوب ہے۔ عربی، فارسی، ہندی، پنجابی اور ہندوستان میں بولی اور سمجھی جانے والی تقریباً سب ہی زبانوں کا کلام کسی شوقین نے جمع کیا ہے۔ نوحہ، مرثیہ، دوحا، نظم، غزل، قطعہ، رباعی، واسوخت، مجرا، فردیات، فارسی میں نظیری، عرفی، بدر چاچ، چاچی، صائب، بیدل، ظہوری۔

بدر چاچ (چھاچھی) سندھی قوم کا ایک فرد تھا۔ اس کی قابلیت و مشکل پسندی کا یہ عالم ہے کہ اس کا کلام ایسا پہلو دار ہوتا ہے کہ معمولی سواد کا تو اسے سمجھ ہی نہیں سکتا۔ محمد شاہ تغلق جیسے عظیم شہنشاہ کا پسندیدہ شاعر تھا۔ مشکل ہونے کی وجہ سے اب تقریباً ناپید ہے۔

بیاض کے آغاز ہی میں جامع بیاض لکھتا ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مضامین بیاضِ غزل و ریختہ و رباعی و مثنوی و ابیات و فردیات و شعرہا وغیرہ بسیار اند و این بیاض ملک شیخ امیر علی ولد کرم علی صاحب و نوشتن ایں آغاز کردہ شد بتاریخ چہارم شہر شوال المکرم ۱۲۶۵ء بروز پنج شنبہ بوقت عصر صورت تحریر نمود

ایسا کہہ دے سودا تو سر رہے یا سر جا
اہل فرنگ کا کعبہ یارو اللہ گرجا

مولانا روم کے نواسہ کی سخن سنجی کا ذکر کسی تذکرہ نگار نے نہیں کیا کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ بہت حساس طبیعت پائی تھی پہلا شعر دیکھئے۔

بروز حشر بہ بینی بدستِ پیغمبر
کلیدِ گنجِ شفاعت بہ خوں بہائے حسین

ایک جگہ گلٹ یعنی ملمع کے پانی بنانے کی ترکیب۔ سکندر ہندی زبان میں خوب کہتا ہے۔

یا حیدر تم ساقی کوثر چلوا پنیا پیک پلاؤ
تس کے مارے بہو تہاری ترس رہی ہے پیاس بجھاؤ

چھ انچ تین انچ سائز میں ۱۳۲ صفحات ہیں، قلم اعلیٰ درجہ کا خطاط نہ سہی خوش قلم ہے (۱۹ شعرا کا کلام ہے)

۸۰۔ اشراق النیّرین

خواجہ محمد دہدار:۔ خواجہ صاحب کے والدِ ماجد کا اسمِ گرامی ابو محمد محمود تھا اور وہ عیانیؔ تخلص کرتے تھے۔ (۱) کواکب الثواقبہ (۲) شرحِ خطبۃ البیان۔ آپ کی دو زیادہ مشہور و معروف تصانیف ہیں ان کے علاوہ زیرِ نظر مخطوطہ "اشراق النیرین" بھی آپ ہی کے افاداتِ قلم ہیں۔ موصوف شاہ فتح اللہ شیرازی کے شاگرد اور شیخ حسن نجفی کے عقیدت مندوں میں تھے۔

سلطان عادل شاہ کے عہد میں دکن آئے پھر احمد نگر پہنچ کر نظام شاہی دربار میں دیوانیؔ کی خدمت پر سرفراز ہوئے۔ عمر کے آخری حصہ میں ترکِ علایقِ دنیا کر کے سورت چلے گئے اور ۶۹ سال کی عمر میں وہیں انتقال کیا۔ یہ ۱۰۱۶ء کا زمانہ تھا۔

ان کی ایک اور تصنیف کا ذکر "الف الانسانیہ" کے نام سے فہرستِ آستانہ قدس رضویہ مشہد مقدس میں ہے۔ زیرِ نظر رسالہ اشراق النیرین (ایک اشراق دو نیرّ) عرفان و تصوف و سلوک کہ در عفوا یک اشراق و دو نیر صورت گرفتہ۔

نیّر اول۔ دراظہار شمہ از تطابق نسخہَ انسانی بانسخہ وجود۔

نیزِ ثانی دراشعار متولد ثانی۔

۸۱۔ اسرار التوحید:

میر سید شریف: علامہ بزمانہ، فاضلِ یگانہ، مشہور ومعروف شخصیت ہیں۔ تمام فنونِ عقلیہ اور جملہ علومِ نقلیہ میں اعلیٰ واکمل، مسلم الثبوت بزرگ ہیں۔ تحریر و تقریر و بحث و جدال میں خاص ملکہ رکھتے تھے۔ شعبان ۷۴۰ھ میں جرجان میں پیدا ہوئے۔ طفولیت ہی کے دور میں عربی زبان دانی میں مہارت حاصل کرلی ان ہی دنوں ''وافیہ شرح کافیہ'' کا حاشیہ بھی تالیف کیا۔

ہرات پہنچ کر علاقہ قطب الدین رازی سے ان کی بعض تصنیفات۔ شرحِ شمسہ شرح المطالع وغیرہ پڑھنے کا قصد کیا۔ علامہ نے ان کی ذکاوت وفطانت اور اپنی کبرسنی کی وجہ سے اپنے تلمیذِ خاص ملا مبارک شاہ منطقی مقیم مصر کے پاس بھیج دیا وہ مصر میں مدرّس تھے اس لئے سید شریف نے مصر پہنچ کر ان سے اکتسابِ فیض کیا۔ تصوف میں خواجہ علاءُالدین العطار بخاری سے تعلقِ خاص رہا۔ تحصیلِ علم کے بعد کے علم وفضل کی شہرت ہر طرف پھیل گئی۔

جب شیراز پر امیر تیمور علیہ الرّحمہ کا قبضہ ہوا تو علامہ کو اعزازِ شاہانہ کے ساتھ سمر قند میں قیام کا موقع ملتا تھا۔ انھیں امیر تیمور کی مجالس کے صدر الصدور علامہ تفتازانی سے اکثر مناظرات ومباحثات کا موقع ملتا تھا۔ امیر تیمور کی نظر میں سید شریف کا علمی مرتبہ بھی علامہ تفتازانی سے کم نہ تھا۔ ۷۹۱ھ میں کسی خاص مسئلہ پر دونوں میں مباحثہ ہوا اس مجلس کے جج علامہ نعمان الدین خوارزمی تھے انہوں نے سید شریف کے قول کو راجح اور غالب قرار دیا۔ اس فتح کی شہرت عوام وخواص

میں اس انداز سے ہوئی کہ وہ توہین برداشت نہ کرسکے اور دوسرے ہی سال ۷۹۲ھ میں اللہ کو پیارے ہوئے خود علامہ سیّد شریف کو بھی اس کا انتہائی صدمہ ہوا۔ سیّد شریف امیر تیمور کی رحلت کے بعد شیراز واپس آگئے یہاں شاہ شجاع بادشاہ عربی حافظ شیرازی نے میر شریف کو دارالشفا شیراز کا پرنسپل مقرر کردیا۔ ۶ ربیع الاوّل ۸۱۶ھ شیراز میں وفات پائی۔ ان کے تلامذہ میں علامہ فخر الدین العجم، سیّد علی العجمی، فتح اللہ شروانی وغیرہ نے خاص شہرت حاصل کی۔ آپ کے رشحاتِ قلم پچاس سے زیادہ بتائے جاتے ہیں زیرِ نظر مخطوطہ بھی قدرت خفی قلم کا شاہکار ہے۔

۸۲۔ رسالہ فخریہ:

قطب الواصلین علامہ سید نعمت اللہ کونپانی۔ یہ ایک بہت ہی مختصر رسالہ ہے جس کی بنیاد ''الفقر فخری'' پر ہے۔ فقر کو دنیا مال ومنال واسباب تعیش وراحت کی عدم موجودگی سمجھتی ہے حالانکہ ''الفقر لا یحتاج الی شی'' کا نام ہے اور یہ مرتبہ کہ بشریت سے بہت بلند ہے ظاہر ہے کہ افلاس، بے زری اور دنیاوی طمطراق کا فقدان ''الفقر فخری'' کا مصداق نہیں ہوسکتا۔ ایک اچھوتا انداز، انوکھا نقطۂ نظر اور نوٹ بک سائز میں صرف دو صفحے۔ نہایت خوش خط خفی قلم۔

۸۳۔ رسالہ توحید:

علامہ سعید الدین کاشغری۔ علامہ کی ایک تصنیف ''منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدیٰ'' کے ذیل میں حافظ احمد علی خاں ناظم کتب خانہ رام پور کا بیان ہے کہ فقہ کے میدان میں علامہ کے معتبر ومقبول ہونے کے باوجود اہل تاریخ نے مصنف

کے ترجمہ کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور تعجب ہے کہ شارحین نے بھی مصنف کو گوشۂ گمنامی میں چھوڑ دیا۔ حالانکہ عربی نصاب اس کی تعلیم سے خالی نہیں اور بڑے بڑے فضلا نے ایجاز واطناب کے ساتھ متعدد شرحیں لکھیں اس سے واضح ہوتا ہے کہ زیرِ نظر مخطوطہ آج تک کسی کی نظر سے نہیں گذرا۔

کتب خانۂ آستانۂ قدس رضویہ کی فہرست میں ''رسالہ در توحید'' کے عنوان سے تین رسائل کا ذکر ہے ان میں دو تو علامہ دہدار کے ہیں تیسرے مصنف کا کوئی پتہ آستانۂ قدس والوں کو بھی نہیں ملا۔ آغازِ کلام کی عبارت زیرِ نظر مخطوطہ سے مختلف ہے یعنی موجودہ نسخہ آستانۂ قدس رضویہ میں بھی موجود نہیں۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کیا بے جا ہے۔ نایاب ترین فی الارض تحفہ ہے۔

توحید کے موضوع پر میر شریف اور علامہ کاشغری کا تقابلی مطالعہ ایک عجیب چیز ہوگی۔

۸۴۔ مجموعۂ مناقب:

چھ اساتذۂ متقدمین کو کسی جگہ جمع کیا ہے (۱) ابنِ حسام متوفی ۸۷۵ھ (۲) مرزا جانی خاکی (بے نقط بحر طویل) معاصر شاہ طہماسپ ماضی (۳) مولانا حسن کاشانی صاحب ہفت بند کاشی (۴) کمال بن غیاث منصور الحسینی ۹۴۸ھ بحر طویل (۵) ملاحسین واعظ کاشفی ۹۰۰ صرف آیات واحادیث (۶) علامہ شیخ بہاء الدین عاملی متوفی ۱۰۳۰ مناجات۔ ناقص الاوّل پھر بھی ۱۰۶ اشعار موجود ہیں جن میں ہر شعر کی تقطیع حاشیہ پر بالالتزام درج کی گئی ہے۔ ہر مصرع میں کم سے کم تین الفاظ شخبرفی ضرور ہیں مرزا جانی خاکی ۱۳۹ اشعار سب بے نقط۔ مولانا کاشی جملہ ۱۰۷۔ اشعار۔ پھر مولانا خاکی بحر طویل جملہ ایک سو ستر اشعار ہیں اس کے بعد کمال بن غیاث یہ بھی بحر طویل ہے ۴۷، اشعار، مولانا حسین واعظ کاشفی ان کے

چودہ اشعار تو مسلسل ہیں لیکن چودھویں کے بعد ہر شعر کے ساتھ ایک آیتِ قرآن۔ کل پچاس اشعار اسی انداز پر ہیں۔ اس کے بعد شیخ بہاؤ الدّین عاملی کا قصیدہ اور ایک اور قصیدہ جو چودھویں شعر پر نامکمل رہ گیا۔ کاتب نے ''مزاج عنبر......'' لکھ کر چھوڑ دیا۔

بہر حال قدیم الکتابہ ہے اور سب ہی متقدمین حاضرِ محفل ہیں۔

۸۵۔ منظومات عآبد:

مخطوطات ۳۱ میں بعض اوقات شاعر کا پتہ لگانا خاصا دشوار مسئلہ ہو جاتا ہے اور جہاں متعدد شعراء کے کلام کا مجموعہ ہو وہاں اس مجموعہ کی اسم نویسی کا تعین قیاسی ہی ہوسکتا ہے۔ زیرِ نظر مخطوطہ میں ایک سے زائد منظومات میں عآبد بطور تخلص

عآبد خستہ حال و شیریں قال

داد ترتیب ہمچو عقد لآ

استعمال ہوا ہے اس لئے عآبد ہی کے رشحات سمجھنا زیادہ قرینِ حقیقت ہوگا گو یقینی نہیں۔

پہلا منظومہ ''قصہء موش و گربہ'' دوسرا منظومہ از کمال اسماعیل یہ گھوڑے کی تعریف میں ۲ نظمیں ہیں۔ تیسری بے وفائیِ زناں: زن گر نہ یکی ہزار باشد، در عہد کم استوار باشد، ہجو کے عنوان سے دو رباعیاں ایک فرد رباعی۔ اے از تو سہ روح و پنج تن گشتہ خجل، در چار ہنر چو چار چیز کامل۔ چوں فرج دہن باز چوں کون کندہ دماغ، چوں کیر زبان دراز چوں خایہ دو دل۔ ایک نظم بے وفائی زناں یہ سب کچھ حاشیہ پر تھا متن میں ''کتابتِ نظم'' کی سرخی کے تحت ۲۷ شعر کی ایک نظم ہے جس کا مطلع مسند آرائے محفل اقبال، رونق افزائے بزم جاہ و جلال اور مقطع۔

سخنی حبذا ابرشتہ نظم، داد ترتیب ہمچو عقد لآل حاشیہ پر ہجو، عورتیست تو پارسا مردیست، کہ ندیدست روئے آتش و دود، نان تو عورتیست مستورہ، کہ رخ خود ہیچکس نہ نمود۔ مزید چار رباعیاں۔ رباعی پر خاصی قدرت ہے اور ہر رنگ میں خوب کہتا ہے

فریاد ازیں زمانۂ بدہمہ چیز دانا ہمہ خوار و بے ہنر جملہ عزیز
سرگشتہ شیدنم بہریک جو انصاف ہر دم درآرزوئے یکندہ تمیر

ایک رباعی میں اپنے ممدوح کا نام بتاتا ہے

موئے سر سبز تو خراں بچرند شکم تودہ تو سگاں بدرند
تو نجس بودۂ بنزدِ خدا بر تو لعنت فرشتگان بکنند
ائے ازرخ تو نور مسلمانی دور ولے از تو محمد و علی ہر دو نفور
نام تو محمد و تو بوجہل اری برعکس نہند نام......الخ

گویا ممدوح یا مربی کا نام ''محمد'' تھا۔ ایک آٹھ اشعار کی نظم میں آخری شعر ہے۔

نزد خاقانی حقیر فقیر
نیک گفتی عبید زا کانا

ایک نہایت دلچسپ و معنی خیز بات یہ ہے کہ ''مناظرۂ بنگ و کوکنار'' کے چھ اشعار کے بعد ''تمۃ'' کے عنوان سے مزید سات شعر کہتا ہے۔

ہرکرا از من اوج پرواز است بر زبان نامِ لعل شہباز است

اس کے بعد درتعریف پالکی۔

ان مندرجات سے یہ نتیجہ اخذ کرنا بے محل نہیں بلکہ یقینی ہے کہ شاعر کا تعلق کسی نہ کسی عنوان سندھ سے تھا۔ شاعر نہایت پرگو ہے لیکن کہیں تخلص کا پتہ نہیں چلتا۔ قدرتِ کلام کا یہ عالم ہے کہ تعریفِ اسپ کے ساتھ ہی ہجواسپ بھی تیار ہے

تعریف شتر کے ساتھ ہی ہجوِ شتر وغیرہ تعریف ملازمیر۔ تعریف شارک (مچھلی) در تعریف مور

درقحطِ گوید:

فشرد انچناں قحط پائے ثبات، کہ نایاب شد نان چو آب حیات، زقحط آتش دیگر انہا بمرد، چہ قحط کہ آتش ازاں جاں نبرد۔ ہر جگہ قدرت کلام کا مظاہرہ کرتا ہے بیک وقت تعریف اسپ، ہجو اسپ تعریف گامیشاں دشتی، تعریف پسر افغان، تعریف پسر تنبولی، تعریف پسر برہمن، تعریف بہلیاں۔ آخر میں اپنے متعلق کہتا ہے۔ یہ آخری نظر بھنگ اور کوکنار (پوست خشخاش) کے درمیان برتری کے موضوع پر ہے مردمان درمیان افتادند، ہر دو را سرزنش دادند بتاریخ ۲۸ رجب ۵۰ عالمگیری۔

۸۶۔ ذخیرۃ الملوک:

حضرت مرشد صمدانی میر سید علی ہمدانی قدس سرہٗ (للمعروف بشاہ ہمدان عہدِ تیموری) فصلی از اقوال حکمت درباب دلائل فراست اوردہ بخاطر فاطر رسید کہ تمام ان بہمان عبارت دریں اوراق مثبت گردد تا حضرات سلاطین رادستور العمل باشید۔

پچھلے زمانوں میں سلاطین وامراء کے دربار میں ماہرینِ نفسیات۔ قیافہ شناس قسم کے افراد ملازمِ دربار رہتے تھے شاہی ملاقات سے قبل انہیں مشورہ دینا ہوتا ہے کہ خواہشمند شاہ کے دربارِ حضوری کے قابل ہے یا نہیں۔

جناب سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ بڑے بلند پایا بزرگ تھے جن کی ''خرق عادت'' کے واقعات اکثر اہلِ کشمیر کی نوکِ زبان ہیں۔ یہ بتیس صفحات کا کتابچہ کرم خوردہ اپنی عمر وقدامت کا خود گواہ ہے۔

۸۷۔ مسلمانوں کی ہندی پسندی:

یہ تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مسلمان برسرِ اقتدار تھے اور دیگر اقوامِ ہند جن کی مادری زبان ہندی تھی محکوم ومغلوب رعایا کی منزل میں مسلم معدلت پسندی کے زیرِ سایہ نہ صرف یہ کہ امن چین سے زندگی گزار رہی تھیں۔

تمہیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندوکش تھا ظالم تھا ستم گر تھا

حالانکہ اس حقیقت کے تاریخی ٹھوس شواہد موجود ہیں کہ برسرحکومت رہتے ہوئے بھی مسلم حکمرانوں اور عمائدینِ وقت نے ہندی زبان وادب سے بھرپور دلچسپی کا عمل جاری رکھا۔ مسلم شعرا کے افکار رسا نے قصیدہ وغزل کی وسیع وعریض پشتوں پرانی بساط لپیٹ کر ہندی کبت، دوہرہ، برہمنی سورٹھ جیسی ٹھیٹھ دیسی ہندی اصنافِ سخن میں بھی اہلِ زبان کے دوش بدوش اپنی فارسی نژاد فکرِ رسا کو مصروفِ تگ وتاز رکھا۔

زیرِ نظر مخطوطہ میں مرزا شکر اللہ کی ''کبت'' کے میدان میں جولانی فکر دیدنی ہے ''کبت مرزا شکر اللہ نوشتہ اند، رات کوہات ادپای مکھار کی، سوت ہے دھر دھیان تہاریو (الخ) ایک اور درہجو خواجہ سرا گفتہ، کھوح مرزا نخوروح سراسر مراب پورب سرک اٹے (الخ)۔

اس قبیل کی سات کبت کے بعد ایک اور صنفِ سخن شروع ہوتی ہے جسے ''برہمنی'' کا نام دیا گیا ہے یہ بھی غالباً چار اشعار تک محدود رہتی ہے۔ نمونہ

سوہے میرد بیر جولے آوی مل پیر
یوں دو منو بیرد مرو برہ بجائے لے (الخ)

ایک اور کبت کا سرنامہ ہے۔

کبت درسرائے انڈل از دلاور خاں مسافر

اجھوں توہ من اجرن ناہیں الخ

اس کے علاوہ اس مخطوطے میں کچھ دوہرے بھی ہیں۔اس کے علاوہ اس میں کچھ قطعاً نامانوس اصطلاحات بھی نظر آتی ہیں مثلاً ''کل کنجتا جھز'' ''دشنکو ۔ ایک ''مرزا ابراہیم سلمہ اللہ'' سے منسوب چونتیس دوہرے ہیں اور سورٹھہ یمی صبغت اللہ سے منسوب ایک برہم لکھا ہے لیکن ترکیب بم ۵۲۰۰ بم = ایک اور ادویہ ۵۲۶۰۸، ۳۰۰۸ یہ گویا رمز واشارے کی زبان ہے۔دوہرہ دال، دوہرہ نواب۔

دوہرہ گفتہ شاہ شجاع، ایک کوئی صنفِ سخن ''پاتے'' بھی ہے جس کے ذیل میں چار شعر خالص مانوس زبان میں ہیں ایک عنوان ''پاوس برہ کبت'' بھی ہے، آیو پہر بھادوں میری برہ جھکوای پون (الخ)۔

ہندو یا ہندی ادبیات میں مسلمانوں کی دلچسپی، ایک دلچسپ تشنہ عنوان ہے جو اہلِ قلم کے لئے دعوت فکر ہے۔

۸۸۔ منشاۃ تاریخی:

شہنشاہ جلال الدین اکبر کے عہد میں جہاں بہت سی بدعنوانیوں نے جنم لیا وہاں خوشامد پرستوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بجائے آغازِ تحریر ''اللہ اکبر'' لکھنے کی رسم نو ایجاد کی۔

زیرِ نظر مخطوطہ کچھ متفرق غیر مربوط مختلف تاریخی نگارشات کا مجموعہ ہے چونکہ پہلے ہی صفحہ پر اقلیم ہند کی سیاحت کا ذکر ہے اس لئے آغازِ کلام ''اللہ اکبر'' سے کیا گیا ہے کوئی صورتِ حال مزاج شاہی کے لئے وجہ ناپسندیدگی ہوتی ہے تو

سیاحتِ اقلیم ہند کا مشورہ تجویز کیا گیا ہے "خراشی از باطن تفرقہ بظہور پیوست" کا اشارہ دیتے ہوئے "سیاحی اقلیم ہندوستان را اہم مطالب دانستہ پادراں وادی می نہد" (الخ)۔

یہ دور وہ تھا جب انگریزی زبان کی سن گن بھی مغل درباروں میں پہنچنے لگی تھی اس لئے حاشیہ پر کسی نے انگریزی گنتی کو بزعم خود خوش خط لکھنے کی کوشش کی ہے۔

دوسرے صفحہ پر "نواب جملۃ الملکی جعفر خاں" کوئی صاحب اختیار رئیس تھے ان کی خوشنودی کے لئے کسی قابل درباری نے ان کے فارم کے اعداد کی موافقت سے تعریفی جملوں کو جمع کیا اس قسم کی علمی کاوشیں بے صلہ نہ رہتی تھیں اس لئے اربابِ قلم خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا کرتے تھے۔ ۱۰۰۴ ج (۳)، ع (۷۰)، ف (۸۰)، ر (۲۰۰)، خ (۶۰۰)، ا (۱)، ن (۵۰) اس جدت کے خالق "مرزا عبدالرسول" نے اپنا تعارف بھی اس حد تک کرا دیا کہ وہ ملا محمد امین کے نواسے تھے اور غالباً شاعر تھے تخلص مستغنی استعمال کرتے ہوں گے یہ کل تیں جملہ مدحیہ ہیں۔

دوسرا مخطوطہ صاحبِ قِراں کا وہ مشہور فرمان ہے جو انہوں نے والیِ دکن کو اطاعت و باجگزاری سلطان ہند کے لئے لکھا تھا ان کا خیال تھا کہ دہلی کا بادشاہ ہی سب کچھ ہے لیکن والیِ دکن نے ہدہد کی تاجداری کو عطیہ الٰہی کہہ کر ایسا منہ توڑ جواب دیا کہ آج بھی منہ کا مزا کھٹا ہو جاتا ہے۔

چوتھا مخطوطہ حاشیہ پر "فرمان صاحبقرانِ ثانی کہ بخط خاص خواجہ ابوالحسن دیوانی نوشتہ" آصف خان کی بہتر کارگزاریاں شاہ کے گھر شکر گزار ہوتیں ان پر پسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے۔

آگے چل کر حاشیہ پر ''از مصنفات میر ابوالفتح'' اس میں امیر شریف آملی کا تذکرہ اچھے الفاظ میں کیا ہے پھر اگلے صفحہ کے حاشیہ پر طالب کلیم کا وہ منظومہ ہے جو اس نے شاہ عالم کی مدح میں رقم کیا تھا۔ متن میں نصائح۔ خوش بختی ست کہ باوجود جمعیت واسباب دولت و کام گاری و آلاتِ شوکت و بختیاری یک لحظہ اوقات قدسی ساعاتش بشیوہ ملاعب و مناہی چانکہ شیوہ شیمہ سرخوشان شراب دولت ونشہ جاہت آلودہ میگردد..... (الخ)

اس سلسلہ کی نہایت قیمتی وقابل قدر معلومات آج کے دور میں بطور خاص یہ ہیں کہ زیر نظر مخطوطہ قصبہ پاتھری (سندھ) کی یادگار ہے۔ بتاریخ نہم محرم الحرام در قصبہ پاتھری یوم جمعہ ایں مثنوی طالب کلیم کہ ہفتاد یک بیت ست دردو (گھڑی) کری باستعمال تمام تسوید نمودہ شد۔

اور اس سے بھی زیادہ اہم بعد کے صفحات کا حاشیہ ہے۔ (گھڑی) ''اما بعد عرض میدارد پاشکستہ زاویہ گمنامی فقیر غلام علی متخلص بآزاد حسینی الواسطی بلگرامی کہ ایں دل دادہ زلف سخن و مخلص معنی طراز نو و کہن'' (الخ)

انداز تحریر بول رہا ہے کہ یہ تحریر خود علامہ مرحوم کے اپنے قلم کی ہے۔ جنھوں نے علامہ کی تحریر دیکھی ہے وہ تصدیق کریں گے میر عبدالواحد بلگرامی کے دورِ گورنری سندھ میں علامہ (قصبہ) پاتھری میں ایک عرصہ تک قیام پذیر رہے تھے۔ (نادرو نایاب تحفہ)۔

۸۹۔ خاشع، سبحانی، عماد فقیہ وغیرہ:

بعض مخطوطات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ پڑھے لکھے لوگوں کی یہ عادت تھی کہ وہ ''ہو یا ہو'' (ہواللہ کا مخفف) کا استعمال بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے

بجائے کرتے تھے۔ بعض مخطوطات میں صرف یا اللہ یا اللہ بھی نہیں بلکہ ''یا ھو'' یا صرف ''ھو'' سے کرتے تھے چنانچہ پیشِ نظر مخطوطہ کے پہلے ہی باب کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بجائے صرف ''ھو'' سے کی گئی ہے۔ افیون کی عادت ترک کرنے کا اور دیگر منشیات ترک کرکے بدل استعمال کی مختلف ادویہ پر خاصی تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے اس کے بعد ایک نظم لراقمہ کے عنوان سے ہے۔

یکدم ز دعنہائے دل در مند ما = چوں نے زنالہ نیست تہی بند بند ما، اس زمین میں آٹھ اشعار ہیں مزید چار اشعار بتو خاطر زبس پریشانست = عضو عضوم زہم گریزانست، اگلے صفحہ پر اٹھائیس اشعار۔

لذتے بے الم نمی باشد = خندہا گریہ ہائے پنہانست

پھر اس کے بعد والے صفحہ پر بقدر باری توفیق ہر کس کا میسا پندرہ متفرق اشعار میں آخری شعرِ ضمیر بز دقضا شد دریں ماتم سرا خاشع کہ آخر عضو عضوش را و چشم ...... خاتمہ پر تاریخ بتاریخ ۱۱۲ نوشتہ شد یہ ۱۰۱۲ پڑھا جائے گا۔ اس کے بعد ''ھو'' نصیحت نامہ حضرت رسول ﷺ۔

امیر المومنین عابد را مخاطب ساختہ فرمودند، یا علی تو نزدیک من چناں کہ ہارون بود موسیٰ را، یا علی (الخ) یہ مخطوطہ نصیحت نامہ کی حد تک آٹھ صفحات پر محیط ہے خاتمہ کی عبارت بتاریخ بیست و پنجم شہر ذی قعد الحرام ۱۰۱۸ ہجر مطابق ۴۱ جلوس والا عن مقام بلدہ حیدر آباد۔

ایک رباعی حلیمہ سلطان کی، افسوس کہ گشت عمر بیہودہ تلف (الخ)۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل علماء و عمائدین کا کلام ہے۔ مولانا سبحانیؔ، عادفقیہ کرمانی کلیم فردوسیؔ، مولانا علی حسن وغیرہ پیادہ رفتن شاہ دین پناہ شاہ عباس، کلیم

فردوسی۔

شیخ عالم خواجہ عبداللہ انصاری کہ بود — معجز اقطاب عالم از قرآن باقیرواں

سیصد و پنجاہ و نہ در سال کار در وجود — چوں گزشت از چار صد ہشتاد و یک رفت از جہاں

اخوند خاشعاؔ، موسویؔ خاں، ابویزیدؔ بسطامی، آخر میں ایک صفحہ۔

فی رق مبارکہ مشہورہ النفع للحمی وغیرہا من ذلک نکتست وتعلق علی عضد المحموم ببرا سریعاً باذن اللہ اس دعا کے خاتمہ پر مخطوطہ بھی ختم ہے آغاز گو بظاہر مکمل ہے لیکن کچھ کمی ضرور نظر آتی ہے۔ مخطوطہ کا کاغذ بھی اعلیٰ درجہ کا خال بالیغ اور تحریر بھی نہایت خوش خط ہے۔ سولہ صفحات جدول جس میں شجرفی اور فیروزی لائن بھی دی گئی ہے۔

۹۰۔ سقراط کی محفل میں عدل وظلم پر مکالمہ

نہایت خوش خط، کسی نے اردو ترجمہ کرتے کرتے چھوڑ دیا یا پھر ان (۷۸) اوراق کے سوا باقی سب ضائع ہو گئے اس لئے کہ نہ آغاز نہ انجام لیکن جو کچھ بھی ہے اس کی ندرت واہمیت لاکلام۔

۹۱۔ مثنویات، قضا وقدر، شیریں فرہاد، مصلح وعاشق، مولودنامہ وغیرہ

اس محفل میں آپ مندرجہ ذیل سلاطینِ سخن سے ملئے۔

فیضیؔ، محمد قلی سلیم، صائبؔ، شاہ شجاعؔ، میر مرتضیٰ، قلی خاں، عرفیؔ، نواب عبدالرحمٰن خان سلمہٗ، جلال امیرؔ، مصلحؔ، خواجہ محمد ہاشم، اخوند محمد سعید، مولانا فانیؔ اور زین الدین محمد انجو۔

بہمنی سلاطین کے دور میں۔ انجو سادات مراتبِ عالیہ پر فائض تھے اور ان کی

بڑی قدر و منزلت تھی۔ فیروز شاہ بہمنی وہ اولین سلطان وقت تھا جس نے سادات کو اپنی لڑکیاں دینا بجا طور پر فخر سمجھا "مولانا میر فضل اللہ انجو" فیروز شاہ بہمنی کے استاد تھے۔ انہوں نے خواجہ حافظ شیرازی کو ہندوستان بلایا۔ ایک ہزار تنگہ طلائی زادِ سفر خواجہ صاحب کو پیشگی بھیج دیا۔ خواجہ شیراز علیہ الرحمتہ کشتی میں سوار ہوئے لیکن طوفانی موجوں سے ڈر کر سفر ملتوی کر دیا۔ کشتی سے اتر پڑے اور زادِ سفر طلای تنگہ ایک ضرورت مند کو دے کر ایک غزل میر انجو کو بھیج دی۔ میر شمس الدین محمد انجو صدر جہاں شاہ کے داماد تھے اور بہمنی دور میں بڑی عزت و وقار کے مالک تھے۔

عالمگیر کے دور میں بہت سے امراد کن سے شمالی ہند آئے اور سندھ کی سرزمین کو پسند کر کے یہیں رہ پڑے۔ سندھ میں انجو سادات کی نسلیں آج فرزندِ زمین اور باوقار حیثیت کی مالک ہیں (خدا ہمیشہ شاد و آباد رکھے۔ آمین)

زیرِ نظر مخطوطہ "مولانا زین الدین محمو انجو" کے فیوضاتِ قلم ہیں۔ جا بجا حک و اصلاح غماز ہے کہ یہ اپنی ہی جولانیِ طبع کا شاہکار ہے۔ ۴۲ جلوس اورنگ زیب بادشاہ غازی آخر میں سرخی سے تحریر ہے۔

ایک جگہ کاتب اپنا نام اخوند محمد سعید لکھتا ہے ایک اور نام شمس الحسن طباطبائی بھی پڑھا جا رہا ہے۔ شروع میں فیضی کا کلام اور مثنوی قضا و قدر سلیم بھی ہے۔ کہیں کہیں کاغذ پر وہ تزئین بھی ہے جو خاص شاہی استعمال کے کاغذوں پر ہوتی تھی۔ اس مجموعہ میں فیضی (۲) محمد قلی سلیم (۳) صائب صائبا (۴) شاہ شجاع (۵) میر مرتضیٰ (۶) قلی خاں (۷) عرفی۔ عرفی قصائد کے لئے مشہور ہے یہاں آپ کو عرفی کی غزلیات ایک جنس نایاب ملے گی (۸) نواب عبدالرحمٰن خاں سلمہ، (۹) جلال امیر (۱۰) مصلح و عاشق (مصلح زجاں عاشق شدی (عجب انداز

تصرف ہے) (۱۱) خواجہ محمد ہاشم (۱۲) مولانا فانی کاتب، اخوند محمد سعید۔ تعریف ماہ ربیع الاوّل (در بیان خلق محمدی، نور محمدی، توبہ آدم، مفارقت حوا (حک و اصلاح) رسالت پناہؐ کا حکایت تابوت سکینہ، حاملہ گشتن فاطمہ بعبد اللہ، حال عبداللہ، ولادت باسعادت حضرت ختمی مرتبت ﷺ حلیہ مبارک مولود نامہ از زین الدّین محمد انجو۴۲ جلوس اورنگ زیب صفحات ۴۰ خفی قلم۔ کاغذ ملون۔

۹۲۔ انشاءِ عادل

مراسلت یا خطوط نویسی کی معراج مہارت ہے کہ قاری کاتب وانشا پرداز کا ہم نوا ہو جائے۔ رؤساء وسلاطین کے درباروں میں ایسے قابل وفاضل اہلِ قلم عظیم مشاہروں پر ملازم ہوتے تھے کہ مکتوب الیہ کو کاتب کی بات تسلیم کرنے میں شاذ و ونادر ہی تامُّل ہوتا تھا اس لئے منشی اور انشا پرداز بڑے اچھے مشاہرے پاتے تھے۔ زیرِ نظر مخطوطہ کسی ایسے ہی انشا پرداز کی کاوشِ قلم جو تدریس میں رائج ہوگی۔

زیرِ نظر مخطوطہ اڑتیس خطوط کا مجموعہ ہے آخری صفحہ پر انشا محمد عادل صراحت موجود ہے آغاز میں بھی ۱۶ خطوط موجود ہیں۔ یہ اندازِ تحریر بھی خاص منشیانہ کہلاتا تھا۔ منشی یا انشاءپرداز تحریر کو دلچسپ اور پُر تاثیر بنانے کے لئے حسبِ موقع ومحل مختلف شعرا کے اشعار بھی درجِ خطوط کر دیا کرتے تھے۔

زیرِ نظر میں شروع کے پندرہ مکمل اور سولھواں آدھا دست بُردِ زمانہ ہو گیا۔ سترھواں رقعہ پورا ہے آخر میں بھی اڑتیسواں آدھا رہ گیا۔ ۵۶ صفحات چھوٹا خوبصورت سائز کل ۵۶ صفحات موجود ہیں۔

۹۳۔ مراسمِ عزائے حسین درعہد عبداللہ قطب شاہ (دکن)

ہندوستان میں دکن کے سلاطین قطب شاہیہ نہایت خوش عقیدہ اور خانوادۂ

اہلِ بیت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملات میں ہمیشہ نہایت وسیع القلبی کا اظہار کرتے رہے۔ ان کی عقیدت ووابستگیِ امامِ مظلوم ایسی مثالی تھی کہ ان کے بعد کوئی ان کی نقل نہ کر سکا۔ قطب شاہی دور کی خوشحالی، سرسبزی، علو و رفعت کو سیاسی بصیرت، حسن انتظام کسی نام سے موسوم کر لیجئے حقیقت سے انکار ممکن نہیں۔ ان ایام میں جو بچہ پیدا ہوتا ''حسین'' اس کے نام کا جزو ہوتا۔ اُن دنوں تمام پرچم سرنگوں رہتے۔ جس گھر میں سوگ اور عزاداری کا انتظام ہوتا اس کے پورے اخراجات حکومت برداشت کرتی حتیٰ کہ غیر مسلم بھی سرکار سے رقوم وصول کر کے اپنے اپنے گھروں میں سوگ مناتے تھے۔ جلوس جب سرکاری ڈیوڑھی کی طرف سے گزرتا تو والیِ ملک بنفسِ نفیس پابرہنہ استقبال ومشایعت کرتا۔ ذاکرین و ماتم داروں کے علاوہ بھی غربا و مساکین کو تقسیم کرنے کے لئے بارہ ہزار ہُون (اس وقت کا سکہ) مخصوص تھے۔ بدیہی بات ہے ہر کجا چشمہ بود شیریں، مردم و مرغ و مور گرد آیند۔ اطراف و جوانب کے دور دراز علاقوں سے بھی ضرورت مند شہر حیدر آباد پہنچ کر شاہی عطایا سے بہرہ مند ہوتے تھے۔ دینے والا کبھی امتیاز کا مظاہرہ نہ کرتا تھا اس لئے سب ہی کو استفادے کا موقع ملتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے مواضعات میں عزاداری کے لئے قطعۂ زمین وقف ہوتا۔ یہ صورت افسوس کہ مخطوطہ ناقص رہ گیا۔ عہد آصفی تک بھی بحال تھی۔

۹۴۔ حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ

امیر خسرؔو کے حالات وسوانح کو کسی اعلیٰ درجہ کے خطاط وقلمکار نے محفوظ کیا ہے۔ ولادت کے بعد حضرت کی والدۂ محترمہ نومولود کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر اس عہد کے ایک دیوانے (مجذوب اہل اللہ) کے پاس لے گئیں۔ جناب مجذوب

نے فرمایا ”اسے لائی ہے جو خاقانی سے بھی دو قدم آگے رہے گا۔“ (دنیا نے دیکھا کہ مجذوب کی پیشینگوئی سچی ثابت ہوئی)۔

حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ نے سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں ایک نظم پیش کی اور مانگا ”کلام میں شیرینی عطا ہو جائے“ خواجہ الیاءؒ نے فرمایا ”اس طشت میں سے شیرینی اٹھاؤ اپنے سر صدقہ کرو اور کھا جاؤ“ ”بر سر خود نثار کن وقدری بخوذ“ یہ اہم بات عام تذکرہ نگاروں کی نظر سے بچی ہوئی ہے۔

سلطان غیاث الدین کے بعد سلطان محمد تغلق سے متوسل رہے۔ محمد شاہ تغلق کے متعلق مورخین نے جو کچھ لکھا ہے اس کے اعتبار سے وہ عجائبات عالم میں تھا۔ باپ (غیاث الدین تغلق) نے خواجہ اولیاء سے دور رکھنے کی خاطر اور اس غصہ میں کہ محمد نے غیاث کی مرضی کے خلاف خواجہ اولیاءؒ کے دومنہ بولے بیٹوں کو اپنی دو بیٹیاں بیاہ دیں جس پر خواجہ صاحب نے بے ساختہ کہا ”محمد سلطنت بتو بخشیدیم“ غیاث الدین تغلق نے محمد کو دکن کی مہم پر روانہ کر دیا۔ محمد تغلق کو اللہ نے دکن میں ہی وہ عظیم الشان سلطنت بخشی کہ ذرا ابن بطوطہ سے پوچھئے اور اس سے بھی زیادہ دلچسپ و حیرت انگیز حقیقت یہ ہے کہ دکن میں رہنے والے محمد شاہ تغلق کو دو گز زمین اپنے زیر سایہ اور پھر وہاں سے بھی نام کو اٹھا کر اپنے وضو خانہ میں حضرت لعل شہباز قلندر نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا حالانکہ غیاث نے یہ سمجھ کر دکن بھیجا تھا کہ

داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

۹۵۔ (تخلیقات) ابوالفیض فیضی:

مغل سلاطین کو علم دوستی، معارف پروری، ذوقِ سلیم اور نکتہ رسی کا تاج پہنانے

والوں میں ابوالفضل اور فیضی کو آپ ہمیشہ صفِ اوّل میں پائیں گے۔ مشہور مثل ہے کہ "پیراں نمی پرند مریداں می پرانند"۔

بے شک مغلوں کے دربار میں ان دونوں بھائیوں کے علاوہ بھی علماء، فضلاء اور نکتہ دانوں نیز رائی کا پہاڑ بنانے والوں کی کمی نہ تھی لیکن اکبر اعظم کو الوہیت کے کوچہ و بازار کی سیر کرا دینے کا سہرا اور کسی کے سر نہیں۔ خیر۔ اں قدح بشکست واں ساقی نماند۔

زیر نظر مخطوطے میں علامہ فیضی کے اشہبِ فکر کی بلند پروازیاں توحید کی فضاؤں میں دیکھئے

فیضیم و فیضیم شرمم ازیں نام باد
کز سر خوان کرم کردہ بنام اکتفا

اس کے علاوہ (۹۸) مثنوی قضا و قدر، محمد قلی سلیم، تتمہ، تتمہ (۹۹) قصہ شیریں فرہاد و خسرو (۱۰۰) چرخیات، نظام استر آبادی (۱۰۱) در بیان مولود حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (۱۰۲) انتقال نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (۱۰۳) در بیان وقائع زمان حمل (۱۰۴) محل تعظیم (۱۰۵) در بیان جریافتن عبداللہ (۱۰۶) در بیان خلق محمدیؐ

اس کے بعد توبہ آدم کے عنوان پر آ گیا پھر (۱۰۷) مفارقتِ زمین و آسمان (۱۰۸) حکایت تابوتِ سکینہ یہاں پہنچ کر ہماری ملاقات کاتب محمد سعید سے ہوتی ہے جو نہایت پختہ قلم اپنے ایک خاص اندازِ تحریر کا خالق ہے۔

اس کے بعد مولانا فانی کی محفل میں آ جاتے ہیں (۱۰۹) توحیدِ باری، نعت و منقبت کے بعد (۱۱۰) حاملہ گشتن فاطمہ بعبداللہ (۱۱۱) در بیان حال عبداللہ۔

(۱۱۲) دربیان حلیۂ مبارک ظہور یک شنبہ ۴ شعبان المعظم ۴۲ جلوس اورنگ زیب بادشاہ غازی۔ کاتب زین الدین محمد انجو حسن الحسینی الطباطبائی پورا مخطوطہ منظوم ہے۔اس کے بعد (۱۱۳) چرخیات نظام استر آبادی اس کے بعد سرخی سے ایک عنوان (۱۱۴) ہے انتقال نور محمدی ﷺ پھر ایک اور سرخی (۱۱۵) دربیان مولود حضرت محمد ﷺ (۱۱۶) دربیان وقائع زمان حمل۔ پھر سرخی مخلِ (۱۱۷) تعظیم پھر سرخی دربیان خیر بافتن (۱۱۸) عبدالمطلب (۱۱۹) پھر تتمہ پھر اسی سلسلہ میں سرخی دربیان (۱۲۰) خلق محمدی۔

۹۶۔ کلمات الخیر یا کارنامۂ سیوا:

مولانا عبدالحق سورتی نے سیواجی سیوا مرہٹہ کے مظالمِ قتل و غارت گری اور اس کے ہاتھوں مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے کچھ واقعات نواب عابد خاں صدر الصدور عہدِ عالمگیر کو بذریعۂ خطوط لکھے۔ ناقل نے صرف چند خطوط بقلم خود نقل کر کے انہیں کارنامہ سیوا کے عنوان سے محفوظ کر دیا جدید الخط لیکن انتہائی اہم تاریخی ریکارڈ ہے۔

۹۷۔ مسئلہ تقلید۔کمال الدین عبدالرزاق احمد کاشی

متوفی ۳۵/۷۳۰ء مدفون مصر۔ مرید نورالدین عبدالصمد نطزی (چھ صدیوں قبل کے بزرگ ہیں) ان کی مسئلہ وحدت الوجود میں علاءُ الدولہ سمنانی سے نوک جھونک رہتی تھی۔

زیرِ نظر مخطوطہ علامہ کاشی نے مولانا محمود فضل کی فرمائش پر لکھا۔ علمی دنیا کا ایک نایاب تحفہ ہے، تحریر جہاں دیدہ زیب ہے وہاں آرٹسٹک بھی ہے۔ کاغذ اپنے دور کا

بیش قیمت۔

ساتھ ہی رسالہ مبداء ومعاد (ہم جلد) از شیخ علاءُ الدولہ سمنانی شارح خصوص الحکم۔ بہت بڑے فاضل، علوم ظاہری و باطنی کے جامع۔ شیخ نور الدین عبد الصمد نطزی کے شاگرد۔ اس شرح کے علاوہ آپ کی تصانیف میں تفسیر و تاویلات اصطلاحاتِ صوفیہ، شرحِ منازل السائرین وغیرہ بھی ہیں۔ آپ شیخ رکن الدین علاءُ الدین کے معاصر تھے۔ مسئلہ ''وحدت الوجود'' پر دونوں میں ایک معرکۃ الارا مکالمہ ہوا جسے مولف نفحات الانس نے من وعن نقل کیا ہے۔ کشف الظنون نے آپ کا سنہ وفات ۷۳۰ء بتایا ہے۔ دونوں رسائل نایاب ومفقود الخبر ہیں۔

۹۸۔ رسالہ مبداء ومعاد

مبدأ ومعاد پر ایک رسالہ شیخ علاءُ الدین اور شیخ محی الدین قدس سرہم کی باہمی مراسلت پر مشتمل بھی لائقِ مطالعہ ہے۔ خاتمہ مخطوطہٰ ہذا پر کاتب نے اپنا نام غباریؔ شیرازی ۱۰۶۸ء لکھا ہے۔ خفی قلم نہایت خوش خط خطاط بھی اپنے دور کا یکتائے روزگار معلوم ہوتا ہے۔ تقابلی مطالعہ کا ایک نادر موقع ہے۔

۹۹۔ دوازدہ مجلس، حقایقِ درویشاں:

کچھ ایسے اہل قلم بزرگ بھی گزرے جنہوں نے آغاز کلام پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پورا لکھنے کے بجائے صرف اللہ لکھنا کافی سمجھا اس رسالہ میں شیخ صدر الدین قوینوی کے رسالہ ''اسرار التوحید'' کے حوالہ سے موحدین کی گروپنگ کی ہے ''سہ طابقہ اند'' پھر ''اعلم ان العلم الذی وھو سیریان الخ متنِ حقائق اس کے بعد شروع ہوتا ہے "نون و القلم ومایسطرون" ایک عقرب کا واقعۂ گمشدگیِ اونٹ پھر سلسلہ نظم شروع ہوتا ہے

شیخ صنعاں سر عہد خویش بود ......الخ

ان کے متعلق عجیب بات کہی ہے۔

می شد از کعبہ با قصاے روم
طوف میگوید زسر تا پاے روم
از قضارا بود عالی منظری
برسر منظر تشنہ دختری
دختر ترسا جو برقع بر شیخ ایماں
داد و ترسای خرید
عاقبت بفروخت و رسوای خرید

ہفتصد وعبیت از عالم رفتہ وفرس درشہرست

کاغذ ملون، قدرے کرم خوردہ، خطاط خفی قلم کا استاد۔ واضح ہو کہ رنگین کاغذ اس دور میں ہمہ شما کی دسترس سے باہر تھا۔ ۶ _ ۳ _ انچ سائز، تحریر میں بانکپن۔

۱۰۰۔ خطبۂ جمعہ از شاہ عالم بادشاہ

امامت نماز دراصل منصبِ رسالت تھا اور خطبہ جزِ نماز ہے۔ جب رسالت کی جگہ خلافت کو حاصل ہوئی تو امامت بھی جزِ خلافت رہی اور جب خلافت حکومت کے قبضے میں آ گئی تو امامت و خطابتِ جمعہ بھی اجزاے فرائض شاہی ہو گئے۔ اوائل میں تو علما ہی خطبات لکھ کر شاہوں کے حضور پیش کر دیتے تھے جن کی محض قرأت شاہ کا منصب ہوتا تھا۔

شاہ عالم نے شاید کچھ سبکی محسوس کی ہو کہ وظیفہ خواروں کے چبائے ہوئے لقموں کو عوام کے سامنے چباؤں۔ اس نے اپنی صلاحیتوں پر بھی نظر ڈالی ہوگی

مطالعہ و علمی استعداد میں خود کو ان سے کمتر نہ سمجھا اور پایا ہو اس لئے جمعہ کا خطبہ شاہ نے خود تصنیف کیا اور کاتب نے پرانی روش کے عادی افراد کی معلومات کے لئے یہ صراحت بھی ضروری سمجھی وہ بھی بقلم سرخ ''نقل القاب خطبۂ جمعہ کہ شاہ عالم برائے خود خود تصنیف نمودہ'' (بھلا ہے کہیں اس ندرت کا جواب؟)

خطاط نہایت اعلیٰ درجہ کا خوش قلم، نوک پلک میں نہایت محتاط۔

کسی اور خطاط نے حاشیہ پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم گرامی کو تین اشعار میں معمہ بنا کر اپنی عقیدت کا مظاہرہ کیا ہے اس کے علاوہ بھی حاشیہ پر بھی قلم کار نے اپنی رسائی فکر کا مظاہرہ ''احمد'' کی معمہ بیانی کے انداز میں کیا ہے۔

اس خطبے کے محتویات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہر جمعہ کو یعنی ہر ہفتہ شاہ کو اپنے ان اعمال و افعال کا جائزہ پیش کرنا ہوتا تھا جو اس نے ہفتہ بھر میں دین کے ارتقا اور عوام کی بھلائی و بہبودی کے لئے انجام دیئے اور تبلیغ و ترویج نیز مزید اشاعتِ مشن محمدی کے لئے اس کی کیا اسکیمیں ہیں؟ اسلامی حکومت کے اجزائے ترکیبی میں یہ ایک اہم ترین اور عجیب و غریب نفسیاتی نکتہ تھا کہ شاہ ہفتہ میں ایک بار ضرور رعایا کے حضور پیش ہو اور یہ خطبے پہلے سے لکھے ہوئے نہیں تھے بلکہ شاہ کو برجستہ سب کچھ کہنا پڑتا تھا اور خلافتِ راشدہ میں تو سامعین نے بھری بزم میں اپنا حق اعتراض بھی بڑی دیدہ دلیری سے استعمال کیا تھا لیکن بعد میں

آں قدح بشکست واں ساقی نماند

اہلِ نظر کے لئے دو ہی اوراق ایک جنسِ نادر و نایاب ہے۔

۱۰۱۔ دعائے ختم قرآن:

کسی اچھے خطاط نے اپنے ذاتی مطالعہ کے لئے قلم بند کی ہوگی یا پھر کسی کی

فرمائش کی تکمیل۔کوئی اعلیٰ درجہ کا خط نہیں البتہ واضح نویس ضرور ہے۔اپنے نام کی بھی صراحت کر دی ہے تا کہ استفادہ کرنے والے دعائے خیر سے یاد رکھیں چھوٹا سا سائز چھ صفحات۔

۱۰۲۔ تلسی داس:

تمہیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندوکش تھا ظالم تھا ستم گر تھا

دیکھیے مغلوں کے دور میں بھی ہندوؤں کو کتنی آزادی حاصل تھی اور انہوں نے اپنے خالص ہندی میں بھلا کیوں اتنے خوش خط نستعلیق قلم میں یادگار چھوڑ دیئے۔

تلسی داس اپنے دور کا مشہور سخن گو گزرا ہے۔

زیرِ نظر مخطوطہ صرف چھ صفحات پر مشتمل ہے اور ہندی زبان میں ہے۔یہ کوئی سرکاری دستاویز نہ تھی کہ مغل سلاطین کے حکم سے نستعلیق میں لکھنا ضروری تھا۔یہ اردو کی مقبولیت، ہمہ گیری اور عوام پسندی کا اقتضا تھا۔

زیرِ نظر مخطوطہ نہایت اعلیٰ درجہ کا نستعلیق قلم جبکہ زبان خالص ہندی ہے۔ ’’بجرنگ چالیسی‘‘ کے عنوان سے ایک نظم جس کے اٹھارہ اشعار تو تمام وکمال صحیح و سالم ہیں لیکن غالباً تین، تین یا دو، دو اشعار دو صفحات کے آخری حصہ سے شکستگی کی نذر ہو کر غائب ہو گئے۔

چوتھے پر نہایت بد خطِ رواں قلم سے کسی نے چار اشعار کی کبت لکھی ہے پھر پانچویں صفحہ پر وہی پہلا والا دیدہ زیب نستعلیق قلم۔

یہ مسلم رواداری کی تاریخ کا ایک محفوظ رکھنے کے قابل نمونہ ہے۔

۱۰۳۔ دیہی گیت:

یادش بخیر غیر منقسم ہندوستان میں کم از کم دِلّی اور یوپی کے علاقوں میں خصوصاً دیہی آبادیوں میں ساون بھادوں کے مہینے میں دیہاتوں میں تو گھر گھر جھولے پڑے رہتے تھے گاؤں کی گوریاں اپنے اپنے کام دھندوں سے فارغ ہوکر تقریباً ہر گھر میں ایک آدھ نیم یا بیری کا درخت بھی ہوتا تھا جس میں جھولا پڑا رہتا تھا۔ گھر کے کام دھندوں سے فارغ ہونے کے بعد وہ جھولے اور یہ گیت ہی ان کے لئے اعلیٰ مفرحاتِ قلب وجگر، فکر ودماغ ہوتے تھے۔

زیرِ نظر بدقسمتی سے پورا سیٹ نہیں بلکہ ساون کے چند اشعار۔

بھادوں مکمل اور کنوارو پھاگن مکمل

آخر میں ایک غزل، ساون کا ایک شعر تو سن لیجیے۔

دکھاؤں میں کِسے آنسو کا رمنا
بہے ہیں دو نَین گنگا و جمنا

۱۰۴۔ قبالۂ اراضی عطیۂ خلد مکان:

بطور مددِ معاش۔ اراضی کتنی ہے، اس کی کوئی وضاحت نہیں ہے البتہ مدد ِمعاش کا تعارف کرایا گیا ہے کہ یہ ''مِلک مطلق'' نہیں ہوتی۔ شخصِ متعلقہ کی اولاد میں نسلاً بعد نسلٍ باقی رہے گی لیکن کوئی بھی ''فروخت''، ''رہن'' یا کسی اور طریقہ سے کسی دوسرے شخص کو منتقل یا فروخت نہیں کرسکتا استفادہ سے کوئی محروم نہیں رہے گا لیکن ملکیت ہر وقت سرکار کی رہے گی۔

۱۰۵۔ غواصی، شیدا، عطاء اللہ، عبداللہ قطب شاہ، حسن، فتحی:

اس بیاض میں غواصی، شیدا، عطا اللہ، عبداللہ قطب شاہ، حسن، فتحی کا غیر

مطبوعہ کلام ہے۔ کتب خانۂ آصفیہ میں بھی ایسی ہی ایک بیاض موجود ہے۔

زیرِ نظر مخطوطہ کی ایک نقل اگر کامیابی سے منتقل ہو سکی ہے تو انجمن ترقی اردو کے کتاب خانہ میں ہو گی۔

۱۰۶۔ مثنوی، جھومر و حملۂ حیدری:

ہندوستان میں مسلم سلاطین کا ایک ایسا دور بھی گزرا جب امرائے صف اوّل بلکہ خود سلاطین وقت بھی نہ صرف اہلِ قلم کی بھرپور قدر و ہمت افزائی کرتے تھے بلکہ خود بھی شعر و سخن میں دلچسپی لیتے تھے۔ پیشہ ور شعرا کی عزت افزائیوں نے امارت و ثروت کے جسم میں بھی سخن سنجی کی روح پھونک دی تھی۔ لکھنؤ کی شاہی سرکار میں نواب ذوالفقار علی خاں صؔفا افواج شاہی میں ایڈ جوئنٹ جنرل تھے انہوں نے بھی ذوق سنجی کا مظاہرہ کر کے ''سول'' دنیا میں بھی ایک مقام پیدا کر لیا۔ فوجی اجتماعات میں تو بلند نشست تھی ہی سِول والوں کو بھی اپنی محافل میں خاص مقام پیدا کرنا پڑا۔

کاتب (ناقل) بھی کوئی معمولی شخصیت نہیں بلکہ محمد سرفراز فرزند تجلی علی شاہ نے اپنے شوق میں نقل کر ڈالی۔ تجلی علی شاہ بھی کوئی معمولی شخصیت نہ تھی بلکہ یہ بزرگ حیدر آباد دکن کی نہایت معتبر و معروف تاریخ ''تزکِ آصفیہ'' کے مؤلف ہیں۔ ذاتی مطالعہ کے لئے نقل کی گئی اس لئے روزمرہ کارواں قلم ہے۔

۱۰۷۔ غوثی، علی، رحمتی، ابن نشاطی، شیخ محمود، سید بلاقی، شیخ احمد، عہدِ سلطان محمد عادل شاہ:

یہ بھی مولوی عبدالحق صاحب مرحوم کی یاد دلانے والی ایک کوشش ہے کہ اصل

مولوی صاحب نے خرید لی اور نقل فروخت کنندہ نے اپنے پاس محفوظ رکھ لی۔ان دنوں فوٹو اسٹیٹ کا رواج نہ تھا ناقل نے خود ہی محنت کر لی اور اب تو۔

ال قدح بشکست و آں ساقی نماند

سلطان عادل شاہ کا زمانہ ۱۰۶۵ ہجری تھا۔ ناقل بندہ اللہ نے پنسل استعمال کی ہے اب تفصیل عناوین ملاحظہ ہو۔غوثی غزل، ابن نشاطی پھول بن، وجود نامہ گفتار محمود، شریف کا کلام بھی ہے۔ احکام الصلوۃ، بُز نامہ، ناصری نامہ کافی طویل ہے۔ مرحوم عبدالحق صاحب نے بڑی دور بینی سے کام لیا جو کچھ ہو سکا منتقل کرنے کی بھر پور کوشش کی لیکن کیا آیا اور کیا رہ گیا اب تو۔

ال قدح بشکست واں ساقی نماند

۱۰۸۔ لُغت چہار زبان:

عربی، فارسی، ترکی اور پشتو کے الفاظ پر مشتمل نہایت خوش خط۔اصل الفاظ شنجرفی، کہیں شعر یا مصرعہ عبارت میں آیا ہے تو اس کی علامت بھی شنجرفی رکھی ہے۔ ترتیب کا انداز بھی نرالا ہے مثلاً عنوان قائم کیا حیوانِ ناطق، حیوانِ مطلق، ادویہ، امراض وغیرہ۔

افسوس کہ ناقص الطرفین ہے۔ صفحہ اوّل رشتے داریوں سے شروع ہوتا ہے۔

۱۰۹۔ خشوعہ، خالہ:

خواہر مادر و خالو برادر مادر ۔ خشوعہ بضمتین پدر زن منکوحہ خسر پورہ بمعنی پسرِ خُسر۔ نیا پدر پدر و پدر مادر ایک شعر ترکی کا ملاحظہ ہو۔

بلور ایشی بی بی ترگی بیگم

موجودہ ایک ورق کے بعد گویا بحالت موجودہ تیسرے صفحہ پر لکھتا ہے ''چوں مصنف رحمتہ اللہ از لوازمہ حیوان ناطق فارغ شد شروع کرد اسامی حیوانِ مطلق حیوان'' الخ جگہ جگہ اشعار کے حوالے دیتا ہے۔ ناقص الطرفین رہ گئی شروع خشوعہ کے لفظ سے ہوتا ہے اور آخری صفحہ پر مندرجہ ذیل الفاظ میں۔ سرخ: فجبہ بتازی جلب: زمزمہ: اعم از دنہ مجلس مذاکرہ وترنم در عربی کردہ عدوو ندیدن کبراں درخوردن نان وزمزمہ کہ در جواز قرأت قرآن در خارج نماز آمدہ۔ آخری فریور ہے جس کے بعد صفحات غائب۔ آخر میں ہن۔ منت فریور۔

گر ہمہ لخت یکر وز بماد در بخشند
نسنہند منت برما پند یردہن
و با تشدید بانگ شتر مادہ فربور

افسوس کہ ناقص رہ گئی۔ بڑی عظیم وضخیم لغت ہوگی صفحات ۲۰۰ (ناقص الطرفین)

۱۱۰۔ بیاضِ اشعار:

نہایت خوش خط۔ شروع کے صفحات غائب ہیں پہلا شعر ہے

چکاہد کہ علامہ عریاں بگردد
چہ خزد چو جاہل معم نشیند

مجو نشار عشق از خود پرستی کہ بذمست انس چو بلعم
در علم باطن براں در کشاید، کش از مینہ شور لم لم

انیس (۱۹) اشعار کے بعد

بخاکِ حریمِ درت روحِ قدسی
بدریوزہ خیر بقدم نشیند

پھراسی زمین میں بلافصل

خوشا ساحت اہل و مہا کہ دردے
نہال ولدی تو محکم نشیند

اسی زمین میں پانچواں شعر یمن ولدے تو فیضی معظم خرامد مکرم نشیند اس کے بعد چودہ اشعار اور ہیں لیکن کہیں کسی کا تخلص نہیں صرف ہوا۔ پھر دوسرا منظومہ شروع ہوتا ہے سرخی سے ''شاہ طاہر دکنی'' سطر اوّل ہے۔ واضح ہو کہ بھائیوں نے قرۃ العین طاہرہ مشہور مبلغہ ''باب و بہا'' ایرانی سے جو ''گر تبو افتدم نظر'' والی غزل غلط منسوب کی ہے۔ ان ہی شاہ طاہر دکنی کی ہے جو مدتوں قبل دکن نظام شاہی سلاطین سے متوسّل تھے۔ ان کا کلام نایاب ہے۔

محمل مہر چو آید بشبستانِ حمل
لالہ فانوس برا فروز دو نرگس مشعل

یہ چوّن ۵۴ اشعار کی غزل ہے اس کے بعد نظام استر آبادی شب قضا از ماہ نو کشتی در آب انداختہ چالیس اشعار ہیں۔ اس کے بعد دس اشعار میں مسلسل برہمن اور بت کے الفاظ کو استعمال کیا گیا ہے۔ شاعر کا پتہ نہیں چلتا اسی طرح

سوہ گشت از سجدہ راہ بتاں پیشانیم
چند خورد اتُہمتِ دین مسلمانی نہم

اس کے بعد متفرق اشعار ہیں اور ایک وہ بھی جس سے دہلی میں نادر شاہ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تھا۔ دس صفحات کی یہ بیاض نہایت اعلیٰ خطاطی و خوش نگاری کا شاہکار ہے۔ سب سے پہلے صفحہ پر جو ٹائٹل کا کام دے رہا ہے اس پر دو مہریں موجود ہیں۔ ایک تو بی بی خانہ اس ۱۰۴۸ء اور مہر کا نام۔

۱۱۱۔ بیاضِ غزلیات:

پہلی رباعی۔ سوزاں شاعر کی بسلسلہ ''ہولی'' ہے اس کے بعد ریختہ کے عنوان سے تمنا شاعر کے چار شعر ہیں پھر ۲ فرد ریختہ مفتوں، ریختہ سودا، تیسرے صفحہ پر جناب برہان کی غزل چھ شعر فارسی پھر ایک فرد فارسی۔ ایک رباعی بعنوان قولِ امیر المومنین علیہ السلام در ولادتِ فرزند ۔ روز یکشنبہ مریض در دوشنبہ اں فقیر، درسہ شنبہ خوبصورت چارشنبہ عیش گر۔

جنابِ امیرؓ سے منسوب ہے سند تو کوئی ہے نہیں

روز شنبہ دزد باشداں بداں اے بے نظیر

پھر ایک غزل ممکن ہے کسی ہندو کی ہو کہتا ہے ۔

ہر صبح اوٹھ بتوں سے مجھے رام رام ہے

زاہد تیری نماز کو میرا سلام ہے

(گیارہ اشعار) آخر میں ریختہ سوزاں ۔

دل خستہ و سرگرداں آوارہ شیدائی

آشفتہ پریشانی بدنامی و رسوائی

یہ بھی اکیس (۲۱) اشعار ہیں۔

۱۱۲۔ پنجابی موسیقی:

سرزمینِ حُسن و رومان۔ شیرازِ ہندوستان، پنجاب، صرف علوم اسلامیہ شرقیہ ہی کو بدیسی لٹیروں کی یلغار سے بچانے کے لئے سدِ سکندری نہیں بنا رہا بلکہ اس نے اپنے کلچر، اپنی معاشرت، اپنی بولی ٹھولی اور اپنے خاص پنجابی راگ رنگ اور

موسیقی کو بھی اسی طرح سینہ سے لگائے رکھا جیسے ماں آندھی اور طوفان کے تھپیڑوں سے بچانے کے لئے اپنی اولاد کو کلیجہ سے لگالیتی ہے۔

زیرِ نظر مخطوطہ گنتی کے اعتبار سے تو صرف ۱۴ صفحات پر مشتمل ہے لیکن کاتب اتنا باکمال ماہرِ فن پختہ قلم ہے اور اتنی باریک تحریر ہے کہ

سمٹے تو دلِ عاشق پھیلے تو زمانہ ہے

فن موسیقی کی تمام اصطلاحات، فن کے نکات۔ موسیقی ہند کے بھانت بھانت نمونے۔ پھر نہایت خوش خط و دیدہ زیب۔ قلم اتنا باریک و خفی کہ بس جوانِ رعنا ہی بھرپور استفادہ کرے۔

ہیر رانجھا، سوہنی مہینوال، سپہ سالار کا موہلرہ، کافی، غارہ، جنگلا، مکھاج، پٹنہ برج، خیال، جھوتی، ملتانی، میتھانی، سارنگ، ہردوا وغیرہ وغیرہ کون سا دریا ہے جو اس ننھے سے حسین کوزہ میں نہیں سمو دیا گیا۔ ''زلف عروس'' طرزِ نگارش کے نمونے خاصے نایاب ہیں لیکن یہاں دیکھیے تو صفحۂ بیاض پر جا بجا زلفیں الجھی بکھری پڑی ہیں یہی نہیں بلکہ اقلیمِ قلم کا یہ تاجدار نسخ و نستعلیق کی بھی جھلکیاں دکھا کر اپنے کمال کا لوہا منوا رہا ہے۔

صاحبِ بیاض صرف راگ رنگ ہی کے بادشاہ نہیں روحانیت اور مشکل کشائی کے بھی غواص معلوم ہوتے ہیں۔ جس اعتماد اور بھروسہ کے ساتھ وہ عمل کی طرف رہبری فرما رہے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اس دنیا میں کسی خاص مرتبہ اور مقام کے مالک ہیں طبی نسخے بھی ہیں۔

آخری صفحہ پر شطرنج کی رباحت وحرمت منظوم شکل میں بقلم جامنی نہایت خوشخط۔

۱۱۳۔ مکاتیب العمائید:

تاریخ کچھ افراد کو درازیِ عمر، طویل حیات یا بقائے دوام عطا کرتی ہے۔ جنھیں ذاتی معائدین کے علاوہ انقلاباتِ زمانہ اور گردش بھی مٹانا چاہے تو مٹا نہیں سکتی چند آنکھوں سے اوجھل ہو جانا اور بات ہے۔ سورج شام کو ہماری آنکھوں سے صرف دور ہو جاتا ہے فنا نہیں ہوتا۔

تاریخ ہر دور میں ایسے زندۂ جاوید افراد کو محفوظ رکھتی ہے۔ زیرِ نظر مخطوطہ میں آپ کچھ ایسے ہی زندۂ جاوید افراد کو متحرک ومصروفِ عمل دیکھئے۔

ابوالحسن کی شکست۔ غازی الدین خاں بہادر کا سجدۂ شکر۔ قلعہ پر کامیاب حملہ کی پلاننگ اور فتح کی خوشخبری۔

نویدِ فتح و ظفر چوں بباد شاہ رسید
نوائے عیش و مسرّت بمہر و ماہ رسید

حملہ کی تفصیلات کے بیان میں ایک کتے کی عجوبہ روزگار کارگزاری، جشنِ فتح کی جھلکیاں، ابوالحسن تانا شاہ کے متعلق مورخین نے جو کچھ بھی لکھا ہے اس کے ساتھ ذرا یہ حقیقت بھی دیدنی ہے ''کیمیا نو کر شدن یک ہفتہ پیش ِبوالحسن ...... الخ''

(۲) صحیفہ (مکتوب) خواجہ ہاشم ولد خواجہ قاسم بنواب خان زماں نوشتہ۔

(ب) خواجہ ہاشم کے منظوم خط کا جواب ملاحظہ ہو۔

شب سویدائے دل اندر اشک ناب انداختیم
بے اثر بودایں مے اقیوں در شراب انداختیم

(۳) نواب خان زمان کے جواب کا مطلع

ماز خُم در شیشہ خالی شراب انداختیم

باز زلفِ فتنہ را در پیچ و تاب انداختیم

(۴) از خواجہ محمد ستونی الممالک بنام منجم جلار (۵) از نصیر ہمدانی بنام ملا مظفر حسین (۶) محمد قلی سلیم بنام مرزا اشرف خلف اسلام خان فتح کی خوشخبری کے سلسلہ میں ایک غزل

نوید فتح و ظفر چوں بباد شاہ رسید

نوائے عیش و مسرت بمہر و ماہ رسید

شاید صاحبِ جاگیر کے کاغذات ضرورتاً لے گیا ہوگا باخویش برد کاغذ جاگیر ازیں گماں، کانجا ہمیں معاملہ خواہد جواب کرد، در بوتہ تغافلم انداخت مدتی، چوں زرزِ آتش تلواسم اب کرد، یارب نصیب ہیچ مسلماں دگر مباد، ظلمی کہ ان برہمنی خانہ خراب کرد۔

نواب خاں زماں نے نثر میں جواب دیا لیکن آخر میں جو ایک شعر لکھا بہت بلند ہے غبارِ چشمِ امانی بدافعت نتشت فکردہ آذری برزار معذوری، خاتمہ پر کسی فتنہ کی نشان دہی، ہمچوں چنگیز خان کہ خونریز و ہلاک برستیز ایں خرف فتنہ ایگر قتل عام سرانجامد۔ ایک اور خط بادشاہ ایران نوشتہ، ایک خط میں آصف خاں کے عہد کی تعریف ہے، اصفہاں خورم است وشاد، ایں حفیں عہد کن ندارد دیار، آخری خط محمد قلی سلیم کا خلف اسلام خاں کے نام پورے مخطوطہ میں ملون (رنگین) کاغذ استعمال ہوا ہے ملحوظِ خاطر رہے یہ کاغذ نایاب اور خاص الخاص حضرات کے استعمال میں رہتا تھا۔

خطاطی کا کمال نظر آتا ہے۔ خفی خط پر اتنی قدرت بہت کم لکھنے والوں کو نصیب ہوتی ہے۔

۱۱۴۔ خرقۂ فیضی (کشکول):

ہندوستان کی مسلم دنیا میں دو ہی شاہانِ فکر و قلم ایسے گزرے ہیں جنہوں نے شہنشاہِ وقت اکبر اعظم کو "خدائی" کی غلط فہمی میں مبتلا کر دیا تھا۔ اکبر نے ہندوؤں کی تالیفِ قلوب کے لئے بھی ایسی پالیسی اختیار کی تھی وہ اسے اوتار یا دیوتا سمجھتے تھے اور ان کے یہاں یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ مسلمانوں کے لئے کم از کم آج اس بات کو تسلیم کرنا کہ وہ کسی انسان کے متعلق دعویٔ خدائی کو تسلیم کرتے تھے ایک ناممکن بات ہے لیکن علم و حکمت کے رسیا اور زبان و قلم پر قدرت رکھنے والے بسا اوقات ایسی پگڈنڈیاں ضرور بنالیتے ہیں جس سے شیخ بھی راضی رہے برہم نہ ہو شیطان بھی چنانچہ دربارِ اکبر کا پسندیدہ سلام "اللہ اکبر" تھا۔ یہ بات عام طور پر مشہور ہے ذو معنی ہونے کے باعث خوشامد کے لئے تقرّب کا اچھا راستہ تھا ممکن ہے جو تحریریں اکبرِ اعظم کے ملاحظہ میں گزرنے والی ہوتی ہوں گی ان کا آغاز عین ممکن ہے بجائے بسم اللہ کے "اللہ اکبر" سے ہوتا ہو۔

بارے زیرِ نظر نادر و نایاب تحفہ چونکہ بطورِ خاص "شاہی ملاحظہ" کے لئے نہیں لکھا گیا اس لئے حسبِ معمول "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے آغاز ہے۔ جن بزرگوں کی نظر سے فیضی کے رشحاتِ قلم گزرے ہیں وہ تصدیق کریں گے کہ یہ علامہ فیضی کا اپنا قلم فیض رقم ہے۔

علما، فضلا، اور شعرا وغیرہ اپنی پسندیدہ نگارشات اہلِ قلم کو ایک نوٹ بک میں محفوظ کرلیا کرتے تھے ان منتخبات میں نہ نظم و نثر کی قید ہوتی نہ زبان و فن کی اس لئے کسی صاحبِ بصیرت نے اس مجموعہ کے لئے کشکول کا لفظ استعمال کر دیا ہوگا جو چل نکلا اور خوب مقبول ہوا لیکن علامہ فیضی کی جدت پسندی اور ذہنِ عالیہ کی

رسائی بھی ایک قابلِ داداور نہ بُھلائی جانے والی بات ہے کہ انہوں نے اپنے اس نادر ذخیرہ کے لئے خرقہ کی درویشانہ اصطلاح پسند فرمائی (کشکول ۔ پارہ پارہ اندوختہ اور خرقہ پارہ پارہ دوختہ) علامہ فیضی کی بے نقطہ تفسیرِ قرآن وہ بے مثل ونظیر کارنامہ ہے کہ آج تک کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ لوگ اکبر کے دینِ الٰہی کی تخلیق میں بھی ان دونوں بھائیوں کا نام لیتے ہیں لیکن اسے صرف ''حسد'' و ''رشک'' ہی کہا جاسکتا ہے۔

فیضی کی تخلیقات میں کسی نے اس کشکول کا ذکر نہیں کیا۔ اس کے مندرجات میں چند کا ذکر مناسب ہوگا۔

''ایں رطب و یابس کہ بر طبق عرض نہادہ ام نہُ ہزار بیت وکسریست نمونہ از اقسام شعر من کہ اختلاف طبائع وتفاوت امزجہ شعر شناساں منظور داشتہ اختیار کردہ ام......الخ''

اس میں فیضی نے دربارِ اکبری میں اپنی رسائی کا ذکر کیا ہے۔

''بادشاہ زمانہ اکبر شاہ'' ، کز رخش روز بخت روشن باد، وز بہارش زمانہ گلشن باد، رسیدہ درزاویہ فقر وفنا، گنجیدہ بدریا دیدہ شتافتم و بہ تقبیل پایہ اورنگ والا سر بلندی یافتم، نظری کہ آفتاب بخاکِ چمن اندازد'' وسہیل بسنگ یمن کند بمن کرد عنایاتِ بادشاہی......الخ۔

شجرۃ المنتہٰی پر ایک خطبہ لکھتے ہوئے میر نور اللہ کا ذکر بڑی عقیدت سے کیا ہے۔

عجیب نادر معلومات کا ذخیرہ ہے مثلاً گویند در زمان سلطان حسین مرزا چہار ہزار شاعر معروف بودند۔ از انجملہ چہار صد شاعر بالادست بودند ہر یک داعیہ ملک الشعرای داشتند۔ سلطان حسین مرزا نے اپنے عہد کے چار ہزار شعرا میں

سے چار سو کو صفِ اوّل میں رکھا تھا اس لئے سب ''ملک الشعرا'' ہونے کے دعویدار تھے۔ شاہ نے ملاّ جامؔی سے مشورہ کیا انہوں نے رائے دی کہ سب کو جمع کیا جائے اور جو شاعر مندرجہ ذیل اشیاء کو ایک رباعی میں نظم کردے اسی کو ملک الشعراء قرار دیا جائے (۱) چراغ، ماہ، شبِ چہاردہ، غربال، تیر، فلک، نردبان، ترنج۔ ابھی اعلان ختم ہوا ہی تھا کہ ملاّ بنائی کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔

پیوستہ چراغِ عمر تو بدرِ منیر — غربال صفت سینہ عدوت از تیر
برپایہ نردبان ہمیشہ منہ پائے — وزروئ فلک ترنج دولت برگیر

ایک لطفیہ: ''شاعری پیشِ ملاّ جامؔی میگفت'' چون بکعبہ رسیدم از برائے تیمن ورکت دیوان شعر خود را در حجر اسود مالیدم مولانا گفت کہ ''اگر در آب زمزم میما لیدید بہتر بود''

ایسا ہی ایک دلچسپ لطیفہ ابن مکرم ظریف اور ابو العینا کا ہے۔

منظومات میں عمادؔ اور امیر خسرو کی ایک ایک غزل۔ ''لا ادری قائلہ'' کے عنوان سے ایک شعر۔

خطبہ شجرۃ المنتہیٰ: میر نور اللہ کا ذکر انتہائی عقیدت سے کرتے ہیں۔

نظرباز کتابخانہ راز، عاشق حسن لفظ منی ناز، سرمہ ریز دیدہ اکسیر نگاہاں، شور انگیز ترانہ جنوں کاماں، زباندان اشارہ ابرو، فریب بند چشم جادو، چہرہ پرداز صفحہ دوستی۔ صورت حقیقت شناس وحق پرستی، گوہر سلسلۂ آل عبا، ہادی طریقہ ائمۂ ہدیٰ، آگاہ دل دل آگاہ میر نور اللہ.....الخ

سولھویں ورق پر ایک آدھی سے کم لائن قلم زدکی ہے لیکن ایسی کہ قلم زد حصہ پڑھا جاسکتا ہے برخلاف اس کے سترھویں صفحہ پر چند الفاظ کو ایسا قلم زد کیا ہے کہ

پڑھا نہیں جا سکتا۔

ساڑھے تین ضرب سات انچ کے خوبصورت سائز پر یہ علامہ فیضی کے قلم سے بکھرے ایسے موتی (۴۴ صفحات) ہیں کہ دیکھ کر آنکھوں میں نور بڑھتا ہے ان کی اپنی زبان سے تعارف سنیے۔

''ایں مجموعہ را کہ کتاب ارشاد صاحب فراستاں وعبادت خانۂ معنی پرستاں ست زینت ترتیب وادہ بہ پیوند ایں نسبت کہ رقعہ رقعہ مطالب وقطعہ قطعہ مقاصد بر دوختہ دار دخرقہ نام نہادہ۔''

(مقطع میں آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات۔ پاکستان نیشنل میوزیم کے اربابِ ذوق ونظر نے اس گوہرِ نایاب ونادر کے لئے صرف دو ہزار روپیہ پیش کئے جبکہ وہ اپنے تمام تر اعلیٰ ذرائع سے یہ تصدیق فرما چکے تھے کہ یہ فیضی کا اپنا ہی فیضِ فکر وقلم ہے)

۱۱۵۔ بیاضِ کمالؔ فارسی:

ایک مختصر سی بیاض ہے کسی خوش عقیدہ مسلمان کمالؔ فارسی کی۔ محتویات میں ایام ہائے نحس وسعد اور کس مہینہ کی کس تاریخ ائمہ اثنا عشر کی ولادت ووفات واقع ہوئی۔ ایک نسخہ قوت باہ کا ہے۔ شاعر اپنا تخلص کمالؔ فارسی استعمال کرتا ہے۔ جن سے مقابلہ کی ایک مثنوی منظوم ہے۔ کسی جنگل میں دورانِ سفر حضرت علی علیہ السلام اور مالکِ اشتر سے ایک اژدہے اور ایک شیر سے مقابلہ ہوتا ہے یہ از قسم اجنہ تھے۔ غرض یہ ایک طویل مثنوی ہے۔ آخر میں ایک محبت کا عمل ہے جو شیخ محمد علی ہمدانی سے منقول ہے اور اس تحریر سے یہ عقدہ بھی وا ہو جاتا ہے کہ یہ تحریر ۱۱۰۸ء کی ہے۔ کاتب کا تعلق غالباً مرشد آباد سے تھا۔ ایک فقیر کا ایک نسخۂ باہ۔ بخار وغیرہ منقول از جناب خان صاحب قبلہ محمد حسن خاں، سوراخ مقعد کا ایک نسخہ'' در مرشد

آباد از فرنگی حکیم بفقیر تعلیم نمود"

ہندوستان سے باہر کہیں ایک طویل عرصہ تک رہنا پڑا تو کہتا ہے۔

بگیرید زنجیر اے دوستاں
کہ تنگم کند یادِ ہندوستاں

۱۱۶۔ بیاض مقبلؔ:

اغلب قیاس یہی ہے کہ اگر جناب مقبلؔ خود خوش نویس تھے تو یہ بیاض ان کے اپنے قلم کی عجوبۂ یادگار ہے۔ جناب مقبلؔ کی محبت اہلِ بیتؑ ایک مثالی چیز ہے۔ بیاض خطاطی وفن خوش نویسی کا اعلیٰ درجہ کا بہترین شاہکار ہے۔ مالک نے بے احتیاطی سے رکھا اس کے باوجود تحریر کا حُسن فن کی بلند تر چوٹیوں تک رسا ہے بذاتِ خود ایک عجوبۂ روزگار ہے۔ اگر ایسا نہیں تو یہ ایرانی قلم کا شاہکار ہے۔

طب سے دلچسپی کا تعلق ایک نسخہ سے ظاہر ہوتا ہے جو جمیع اعضا کے درد کے لئے نافع ہے۔ اس کے بعد ایک نسخہ غالباً سرفہ کے لئے اس کے بعد انتخاب منظومات ہے آب خوردگی نے رونق چھین لی لیکن فنِ خطاطی معیار کی اعلیٰ ترین بلندیوں پر ہے۔ پانچویں صفحہ کا عنوان ہے "داقعہ مقبل" عنوان قائم کر کے چاہیے تو یہ تھا کہ کچھ اپنے متعلق کہتے لیکن پورا منظومہ وقفِ کربلا ہے۔ دوسرا عنوان مرثیہ مقبل و رباعی۔ مناجات۔ کاتب اعلیٰ درجہ کا خطاط وخوش نویس ہے۔ مخطوطہ کے خاتمہ پر بتاریخ شہر محرم ۱۲۲۵ء تحریر شد۔ اندازِ قلم بہر حال ایرانی ہے۔

۱۱۷۔ عبداللہ ہاتفی:

ہاتفی کے متعلق "المنجد" مشہور عربی لغت کا بیان ہے شاعرِ ایرانی توفی ۱۵۲۱

عیسوی لہ ظفر نامہ او تیمور نامہ وفید شاذبذکری تیمور وفتو حاتہ (عجیب تبصرہ ہے)۔

المنجد نے جو تصویر پیش کی ہے اس کی وضع قطع سے تو معلوم ہوتا ہے ''قلندر تاجدار'' تھے۔ المنجد نہایت مستند لغت ہے۔ اس کے بیان کے مطابق ۱۵۲۱ عیسوی سنہ وفات ہے۔ پانچ صدیاں سمجھ لیجئے اس تبرک کو ہم نے جس طرح سنبھالا ہے یہ بھی لائقِ داد ہے۔ حمد ونعت کے بعد سید قاسم قدس سرہ کی مدح اس بات کی غماز ہے کہ یہ بزرگ جنابِ ہاتفی کے پیر ومرشد ہوں گے۔ اس صفحہ کے حاشیہ پر خورشید جنگ بہادر کی مُہر میں ۱۱۷۶ صرف پڑھا جا سکتا ہے۔

اس میں عام قصوں کے علاوہ نوفل کی جنگ کا ذکر بھی ہے۔ یہ غالباً عام کتابوں میں ذکر نہیں ملتا کہ لیلیٰ اپنے قافلہ سے جدا ہوگئی ایک بیاباں میں اسے مجنوں ملا۔ ابن السلام کا پیغام اور نوفل مجنوں کے قبیلے کی جنگ غرض اس کے بعض مندرجات مزید تحقیق کا دلچسپ دروازہ کھولتے ہیں۔ اسکالرز کے لئے اچھا موضوع ہے۔ عناوین میں زمرّدی سیاہی بھی استعمال کی گئی ہے۔

۱۱۸۔ عہدِ فرخ سیر کی تاریخ ساز یادداشتیں:

فرخ سیر کا دور سندھ میں بطور خاص کچھ زیادہ ہی قابلِ ذکر رہا۔

فریاد کی کوئی لَے نہیں ہے
نالہ پابند نے نہیں ہے

تحریر کی دنیا میں بیاض بھی ایک ایسی جنسِ نگارش ہے جو موضوع، زبان، قلم کاری وغیرہ قسم کی پابندیوں سے آزاد ہے۔ جب جہاں جو جی میں آیا لکھ دیا نہ خطاطی کا جبر وقہر۔ نہ نظم ونثر کی قید۔ کہیں اپنی تخلیقات کہیں دوسروں کے نتائجِ فکر د قلم نہ خفی وجلی کی بندش۔ غرض علم کی ایک چھوٹی سی محدود دنیا ہوتی ہے۔

زیرِ نظر مخطوطے کا متن بھی ''تعریفِ بیاض'' سے شروع ہوتا ہے۔ حواشی پر بھی خطبہ بیاض'' اور آخر تک تمام کی تمام نگارشات میں ''بیاض یا خطبہ بیاض'' کا رنگ موجود ہے۔ پہلا ورق موجود نہیں دوسرے کا ''تعریفِ بیاض'' کی سرخی سے ہوتا ہے۔

''ایں بیاضیست چوں سواد زلفِ دلآویز بتاں مشکیں سلاسل زنجیر تہ پائے دل اہلِ حال وصحیفہ ایست مانند صفحۂ جمالِ خوباں مہر گسل خانہ سوز کلفت، کلفت و ملال، بر ہر صفحہ اش و امیست کہ صیاد خرد برائے صیدِ مرغان متعالی کشادہ و در ہر ورقش آئینہ ایست......الخ۔

حاشیہ پر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایضاً خطبہ بیاض (متن) اے ذکر تو گل روش بازار سخن، رنگین ز تو شاخ و برگ گلزار سخن الخ۔ اختتام خطبہ حاشیہ۔

''والسلام بتاریخ ششم محرم الحرام ۲ فرخ شاہی در قصبہ پاتھری در وقت صوبیداری امارت پناہ نیما راجہ در تحریر آمد۔

(حاشیہ) ایضاً خطبہ: ایں بیاضیت کہ گوئی سواد خط سرنوشت آزادگان ونسخہ ایست مجموعہ زلف پریشان خوباں الخ خاتمہ بتاریخ ششم شہر محرم الحرام ۲ فرخ شاہی۔

متن کا سلسلہ خاصا طویل ہے اور تیرھویں صفحہ پر خاتمہ کا شعر یہ ہے

سفینہا کہ بہ بحرست دیدہ اند بسی

سفینۂ کہ دز کر ہا بود انیست

اس کے بعد متن شنجرفی: مکتوب پادشاہ مصر بشریف حسن۔ یہ عربی زبان میں صرف تین سطریں ہیں جواب شریف حسن شنجرفی: صرف ڈیڑھ سطر عربی۔

اس کے بعد رقعہ طالب کلیم (شنجرفی) صرف سات سطری خاتمہ ''انتظام مدہ

کہ آتش و آب'' نکند انچہ انتظار کند والسلام (کیا پیارا شعر ہے) بتاریخ ۶ شہر محرم الحرام ۳ ھ فرخ شاہی ۳ در قضیۂ پاتھری

اس کے بعد جو تحریر ہے اس میں شیخ کھوکھر (کوکر) کی شکست کا تفصیلی تذکرہ ہے۔

پھر کسی اور مخالف کے متعلق خبر محقق شد کہ گرگین بعض در موضع کلاں نشستہ ست اس سلسلہ میں شعر ہے۔

کبوتر کہ پہلو زند باعقاب
بقصدِ سرِ خویش دارد شتاب

اور آگے بڑھ کر سلطان محمود با بلو خاں کی شکست کا ذکر ہے۔

اور آگے بڑھ کر رستم برلاس۔

کچھ اور آگے یعنی چھ صفحات رستم برلاس کے بعد ''حصار حصین'' کا ذکر۔ بڑی پیاری بات کہی ہے۔ غافل از انکہ بخار پیشانی بیثر خاریدن و باخرطوم فیل بازی کردن در ہلاک خویش کشیدن الخ۔

اور آگے بڑھ کر شیخ منور ظلمت شعار و شیخ سعد نحوست آثار...... چوں مدت محاصرہ شش ماہ متمادی شد...... الخ اور آگے بڑھیے تو۔

''از صدق نیت وصفای طویت در قبہ منور مرقد شیخ فرید شکر گنج قدس سرہ امتمداد ہت نمود''

''دبدست نیاز کنج رحمت الٰہی و ذخار فتوحات نا متناہی انداخت...... اں بد فرصتاں''

''از بیم جان وخاطن و مان خور ابدرود کروہ گرتخیند الخ۔

ایک جگہ مولانا ہبتہ اللہ کا ذکرِ خیر بھی ہے۔ ایک اور کسی جنگ کا حال ''از

اطراف وجوانب بآہنگ جنگ ایک المناک واقعہ کی جھلک بھی دیکھیے۔

"صاحب قرآن سرفراز دران مصیبت جگر سوز جاں گداز باسوزِ اندروں و دل پُرخوں زبانِ ہمایوں بکریمہ ان للہ وانا الیہ راجعون بیاراست۔

دو چشم برہ بود گفتم مگر زفرزندِ دلبند یابم خبر
گمانم نبود از سپہر ایں گزند کہ تابوت از راہ دور آورند

آخری صفحات پر ملک عزیز الدین رانکبت اد باردامن گیر شد بر حصانت قلعہ و شط اعتماد نمودہ سخن قبول نکرد۔ خرد داند نکرد۔ خرد داند کہ بنیاد کہ بر آب لہٰذا استوار نیاید......الخ۔

خاتمہ: در جواب معذرت یکے از ارباب استعداد کہ مجموعۂ اشعار را گرفتہ گم کردہ بود ملا عرفی نوشتہ......الخ۔

آخری صفحۂ حاشیہ: نقل نشان والا شان سلطان جہاں و جہانیاں صدف سلطنت رابہادر۔

متن (۱) صاحب قبلہ اخلاص دوستاں سلامت! بعد ابراز لوازم بندگی و تسلیمات......الخ

(۲) عنوان شنجرفی ۔ علامی سعد اللہ خان! نگاریں نامہ نشاط انگیز و رنگین صحیفۂ انبساط......الخ

(۳) عنوان شنجرنی ۔ شیخ ابو الفضل! عزیز من حرص در ترقی عمر در تنزل رحلت..الخ

صفحات ۲۷۔ اعلیٰ درجہ کا کاغذ، جداول ڈبل طلای شنجرفی وسیاہی وطلائی۔ کہنہ مشق خطاط کا قلم۔

۱۱۹۔ منقبتِ خاتم الانبیاء ﷺ

بحرِ طویل میں سخن گوئی ہر کس و ناکس کا کام نہ تھا اب تو یہ صنف ناپید ہی ہے لیکن پہلے بھی یہ صرف اساتذہ کا حصہ تھا اور اس کے پڑھنے کا لطف بھی اسی وقت ہے جب قاری بے تکان رواں دواں ہو جیسے طغیانی کا بہاؤ مثلاً۔

قصہ کوتاہ کہ ناگاہ یکی شیر عظیم آمد و بگرفت سر راہ نبی را چنین نعرہ بر آورد کہ مجموع ملائک زِ سماوات بہم خوردہ بسی خوف نبی کرد دگر رہ بند الخ۔

ایک قصیدہ جناب شمس تبریز کا۔ آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

اعوذ باللہ من الشیطانی بسم اللہ الرحیم و رحمانی

تبارک ذوالعلا و الا متنانی تعالٰی جدہ عن ذالمکانی

خاتمہ۔ دعا گوی تو شمس الدین تبریز الخ یہ قصیدہ باون اشعار کا ہے۔ یہاں تک جلی قلم استعمال کیا گیا ہے خوش خط ہے۔

اس کے بعد خفی قلم سے ایک صفحہ پر پچاس کے قریب اور دوسرے صفحہ پر اس سے زیادہ خفی قلم نہایت خوش خط آب خوردہ جس کا پڑھنا طاقتور اور جوان آنکھوں کا کام ہے۔

اس کے بعد ایک اور قصیدہ مرشد فلک زغلغلہ چوں نوبت خروش۔ یہ پچھتر اشعار ہیں اور محتشم کاشی ان کا خالق ہے۔

خموش محتشم کہ ازیں شعر گریہ خیز دریا ہزار مرتبہ گلگوں خضاب شد

آب خوردگی نے آب و تاب اور سیاہی کی چمک دمک ضرور چھین لی لیکن کمالِ خطاطی کی نوک پلک بہر حال داد طلب ہیں۔ اعلیٰ درجے کا ایرانی قلم ہے۔ اس کے بعد ایک نسخہ بجہتہ کست بن دندان نست یہ انتیس اجزا کا ذکر غالباً منجن کا نسخہ

ہے اس نسخہ کے ذیل میں وضاحت کی گئی ہے ''حسبِ خواہش مخدومی مرزا احمد خان......رشد''

اس کے بعد کچھ نقوش ہیں طریق مولوی سندی۔ طریق کتاب مکارم الاخلاق۔ صحیح برانداختن اگلا صفحہ پھر منظومات۔ چوں نقش کہ اے پیر خردمند، سخن خوش کفت امالب فرد بند۔ یہ اڑتیس اشعار خفی قلم نہایت خوش خط اس کے بعد رباعیات کا سلسلہ ہے صرف ایک پر مولوی جامی لکھا ہے ممکن ہے چاروں ان ہی کی ہوں۔ اس کے بعد سلسلۂ نثر ہے یہ بھی نہایت خوش خط...... ''در ہر ماہ دو روز کس مت...... پس عاقل باید دریں ایام متوجہ امری نگردد'' اس کے بعد تفصیل ہے پھر خواب کی تعبیر حاصل کرنے کا طریقہ قرآن کی مدد سے۔ خاصا پیچیدہ ہے۔ اگر خواب اندیشناک ہو تو اس کی اصلاح اور رفعِ نحوست کے لئے مخصوص آیاتِ قرآنی کا ورد۔ طحال کے لئے ایک طلسم

اس کا ایک عنوان ہے درباب چگونگی وقائع ہر سال۔

اب خاتمہ۔

تمت بعون الملک الوہاب فی التاریخ پنجم

رمضان المبارک ۱۱۷۳ من محال آغچہ

۱۲۰۔ بعض نسخے جدید القلم:

برائے ہرگی، دمہ، دق، امساک، ادرار وطمث، غماد برائے بواسیر، پیچش، برائے ٹاپ مٹی، بدن پر آتشک جیسی پھنسیاں ہو جائیں تو۔ جدید الخط۔ ۱۴ صفحات چھوٹا سائز۔

۱۲۱۔ بیاض دل گیر:

سترہ (۱۷) بند کا ایک مخمس منقبتِ اہل بیت علیہم السلام میں۔ حضرت مسلم بن عقیل کے حال کا نوحہ ۷ شعر، حضرت ختمی مرتب ﷺ سے متعلق ایک نوحہ (۱۹ اشعار)، ایک نوحہ بیمار کربلا حضرت سید الساجدینؑ سے متعلق (۱۶ اشعار)، حضرت فاطمہ صغریٰؑ سے متعلق ایک نوحہ (۱۶ اشعار)، حضرت علی اکبرؑ سے متعلق ایک نوحہ (۵، اشعار)، حضرت علی اصغر (۷، اشعار)، نوحہ بہ زبانِ حضرت سکینہؑ (۸، اشعار)، حضرت علی علیہ السلام کی شہادت سے متعلق ایک نوحہ: عرش لرزاں بودامشب، نبی نالاں بودامشب، کچھ رباعیات: فکر سر زلف تو مرا بے سروپا کرد الخ (۳) اں چشم ندارم کہ بخو رابت بینم۔ الخ (۴) ما کشاد کار خود در عقدۂ غم دیدہ ایم (۵) یقال بعیر الشعر فی المارجتہ، اذا الشمس حاذتہ فقلتہ کذبا الخ (۴، اشعار عربی) بمعائے حساب حضرت علی علیہ السلام، برند نام تو چوں در جوامع الملکوت، بقدر مرتبہ ہریک زجا بلند شود۔ منیری کسی کز آرزوی طرہ ات ابر خونشین بپچد عرفی، ایں بارگاہ کیت الخ (۶ شعر) مولوی جامی: بسوی کعبہ رود شیخ و من بسوی نجف... الخ۔ سید عبد الولی: عذاب قبر سے دے گا نجات عشق علی الخ رباعی اس کا آخری شعر دیدنی ہے

تا شدہ خاک نجف آرام گاہِ بو الحسن
عرش گوید ہر زماں یالیتنی کنت تراب

مولوی جامی خورشید صفحۂ لت کہ از زر نوشتہ اند، دروی ہمہ مناقبِ حیدر نوشتہ اند، شرح شجاعت اسد اللہ غالبت، ایں خط کہ برجبینِ غضنفر نوشتہ اند چار رباعی

بلندی فکر کی مواج، لیکن شاعر کا نام نہیں پھر رباعیات: تا کے بزلف راہ دہی پیچ و تاب را۔ الخ نگارمن نہ دہد دست اگر خضاب شوم الخ اجل کجاست کہ برہم زنیم سلسلہ را۔ الخ۔ بیا کہ صبح سعادت دمیدہ می آید الخ دو تین صفحات پر مزید رباعیاں ہیں پھر نوحوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

شہ کے لاشہ پر کہے رو رو پٹک سر مظلوم سکینہؑ

دس اشعار پھر نوحوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے دو تین نوحوں کے بعد کلام شاہ راجو قتال۔ ہر مہینے کا چاند دیکھنے کے بعد کیا دیکھنا چاہیے۔ صرف چار شعر۔ دور تک نوحے۔ مناقب وغیرہ ہیں لیکن تخلص ندارد۔ آخر میں ایک جگہ سعادت علی خاں کی مدح میں وزارت پر فائز ہونے کی تاریخ...... کہ گوی سعادت زگیتی ربود: ۱۲۲۹۔ مولوی مبین کی وفات پر...... ریاض شرع بے رونق شدآہ: وفات مخدوم صاحب: بہ جنت الفردوس ۸۲۴: وفات امیر خسرو ۶۷۵: طوطی شیریں مقال باجے راو کی تاریخ نہایت دلچسپ ہے۔ بھاگا چوتڑ بجا کے قید ہوا، سال تاریخ باچے تہو تہو ہو ۱۲۳۳۔ تاریخ گوئی میں مہارت کی اور چند مثالیں۔ وفات مولانا جامی، کاشف سرالہ ۶۹۷۔ وفات خواجہ حافظ۔ خاک مصلا ۷۸۲ محبوب سبحانی: سنفش کامل ۹۱ و عاشق ۷۱ تولد، دصالش داں تو معشوق الٰہی ۵۷۱، امام شافعی، امام فاضل و عالم محمد ادریس کہ درفنونِ شریعت کسی کسی بنودش بار، ولادتش صد و پنجاہ۔ عمر پنجہ و چار، وفات یافت زہجری دو دیست پو چار۔ مرزا جان جاناں...... گزشت ازدارِ دنیا مظہر کل: ایک صفحہ عبارت آرائی کا نمونہ...... قال خلیفہ حسن علی من مادھورام...... الخ۔

۱۲۲۔ نقل خریطہ

کہ ہمراہ 'لو' صاحبِ آمدہ بود۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ناخداؤں نے جو خط لارڈ ڈلہوزی کو ۱۲۶۹ء میں بھیجا تھا۔ شروع ہی میں کہتا ہے ''اکثر امورات معما (   ) راز بانی گزارش خواند کرد''۔ سرکارِ عالی نیز صاحبِ موصوف را ''دلو'' دگروہ اطاعت شعاراں وفرمانبرداراں متصور فرمودہ ملاقات تخلیہ جا کیبد ہند......الخ۔

اس خریطے کی عبادت میں جہاں جہاں پوائنٹس کا اظہار مقصود ہے وہاں ''قلم'' کا لفظ استعمال ہوا ہے آخر میں ۱۲۷۶ء فیض الدین کی یادگار ایک طبی نسخہ ہے۔ متن میں جہاں پوائنٹس کی نشان دہی مقصود ہے وہاں ''قلم'' اول۔ دویم......الخ کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

۱۲۳۔ بیاض مختلف القلم:

اس بیاض میں مختلف ومتفرق تحریروں کو یکجا کر دیا گیا ہے لیکن ہر تحریر اپنی ذات میں ایک خاص اہمیت کی مالک ہے مثلاً شروع میں کچھ کتابوں کی فہرست ہے تفسیر وفقہ وحدیث وغیرہ سے متعلق دوسرے صفحہ پر کسی ملعون نے ٹیپو سلطان جیسے اسلام کے بطل جلیل کے لئے تاریخی فقرات جمع کر کے اپنی خباثتِ نفس اور اصل ونسل کو آشکار کیا ہے۔ مثلاً تپ تپ رفت ۱۲۱۹ یہ اور اس سے بدتر فحش پایہ تہذیب سے پست ترین درجہ کی تواریخ کے مادے پیش کرنا اپنی حقیقت وحیثیت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔

متن کی حد تک حضرت علی علیہ السلام کی مدح میں دو قصائد نظم کیے ہیں۔ شاعر نے اپنا نام لکھنے کے بجائے آخری شعر عربی میں "سلام اللّٰہ یا مولی علیکم حیاتی حبکم قلبی لایکم" خاتمہ پر وضاحت کرتا ہے۔

دفعہ دوم بعد از گم شدن بیاض نوشتہ شد دہم شہر صفر روز شنبہ ۱۱۷۶

اس کے بعد نزولِ باراں کے لئے ایک رباعی

یارب سبب حیاتِ حیواں بفرمت وز خوانِ کرم نعمت الوال بفرست

وز بہرِ لبِ تشنۂ اطفال نبات ازدایہ اَبرِ شہر باراں لفرست

اس کے بعد ایک قصیدہ مرزا داؤد مستولی سے منقول۔ یہاں تک تحریر خوش خط اور اچھے اشعار پر یہ سلسلہ ختم کر کے قصیدہ ختم کر دیا ہے۔

اس کے بعد کلام کا عنوان ہے "لجمال صاحب" مخمس کلام ہندی من ایجاد۔ اس کے بعد اہلی شیرازی کا قصیدہ پھر علاجِ دردِ چشم کا نسخہ۔ عربی میں ایک رباعی منسوب بصاحب الامر علیہ السلام اس رباعی کے خاتمہ پر ۱۸ ربیع الثانی ۱۱۹۶ تاریخ درج ہے۔ عربی تحریر خوش قلم ہے جبکہ دردِ چشم کے دو نسخے بد خط تحریر میں ہیں۔ ایک اور نسخہ آشوب چشم کا۔ ایک روایت حضرت ابوبکر سے منقول تقسیم حجرہ کے سلسلے میں پھر ایک منظومہ ملا حیدر، شد عمر ہا کہ دادی غم منزل بلعت پھر فاتح کا کلام اس کے بعد مرشد قلی خاں مخمور ۹ شعر پھر تین اشعار تا سر بسر از درد غمش جنک نکری، بانالہ عشاق ہم آہنگ فکروی پھر حضرت علی علیہ السلام کی شان میں رباعیاں اگلے صفحہ پر ایک قصیدہ اور تاریخ تحریر ہفتم شہر صفر ۱۱۹۹ ہے ایک نہایت ہی نایاب چیز شوکت کا کلام عرفی کی زمین میں (از درِ دوست چگونم بچہ عنوان رفتم، ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم) شوکت ایں ترک ادب چند دعا میگوید، تابا

فلاک شوم دست وگریباں رفتم، افسوس کہ باقی صفحہ وصلہ زدہ ہے اور آخری سطر ایں چہار قصیدہ خط مرزا (جلادیا) اصفہانی ہفتم شہر صفر ۱۱۹۹۔ اس کے بعد بھی سرنامہ و صلہ زدہ ہے اگر ایں تیغ فتح آرا برآری، تنجیر دو عالم دست داری یہ چھ اشعار ہیں باقی وصلہ زدہ۔ پھر ملا ظہوری کا ایک شعر افتخار۔ سید نوازش خاں: آخری صفحہ پر "من کلام سید صاحب" جو کہ تری نرگس بخور کا مخمور ہو، چشم انجم دیدہ خور اس کے آگے کور ہو۔ ایک اور غزل دل داغِ غم سے لالہ نمت داغ دار ہے الخ۔ چھوٹا سائز چھ انچ ۱۳ انچ، نہایت خوش خط۔

۱۲۴۔ فیوضات صائب بقلمہ:

ان کا پورا نام محمد علی تھا۔ تبریز، اصفہان کے صفِ اوّل کے تاجروں میں آپ کے والد کا شمار تھا۔ نہایت صاف دل، ہر ایک کے دوست، فن شعر میں اساتذہ کی صف میں شمار ہوتا، تھا نہایت وسیع القلب و پاک طینت انسان تھے، جوانی ہی میں ہندوستان آگئے تھے ظفر خان نے بڑی پذیرائی کی۔ آخر میں اصفہان چلے گئے۔ سخن گوئی کا یہ حال تھا کہ کم از کم ایک سو بیس ہزار اشعار یادگار چھوڑے تذکرہ نصر آبادی مطبوعہ ایران نے نمونۂ خط کا فوٹو دیا ہے ملاحظہ ہو۔

۱۲۵۔ منظوم تہنیت از: سیّد احمد علی شہید دہلوی

نے میر جعفر علی خاں بہادر کی خدمت میں ۵۶ اشعار کی منظوم تہنیت عید پیش کی ہے۔ نہایت خوش خط و دیدہ زیب۔ ممدوح غالباً اولاد نرینہ سے محروم تھے اس لئے بطور خاص دعا ہے۔

خدا عطا کرے فرزندِ یوسفِ ثانی

۱۲۶۔ بیاض منظوم، جویا، شوکت، شاہ طاہر دکنی، صفی علی خاں دیوانہ:

یہ شعرا سب عجمی زبان فارسی ہیں جبکہ تین شاعر فارسی نہیں بلکہ خالصتاً پشتو معلوم ہوتے ہیں اس کے بعد آخری خالص عربی نہایت خوش خط دس اشعار۔ پھر اسمائے ائمہ ھدیٰ علیہم السلام عربی نسخ تحریر نہایت باکمال خط کا کارنامہ ہے۔ پہلے ہی صفحہ پر ''روز پنج شنبہ'' شہر محرم الحرام ۱۲۰۱/۱۱۹۹ تاریخ پڑی ہے لیکن شوکت سے منسوب جو دعا ہے اس کا کوئی اور نسخہ کہیں نظر نہیں آتا ہے۔ چھ انچ، ۱۰ انچ سائز کاغذ بھی زرد یعنی ابتدائی دور کے غیر پختہ ملون کاغذ کے استعمال کا زمانہ تھا۔

۱۲۷۔ بیاض قلمی (غزلیات) انتخابِ کلام اساتذہ شعرا:

اس انتخاب میں پوری پوری غزلیں جن بزرگوں کی ہیں وہ ہیں شاہ شجاع۔ میر مرتضیٰ الہام، قلی خاں، نواب عبدالرحمٰن خاں سلمہ، جلال امیر ایک شعر میں کاتب نے ''زلف عروس'' انداز خط کی جھلک بھی پیش کی ہے ایک عنوان ہے ''در بنگاہ عرف برہم پوری یادگار تنزیل بیگ چیلہ بادشاہی شوکت، حیران، فائض ایک نسخہ جلاب فرمودہ میر حبیب اللہ ایک اور نسخہ حب بلادر از حکیم شرف الدین مجربہ مخدومی حبیب اور سلمہ اللہ جہۃ دفع ہر نوع جذام نسخہ گفتہ میر ہادی اس کے بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایں نادر مجموعہ اقسام سخن گلہائے کلام او بود الخ اس کے بعد مولانا سوادی کا تعارف کہ سواد سخنش سرمہ دیدہ اولوالابصار ست۔ زنی در سواد احمد آباد خواستہ و سرمہ مواد ابوحہ دریافتہ پیوستہ بصحرا گشتی و دعویٰ ہم صحبتی خضر علیہ السلام کردی الخ مسلسل ۱۲ صفحات نثر ۱۳ ویں (تیرھویں) صفحہ پر پھر منظوم انتخاب ''دیکھی از اعزہ انتخاب قلمی نمودہ'' اس صفحہ پر لراقمہ کے ذیل میں بیس اشعار کا ایک

قصیدہ سعد اللہ کی تعریف میں ہے۔ تخلص جس شعر میں صرف کیا محترم تا کجا تو مدح کنی اسم او ساز حرز جان حزیں آخری صفحہ پر کچھ تاریخیں مثلاً تاریخ وفات غوث الصمدانی محبوب سبحانی: معشوق ۵۱۶۔ تاریخ رحلت ٹیپو سلطان: شمشیر گم شد ۱۲۱۳ ٹیپو بوجہ دین محمد شہید شد۔ تاریخ انتقال نظام علی خاں مستوجب بہشت ۱۲۱۸ محمد ملتانی سردار الملک امجد الملک۔ ناصر جنگ شہید۔

۱۲۸۔ مجموعہ کلام: تاباںؔ، حجامؔ مقبلؔ (ہفت کواکب) آبروؔ، مشتاقؔ، شاعرؔ، تجلیؔ، کنّا بیگم، عماد الملک، محمد شاکر ناجیؔ، کوکل تاش خاں، فغاںؔ، یقیںؔ، سکندر۔ آبرو۔

۱۲۹۔ رباعیاتِ رحیم:

ایک سو اسی (۱۸۰) فارسی رباعیات کا مجموعہ ہے صرف آخری میں تخلص ''رحیم'' صرف کیا ہے۔

بماند رحیمؔ ایں سخن یادگار
کہ آخر نصیحت بباید سبکار

آخری صفحہ پر رباعیات نہیں بلکہ ۱۰ اشعار (فردیات) ہیں۔ اکثر رباعیات میں مناجات کا انداز ہے۔ فن پر قادر اور مذہب پرست ہے۔ قدامت کے متعلق کاغذ زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ نشیب و فراز نے رنگ و روپ چھین کر صرف تمازت زدگی چھوڑ دی۔

۱۳۰۔ ایک مختصر بزم سخن:

ریختہ کی یہ ایک نہایت مختصر محفل ہے (تقابلی مطالعہ)

میر جولاںؔ: چشمِ دریابار نے کی اِن دنوں تسخیر موج الخ (پانچ اشعار)

ایماںؔ: کون جز چشمِ حباب آب محرمِ تحریرِ موج (نو اشعار)

ارماںؔ: چشم نے جب اشک کے طوفاں سے کی تعمیرِ موج الخ (سات اشعار)

فرصتؔ: جبین پیشانی تری دیکھ کر تصویرِ موج؛ لخ (چھ اشعار)

مرزاؔ جان علی: صرف ایک شعرِ مرزا صاحب شریکِ مشاعرہ نہیں ہیں۔

چند اشعار اور ہیں جن کے قاتل کا پتہ نہیں چلتا۔ کاتب نے اپنا نام ''نیاز بہادر عرف فضل علی'' لکھا ہے۔

۱۳۱۔ قلمی بیاض (منظوماتِ قاسمؔ اور فغاںؔ)

پچاس ۵۰ صفحات پر مشتمل مندرجہ ذیل تخلیقات ریختہ قاسمؔ، فغاںؔ،

اے پری نام خدا تیری سجاوٹ خاصی
قہر چھب جس پہ ہے انگیا کی کساوٹ خاصی

اس کے علاوہ حاتمؔ کا کلام خوش خط۔ تاریخ وفات نظام الملک آصف جاہ ثانی۔ فتح جنگ، ظفر الدولہ، ایں بیاض بتاریخ سیزدہم ماہ ذی الحجہ ۱۲۰۰۶ تیار شد۔

ذرا نزاکت ملاحظہ ہو۔

نبض نہ دیکھ اے طبیب ہاتھ گھما اور موا ...... الخ

یا

ناصحا اُٹھ مری بالیں سے کہ دم گھٹتا ہے

۱۳۲۔ قلمی بیاض (کلامِ ہمایوں بادشاہ)

تحریر خاصی بدخط ہے لیکن کلام ہمایوں بادشاہ

ال نہ سرویست کہ درباغ سرافراختہ ست

کلام عالمگیر دیگر دد بدہ دوری قرداز عالمگیر بادشاہ: بگرد دیدہ دوروی درخت ہائی مزہ، نشاندہ ایم کہ خیال توراہ کم سکند۔ ایک کبت۔ الماس علی خاں کبت الماس علی خاں ہندی۔ کبت سبکر ابہارکا۔ ایک اشلوک بندکل چند۔ تحریر بڑی خراب ہے ایک اشلوک ہے۔

۱۳۳۔ علاؤالدین حسن گنگو بہمنی یا مکاتیبِ شاہی:

وہ اوّلین مسلم بطل جلیل اور سلطان عظیم ہے جس نے آٹھویں صدی ہجری میں ہندوستان کے جنوب میں اسلام کا عظیم پرچم ایسا نصب کیا جو آج بھی لہرا رہا ہے۔ اس کی زندگی کے بعض ذاتی اور نجی معاملات و معمولات کو بھی تاریخ نے اپنا ایک جزو بنا کر محفوظ کرلیا مثلاً۔

(۱) ایک بیوی کے سوا دوسری شادی نہ کی۔

(۲) اسلامی سکہ جاری کیا۔

(۳) شعائر اسلامی کو حکومت کی سطح پر رائج کیا۔

(۴) دکن میں ''ستی'' کی رسم کا بلا تشدد خاتمہ کیا۔

(۵) مسلم و غیر مسلم مساکین و یتامیٰ کی شادیاں شاہی خرچ پر کراتا تھا۔

(۶) اپنے عہد میں کسی برہمن کا خون نہیں بہایا۔

(۷) کبھی کسی ہندو معبد کی بے حرمتی نہیں کی۔

رعایا خوش، مملکت خوشحال و آباد ہر طرف امن و امان کا دور دورہ جب اسے فتوحات کا شوق ہوا تو دربارِ عام منعقد کر کے امراء و اراکین سلطنت سے ذکر کیا کہ آگرہ و گوالیار سے ہوتے ہوئے دلی تک فتح کرنے کا ارادہ ہے۔

ملک سیف الدین غوری وکیل السلطنت نے مشورہ دیا کہ ایک دم دہلی کی طرف کوچ کرنے کے بجائے پہلے دکن کے راجگان ومہاراجگان کو حلقۂ بگوش باج گزار بنانا مناسب ہوگا۔

تجویز معقول تھی مقبول ہوئی۔عماد الملک تاشقندی، مبارک خاں لودھی، سید رضی الدین قطب الملک، سکندر خاں، معین الدین خواجہ جہاں، صدر خاں سیستانی، قنبر خاں اور صلابت خاں مختلف مقامات کے لئے نامزد کیے گئے۔ عماد الملک اور مبارک خاں کرناٹک، صلابت خاں سیستانی قلعہ قندھار کی تسخیر کے لئے نامزد کئے گئے عماد لملک اور مبارک خاں کرناٹک، صلابت خاں سیستانی قلعہ قندھار کی تسخیر کے لئے روانہ ہوئے۔زیرِ نظر مخطوطہ اسی دور کے چند خطوط کا مجموعہ ہے۔

(۱) ایک خط اپنے بیٹے خواجہ عبید اللہ حسن کو ان کے گیلان سے لکھے ہوئے خط کا جواب ہے۔

(۲) ایک خط صد الشریف وزیر کبیر مخاطب شرف الملک کے نام۔اس خط میں قاضی القضاۃ، قاضی احمد وسید السادات سید محمود کی آمد کا ذکر ہے۔

(۳) ایک خط علامہ جلال الدین دوانی کے نام۔

(۴) ایک مولانا خلیل اللہ کے نام۔

(۵) ایک خط صدر اشریف وزیر بن کبیر المخاطب بہ شرف الملک۔اس میں قاضی القضاۃ قاضی احمد سید السادات سید محمود کی آمد کا ذکر ہے آخری خط ''جنابہ وادر من افاضل صحابہ'' کے زیر عنوان ہے۔

جامع خطوط (مولف) نے محمد شاہ کا دور بھی دیکھا اس کی مدح میں تین قصائد بھی ہیں۔ حسن گنگو بہمنی کا بیٹا یہ وہی محمد شاہ ہے جس کی شادی کے جشن کی شان وشوکت

اور طمطراق کو دیکھ کر نوشاہ کی ماں بیگم سلطان نے حسرت سے کہا۔ ''کاش میری بہن بھی اس رونق کو دیکھتی''۔ بادشاہ نے اسی وقت چند سوار ملک سیف الدین غوری کی ہمشیرہ سلطان جہاں کو لانے کے لئے ملتان روانہ کر دیئے۔ ملتان کی آمد اور پھر سلطان جہاں کو لے کر واپس پہنچنے میں سات مہینے صرف ہوئے اور شاہ کی سالی آئی تو شادی کی تاریخ مقرر ہوئی اور اس پورے عرصہ یعنی ۲۴ ربیع الآخر ۷۵۲ سے شروع ہو کر ۲۴ ذی قعدہ ۷۵۲ تک جشن کا سلسلہ جاری رہا۔ اس عرصہ میں گلبرگہ والوں کے تمام باورچی خانے ٹھنڈے رہے اور ہر شخص شاہی مہمان تھا۔

اسی حسن گنگو بہمنی کے تین شاہزادوں محمد۔ محمود، داؤد کے اتالیق (استاد) ملا فضل اللہ انجو تھے۔ انجو سادات سندھ خصوصاً ٹھٹھہ میں کثرت سے آباد ہیں۔

(۱) ایک اور خط۔ ''جواب مکتوب الی حضرۃ ولدہ العزیز ان خواجہ عبید اللہ حسین وصل من گیلانی الی بندر دابول عمر ہا اللہ تعالیٰ (یہ بندر دابول نہیں کاتب کی لاعلمی ہے۔ بندر دیبل (دیول) سندھ کی معرکتہ الآرا، بندرگاہ)

(۲) ایک اور خط: در جواب مکتوب الی جنابہ المولیٰ الفاضل الوزیر صدر بن کبیر المصاحب بشرف الملک۔

(۳) ایک اور خط: جواب مکتوب کتب الخذمتہ المولی الفاضل السید ابراہیم بن السید شریف نور اللہ مُضجعہ۔

(۴) ایک اور خط: مکتوب کتب الیٰ ولدہ الاعز الاکبر المخاطب من الحضرۃ العالیہ مملک التجار ادام اللہ تعالیٰ نے ظلالہ علیہ ما تتابعث اللیالی والنہار۔

(۵) ایک اور خط: ایضاً کتب...... شریعہ اللہ تعالیٰ...... نسل والدہ علیہ۔ اس میں ایک طویل قصیدہ جس میں تیرھواں شعر نقلی۔

سلطان محمداں شہ کہ فرط کبریائش: در موقف غلاماں صد سنجر ست وطغرل، اور چھیالیسواں (۴۶) شعر تعلّی وتفاخر۔ چندیں وزیر کامل بودند نزدِ شاہاں لیکن وحوہ فھلم برحملہ مست فاضل، اس کے بعد سات اشعار اور ہیں۔

پھر ایک اور قصیدہ ہے اس میں چھٹے (۶) شعر میں۔ سلطان محمداں شہ غازی کہ شاہ چرخ، دار د برخ زہیبت اوضعرہ وجل، چہ شدید دار جعل یہ قصیدہ انچاس اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں بھی پینتالیسواں شعر تعلّی ہے۔ اے نکہت گل چمن نظم و نثر من، عالم بہشت گشت چہ شد بر دمیر دار جعل۔

اس کے بعد ایک اور قصیدہ (۳۳) اشعار پر مشتمل عربی زبان میں۔ اس کے بعد ایک خط مما کتب الیٰ الجناب السامی مولانا عبدالرحمٰن۔ جامیؔ۔

اس خط میں اس کی وضاحت بھی ملتی ہے ''ایں مکتوبِ محبت مستطر و ملفوظ اخلاص مصدر از دار الحرب سنکسہ محرو مقرر گشت۔

مقرر گشت (۶) ما کتب الیٰ السلطان العادل علاء السلطنۃ والخلافہ والدین الگیلانے خلد اللہ تعالیٰ ملکہ۔

(۷) اسی خط میں قلعہ مقنہ رُنکیہ نکنبذ کہ عروج قوت ادراک نظر بکمند خیط شعاع بصر...... کی فتح کا ذکر ہے۔ پھر تسخیر بقاع رائے سنگیر کہ ہر یک برفعت جبل و وسعت جنگل با جام داکام طبرستان ودماوند ہمسر مثلاً۔

اس کے بعد ...... عساکر کرار غیر فرار معین ساختہ بر سبیل استعجال بے توقف و امہال عنان عزیمت لشکر اسلام اسلام بصوب جزیرہ گودہ کہ بندر مشہور بیچانگر ست معطوف داشت...... اس کی فتح کے بعد...... عنقریب بطرف شہر محمد آباد عزیمت راجعت .... الخ۔

اس کے بعد ایک خط جواب مکتوب کتب الیٰ حضرۃ...... عبدالرحمٰن جامی...... الخ۔

اس کے بعد ایک خط جلال الملتہ والدین الدوانی ...... ایک اور خط الیٰ...... مولانا خلیل اللہ۔

اس کے بعد ایک خط مولانا ابوبکر طہرانی۔

اس کے بعد ایک خط مولانا معین الدین۔

اس کے بعد ایک خط الیٰ ابن اخیہ تمہید الملک بمکتہ المشر فہ

اس کے بعد ایک خط الیٰ جنابہ واحد من افاضل اصحابہ۔

اس لحاظ سے یہ مخطوطہ انتہائی اہم دستاویز ہے صاحبان سیف وقلم کے اہم کارناموں کی۔

۱۳۴۔ افسانۂ دل ربا۔ یادگار عہد محمد شاہ تغلق:

کسی اعلیٰ درجے کے خطاط نے ایک برہمن زادہ کی داستان معاشقہ لکھنے کے لئے قلم اٹھایا لیکن خدا جانے کیا حالات پیش آئے کہ رحلۂ اول ہی پر قلم رک گیا۔ کاتب اعلیٰ درجہ کا خطاط ہے اس نے متن افسانہ کی تکمیل کے لئے ایک صفحہ معریٰ چھوڑا تھا کہ متن حصہ نثر رہے اور حاشیہ منظومات کے مصرف میں آئے لیکن کیا اسباب ہوئے کہ افسانہ نامکمل رہ گیا۔ اگلے صفحہ سے نعت شروع ہوجاتی ہے لیکن پانچ اشعار کے بعد چیستاں گوئی شروع ہوگئی۔ عنوان ''نون'' چیت اں پیکرِ سیمیں ہمہ اعضاش درم، ھست پنجاہ و مراد رارسد از شصت الم...... یہ پانچ اشعار ہیں اور آخری شعر دار خردیمن اں دلبر دریای را، زانکہ بے مانتو اند کہ برآرد یکدم، اس کے بعد چھ اشعار ''عنب'' سرنامہ کے ذیل میں پھر تین شعر کی سرخی ''خ رب وزہ'' اس۔ پھر نام منجد۔ اس کے بعد مریم۔ نوران عنادن کے ذیل ایک دو دو اشعار

ہیں۔ حاشیہ میں ملا محمد صوفی۔ طالب کلیم چار چار اشعار اس کے بعد حاشیہ ہی پر مرثیہ محتشم (بازیں چہ شورشست الخ......) بڑا معرکتہ الآرا و قیامت خیز مرثیہ ہے لیکن یہاں کاتب نے غالباً صرف اپنی پسند کی حد تک بند اول، بند سوم کے بعد ختم کر دیا۔ یہ خط متن کی تحریر سے کم تر درجہ کا ہے۔ پھر اسی خوش قلم نے معرا صفحہ کے حاشیہ پر ''دُر'' کے عنوان کے تحت نو اشعار چیستاں، اگلے صفحہ پر تیس اشعار نہایت خوش خط۔ اسی قلم سے بعد کے ۶۱ اشعار کا ایک قصیدہ جس کا آخری شعر شاہ عالم محمد تغلق انکہ اوراست کردگار نصیر کرم خوردہ۔

پھر روضتہ الشہداء کا اقتباس یہاں کاتب نے کسی ایک لفظ پر بھی نقطہ/ نقطے نہیں دیے۔

روح الارواح کا اقتباس۔ حسین منصور حلاج کا مختصر تعارف۔ پھر ایک منظومۂ بے نقط۔ اے عزیزاں درغم سبط نبی افغاں کنید ......الخ، شواہد النبوہ کا اقتباس اس حصہ میں نقطے موجود ہیں بارے اس کا اہم ترین حصہ محمد شاہ تغلق کا مدحیہ ہے۔ محمد شاہ تغلق عجیب ترین شہنشاہ سمجھا گیا ہے۔ تخلیقِ پاکستان کے وقت بہت سے اہلِ قلم نے تغلق کی دلی سے دکن منتقلی کو یاد کیا۔ حقائق سے ناواقف بزرگ محمد شاہ تغلق کو دیوانہ تک کہتے ہیں حالانکہ حقیقت کچھ اور ہے۔

''غیاث الدین تغلق جب سریر آرائے سلطنت ہوا تو اس نے خزانۂ شاہی کی اس رقم کی تنقیح کی جو اس کے ناجائز قابض پیش رو نے ملک کے علما، صلحا، فقرا اور سرآوردہ افراد کو اپنی ہمنوائی کے لئے انعاماتِ شاہی کے نام سے تقسیم کی تھی۔

بیشتر بزرگوں نے تو دور اندیشی کے پیشِ نظر اسے محفوظ رکھا کہ جائز وارث تختِ طلب کرے گا لیکن خواجہ نظام الدین اولیاء ان دور اندیشوں سے بے نیاز

اس رقم کو بھی مستحقین پر خرچ کر کرا کے دامن جھاڑ بیٹھے تھے۔ غیاث الدین تغلق کا بیٹا محمد شاہ تغلق خواجہ اولیاء کا دل سے مرید تھا اور ان کی کوئی بات نہ ٹالتا تھا۔ خواجہ نظام الدین اولیا جب خواجہ فرید شکر گنج کی خانقاہ اجودھن میں اپنے ایک دوست خواجہ بدر الدین اسحٰق کے کمرے میں رہا کرتے تھے تو یہی ہدایت انھیں خواجہ فرید نے دی تھی۔ اس طرح خواجہ اولیاء اور خواجہ بدر اسحٰق میں بھائیوں جیسی دوستی تھی۔

خواجہ بدر الدین اسحٰق کا انتقال ہو گیا دو یتیم لاوارث رہ گئے تو خواجہ نظام الدین اولیاء انھیں دہلی لے آئے اور یتیموں کی پرورش اس طرح کی کہ لوگ ان بچوں کو خواجہ نظام الدین اولیاء ہی کی اولاد سمجھتے تھے۔ محمد شاہ تغلق اپنے باپ غیاث الدین کی ناراضی کی پروا کئے بغیر خواجہ اولیاء سے غیر معمولی عقیدت رکھتا تھا اور اکثر و بیشتر "حال" (رجوع الی اللہ) کے موقع پر ان کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ خواجہ اسحٰق کے دونوں یتیم جب جوان ہو گئے تو خواجہ اولیاء نے محمد شاہ تغلق کی دو بیٹیوں کا رشتہ ان دونوں کے لئے مانگ لیا اور محمد شاہ نے باپ کی ناراضی کا اندیشہ کئے بغیر "ہاں" کہہ دیا۔ خواجہ نظام الدین اولیاء نے خوشی و وجد کے عالم میں فرمایا "محمد سلطنت تبو بخشیدیم" غیاث الدین پیچ و تاب کھا کر رہ گیا مگر اس نے بھی ایک تیر سے دو شکار کئے۔ محمد شاہ سے کہا بیٹا! دکن کی سرزمین تمھیں بلا رہی ہے تم وہاں جاؤ اور کچھ کر کے دکھاؤ۔ محمد شاہ تغلق نے دونوں بیٹوں کو رخصت کر کے دکن کا ارادہ کیا دکن میں جو عظمت و اقتدار محمد تغلق کو اللہ نے دیا وہ غیاث کیا کسی بھی ہندوستان کے بادشاہ کو نصیب نہ ہوا۔

دکن کے ایک راجہ پر تغلق نے فوج کشی کا ارادہ کیا تو راجہ نے کہا "جتنا مال و زر چاہئے دوں گا جنگ منظور نہیں۔" محمد تغلق نے معلوم کیا تیرے پاس ہے کتنا؟

تو اس نے ۷۰ حوضوں کی تفصیل بتائی۔ شاہ نے کہا اپنے بیٹے کو تخت پر بٹھا کر تم حاضر دربار رہو حملہ نہیں کیا جائے گا خزانوں پر ہماری سیل لگا دی جائے راجہ نے قبول کیا۔

محمد شاہ تغلق کی دکن منتقلی پر خواجہ نظام الدین اولیاء نے بھرپور تعاون کیا اور اپنے متعدد مریدانِ خاص کو محمد شاہ تغلق کی ہمت افزائی کے لئے ساتھ دکن بھیجا۔ غیاث الدین کو پوتیوں کا رشتہ بھی ناگوار تھا جو اس نے خواجہ نظام الدین اولیاء کے ایما پر کردیا تھا اس نے ایک پوتی کو طلاق دلوائی دوسری نے باپ کے بجائے شوہر کا ساتھ دیا ان لوگوں نے دلی کی سکونت ترک کردی اور ضلع مرادآباد میں جو مواضعات جہیز میں ملے تھے ان میں سے ایک میں جا کر چپ چاپ آباد ہوگئے۔ خواجہ نظام الدین اولیاء نے جس طرح محمد شاہ تغلق کی دکن شفٹنگ میں بھرپور امداد کی اسی طرح وہ اس بیٹی کے بسانے میں بھی کوشاں رہے چنانچہ نوگانواں سادات نامی ایک سادات کی غالب اکثریت کا قصبہ ضلع مرادآباد میں بحمد اللہ آج بھی پھل پھول رہا ہے۔ وہاں آج بھی غیر سادات کے دس بیس ہی گھر ہوں گے جنھیں سید زمیندار ناصر جہاں نے آباد کرلیا۔ اس افسانہ کے حواشی پر درج ذیل بزرگوں کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔

صوفی شیرازی: اصل میں کرمانی ہیں لیکن شیراز کی طویل سکونت نے شیرازی بنا دیا۔ نصرآبادی لکھتا ہے "در ترتیب رباعی طبعش کمال لطف دارد۔ در کرمان از بام افتادہ فوت شد (نصرآبادی نے پانچ رباعیاں نمونۂ کلام میں پیش کی ہیں)۔

باقیا: نصرآبادی لکھتا ہے مشرف و سیلغی داشتہ در علم موسیقی تصانیف و ترانہ بانے نمکین ساختہ بہند رفت با اعتبار وسعت مشرب بابر ہمنا مربوط شد۔ مدتہاد

رت بتخافہ بطرز ایشاں سلوک میکر (چنانچہ فرزندان خودرا از مضایقہ نمیکر دند۔ بعد از مدتی باتفاق مرحوم محمد علی کہ بجابت رفتہ بود مراجعت کرد باتفاق محمد علی بیک بویرانہ فقیر آمدہ بعد از مدتی فوت شد"۔

طالب کلیم: نصر آبادی لکھتا ہے عندلیبی ست کہ بنغمات ریگنش گل گوش نہادہ یا طوطی ست کہ بترانہ ہائے شکر ریزش نرگس چشم کشادہ گوئی مسابقت از اقران ربودہ در کمال ارام بود۔ اصلش از ہمدانست اماچوں در کاشان بسیار بودہ کاشی شہرت دارد۔ باز بہند رفتہ بخدمت عالی جاہ شاہ نواز خاں می بودہ و بعد از فوت او بگل کندہ رفتہ بخدمت عالی جاہ مرزا محمد امین بر جملہ بود در ۱۰۲۸ بعراق آمدہ۔ دو سال ماندہ بہند رفت در خدمت شاہ جہاں نہایت قرب بہمر سایند بادشاہ نامہ کہ مشتمل بر حالات ان بادشاہ ہست بنظم آوردہ (شاہ جہاں کی تعریف میں بھی کوئی شاہ نامہ نظم ہوا کسی نے اس کا اتا پتہ نہیں دیا) بانعامات سرفراز میگردیداں تمام را صرف فقرا میکرد۔ در آخر کوفتی بہمر سایند رخصت توطن بکشمیر یافتہ ماہیانہ جہت او معین کروند۔ در انجا فوت شد۔ اشعار اواز مثنوی وغیرہ بہ بیست و جہاز ہزار (۲۴۰۰۰) بیت میشود۔ فقیر (مولف نصر آبادی) اوراخلاق المعانی ثانی کفتہ ام۔

محتشم کاشی: اپنے مراثی کی وجہ سے کسی تعارف کامحتاج نہیں۔ پہلا شعر عام کتابوں میں...... بازیں چہ شوریست کہ در دوز فلک می بینم اور اس بیاض میں...... بازیں چہ شورشست کہ در خلق وعالم ست۔

سادہ صفحہ کے حاشیہ پرڈر کی سرخی قائم کر کے ۹ شعر، نہایت اعلیٰ درجہ کاقلم۔ اس کے بعد محمد شاہ تغلق کی مدح میں ایک طویل قصیدہ ہے پہلا شعر۔

بردر مطبخ خاصیش بکف برسیادش
مرغولبست بغایت کرہ دزشت نظر

یہ اٹھانوے اشعار کا ایک قصیدہ ہے شاعر کا تخلص کسی شعر میں موجود نہیں لیکن محمد شاہ تغلق کے دربار کا ملک الشعراء بدؔر چاچ تھا۔ بدؔر دراصل سندھی الاصل چھاچھی قوم کا ایک فرد تھا اتنا مشکل گو کہ آج بھی اس کے کلام کو سمجھنے والا شاید ہی کوئی ہو۔ عثمان خاں صاحب نامی کوئی مرد فاضل ۔ تھے جنھوں نے اس کے کلام کی شرح دو ضخیم جلدوں میں لکھی ہے وہ بھی ناپید ہے۔ صرف استاذی حضرت شاداںؔ بلگرامی مرحوم پروفیسر اورینٹل کالج لاہور کے فرزند برادرم سید محمد اصغر شادانی زید لطفہ کے پاس ایک جلد اس شرح کی موجود ہے۔

۱۳۵۔ دلی سے دکن:

غیاث الدین تغلق کو خواجہ نظام الدین اولیاء سے یہ گلہ تھا کہ اس سے قبل دلی پر قبضہ کرنے والے چند روزہ سلطان نے جو دولت تالیفِ قلوب کے لئے مشائخ میں بے دریغ تقسیم کی تھی اس میں سے اکثر دنیا والوں نے جوں کی توں واپس کر دی لیکن خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ کے کان پر جوں نہ رینگی اور انھوں نے ایک پائی بھی واپس نہ کی۔ وہ دیتے بھی کہاں سے ان کے یہاں تو روزانہ شام کو لنگر خانہ میں جھاڑو اور منتظمین کے دامن جھاڑ دیئے جاتے تھے بنا بریں شہنشاہ غیاث الدین تغلق خواجہ اولیاء سے بدگمان و ناخوش و ناراض رہتا تھا۔

خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمتہ اس بدگمانی سے بے نیاز تھے۔ انھوں نے اپنے پیر بھائی خواجہ بدر الدین اسحٰق کے دو یتیم بچوں کو ایسا پالا کہ "دلی والے" انھیں خواجہ اولیاء ہی کے بیٹے سمجھتے تھے ان دونوں یتیموں کے لئے خواجہ صاحب نے محمد شاہ تغلق سے اس کی دو بیٹیوں کا رشتہ مانگا محمد شاہ تغلق خواجہ صاحب کا دل و جان سے مرید تھا اس نے فوراً قبول کرلیا تو خواجہ اولیاء کی زبان سے بے ساختہ

نکلا ''محمد سلطنت تبو بخشیدیم'' غیاث الدین تغلق کے لئے یہ صورتحال ''سمندِ ناز پہ ایک اور تازیانہ'' ہوئی اس لئے اس نے محمد شاد تغلق کو مشورہ دیا کہ تم دکن میں زورِ بازو آزماؤ اور فتوحات کو ادھر وسعت دو۔ غیاث الدین تغلق نے ایک پوتی کو طلاق کے ذریعہ محل شاہی میں واپس بلوالیا جبکہ دوسری کی اولاد سے آج بھی ضلع مراد آباد میں ''نوگانواں سادات'' نام کی ایک بستی آباد و شاد ہے۔ اُدھر محمد شاہ تغلق نے دکن میں جو کامرانیاں حاصل کیں اور فتوحات میں نام پیدا کیا اس کے آثار نہ صرف تاریخ کے صفحات بلکہ آثارِ قدیمہ کی شکل میں بکھرے پڑے ہیں۔ غیاث الدین چھت کے نیچے دب کر مرا، اور آج کوئی نام ونشان نہیں۔ زیر نظر مخطوطہ۔

''تذکرۂ کیفیت آمدن شیخ الاسلام والمسلمین قطب الاقطاب والمحققین حضرت سلطان برہان الدین قدس سرہ از شہر دہلی بہ حکم فرمان حضرت شیخ المشائخ نظام الحق والدین قدس سرہ در شہر دولت آباد'' .... الخ۔

اوّل تو اس اہم شفتگی کی یادگار ہے اور اس کی اس سے بھی بڑھ کر قدرت و اہمیت یہ ہے کہ مریدِ خاص حضرت شاہ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ مولانا یعقوب خطیب بن مولانا محمد خطیب بن معین الدین یعقوب بن مولانا محمد خطیب نیز خادم حضرت شاہ برہان الدین وشاہ منتخب الدین نے ۲۷ جمادی الاوّل ۱۰۹۴ء میں یعنی آج سے تقریباً چار سو برس قبل اس کی کتابت کی۔

صفحۂ اوّل ''احسن الاقوال ملفوظ شیخ المشائخ حضرت سلطان العارفین حضرت شاہ برہان الدین قدس سرہ'' من تصنیف خواجہ حماد کاشانی و پیر شیخ مبطور تحریر فی التاریخ بیست و ہفتم جمید الاوّل یوم چہار شنبہ بوقت ظہر در سنہ الف وتسعین واربع

سن ہجرہ النبویہ کاتب العبد فقیر حقیر مولانا یعقوب خطیب بن مولانا محمد خطیب بن معین الدین بن یعقوب بن مولانا محمد خطیب وہم خادم حضرت شاہ برہان الدین وشاہ منتخب الدین قدس اللہ سرہما''۔

اس مخطوطہ کا آغاز'' درحق لعل بیگ باید نوشت'' کے فقرے سے ہوتا ہے اور پہلا شعر زادہ ظالم ستم گرمیشود۔ تیغ چوں شکست خنجر عشرو مختلف فردیات کے بعد در خرابات مناں نور خدا می بینم۔ دس اشعار کی ایک نظم ہے شاعر کا پتہ نہیں چلتا کلام البتہ رواں دواں ہے پھر فردیات شوکتؔ، غنیؔ، صائبؔ، جامیؔ۔ اس کے بعد مشہور شہر آشوب قت انشد کہ جہاں زیروزبر می بینم۔ مگر اس کو یہاں پہلی مرتبہ ایک ہندو شاعر'...... ایدل رائے'' سے منسوب کیا ہے۔ ہاں ممکن شکوہ زبد عہدی ایام ''ایدل'' کے کارندریں پروتماشہ بدری بینم ایک اور نظم جنس وعرق بعارضِ جاناں رسیدہ ماند، شبنم بافتاب درخشندہ رسیدہ ماند، پھر فردیات کا سلسلہ شروع ہوا ساتھ ہی رباعیات بھی۔ پھر ایک اردوئے قدیم پانچ اشعار کا منظومہ اے چُل ٹکی چھبیلی ٹھمک چل ہلو ہلو۔ اس کے آخری شعر میں رضاؔ تخلص ہے پھر ایک مناجات نصیرالدین زشرنفس امارندلگا ہم داریا اللہ الخ بارہ اشعار کا منظومہ ہے۔ آخری شعر۔

شکستہ دل ہمیں خواند بدرگاہ تو نصیب الدینؔ، برو رحمت فراواں کن کرم بسیار یا اللہ۔ اس کے بعد مناجات شمس تبریز۔

از درد بیطر ارم فریادرس الٰہی ۹ اشعار پھر یا علے سرنامہ کے ذیل میں۔ غبار خاطرِ عشاق مدعا طلبیت (۹ شعر) فردیات پھر مناجات شمس تبریز...... فریادرس الٰہی، دس شعر، پھر مدح حضرت غوث الاعظم ...... سلطان عبدالقادرست۔ پھر ایک غزل اے ماہ عالم سوز من ازمن چرا رنجیدہَ۔ دس اشعار۔ اس کے بعد

تاریخوں کے سعد ونحس ہونے کا ایک منظومہ قدیم اردو جس میں ہندی غالب ہے تواریخ کے سعد ونحس کا بیان منظوم کیا ہے مثلاً تسرت نحس کرسی ہونے کی کیں نیب ہابیل نے مار دیا ہے قابل کے تیئں زیب النساء سے منسوب ایک فرد۔ پھر ایک نسخہ۔ پھر فارسی کلام یہ خوش قلم خطاط کا کارنامہ ہے۔ ماچوں قلم سخن بزبان دگر نہم الخ بہ متفرق چھتیس اشعار ہیں پھر ایک نسخہ جہت روشنی چشم وقوت دل وگردہ اس کے بعد آٹھ صفحات فارسی منظوم کلام۔ پھر ایک طویل منظومہ پیو بن مجھے الجھو کے شراروں کی کیا کمی۔ جس رات چاند نیں تو ستاروں کی کیا کمی الخ ایک مستزاد، کیا خوب صفا مکھ تیری لٹکے سے لٹک ہے، اے دلبر جاناں، پانچ شعر نہایت سخت زمین میں طبع آزمائی کی ہے۔ پھر جاروب (جھاڑو) کی تعریف۔ خریوزہ، چوسر۔ وغیرہ کی تعریف کے بعد ایک ورق ریختہ کلام نہایت خوش خط۔ کہو جا باغباں (سے) سیس سینت (حفاظت سے رکھنا) راکھے گلستاں اپنا، چلے ہم گل کی آتش سیں...... (سے) جلا کر آشیاں اپنا گیارہ اشعار۔ پھر ولہ، سحر اُس حسن کی خورشید کوں جا کر جگا دیکھا (پانچ اشعار) پھر چند فردیات ایک مخمس آخر میں ایک غزل فدوی کی۔ کاغذ کی تلوین (رنگ کاری) کا یہ ایک ابتدائی دور تھا۔ رنگ قبول ضرور کر لیا لیکن کاغذ کا اپنا حسن مجروح ہو کر رہ گیا۔

۱۳٦۔ کرامات:

مناقب شاہ محمد مقیم محکم الدین۔ سید بہاول شیر قلندر (بہاؤالدین) قدس اللہ سرہ۔ پہلے معجزہ کا آغاز ایک آدھ صفحہ غائب ہے زیادہ ناقص نہیں۔

دوسرا معجزہ شاہ مقیم کا ہے۔ تیسرا معجزہ کسی ڈوبتے کو بچانے کا ہے چوتھا بھی ڈوبتے کو بچانے کا ہے پانچویں باغ کو باردار بنا دینا۔ چھٹے میں سوکھی زراعت کو

بارش سے بار آور کرنا۔ ساتواں معجزہ کسی غریب کو مالدار بنا دینا ہے آٹھواں کسی کیمیا گر سے متعلق نواں معجزہ شہر وٹالہ۔ آٹھواں کیمیا گری سے متعلق۔ نواں بھی بلدہ وٹالہ سے متعلق۔ دہم بھی وٹالہ سلطنت عالمگیر سجادہ نشین شیخ فرید شکر گنج علیہ الرحمہ۔ ذکرِ احوال سید عبداللہ شاہ۔ شاہ ابوالعالے احوال سید جیوی شاہ۔ ذکر یصوال شاہ نور محمد۔ ناقص الآخر ہے۔

۱۴۷۔ بیاض:

پہلے منظومہ

شمس المناقبش لقب آمد زِ اہلِ طبع
چوں ایں قصیدہ یافت در آفاق اشتہار

آغاز سے ناقص ہے نہ معلوم کتنے اشعار موجود نہیں بیاض میں پہلا شعر

دریافتم کہ وقتِ خمارست گفتمش
دارم مۓ دو آتشہ بہ زاب نار

اور کل موجود اشعار ۹۲ ہیں جبکہ آغاز کا کچھ پتہ نہیں۔ شاعر کا دعویٰ ہے۔

من مرغِ خوش ترانہ باغِ فضیلتم
طبعِ مرا بزمزمۂ شاعری چکار

یہ قصیدہ حضرت علی علیہ السّلام کی مدح میں ہے۔

دوسرے قصیدہ کا عنوان ہے جرد شناسی شنجرف: سراپائے میر سید علی مہدی: جملہ ۱۲۴۔ اشعار کا قصیدہ ہے۔ ممدوح از جنس مذکور ہے لیکن شاعر پستان دوشیر کی تعریف میں کہتا ہے۔

از غم سینہ ات اے رشکِ بہار بدر ہر ماہ ہلالست دو بار

سرو گویند نمی آرد بار قدرت اورد زلپستان رو انار

روز و شب لہری بے تاب و تواں کرد نام خوش تو وردِ زبان

وہ چہ پستاں چہ ریخ سیماب زد...... لطافت چو حباب

کمرت مہدم راز ست و چناں کہ نگنجد سر موے بمیاں

چہ سریں تا کہ ہوس گرد وکرم می نہد زیر سرش بالش نرم

آدمی چہ چہ پری حور لقا کہ بدنیات فرستادۂ خدا

اس کے بعد ''مثنوی حسب حال بلند اختر برادر محمد شاہ شما'' بناہید اختر (اس سے قبل بھی مسّمی کو ''ث'' سے ''شما'' تحریر کیا ہے) یہ گویا تین سو اشعار کی ایک نظم ہے خاتمہ سے آٹھ اشعار قبل کہتا ہے۔

خمش اختر کہ درخوابست دارا

زاہ و نالہ تودارد آرا

اس کے بعد ''تعبیر الرویا'' کے عنوان سے تقریباً چار سو اشعار کا ایک منظومہ ہے۔ اس تعبیر نامہ کے خاتمہ پر لکھتا ہے ''ایں کلمات مختصر پندِ ولبند برائے نو شیروان عادل خواجہ بورزجمہر و وزیر گفتہ و نامش تحفۃ الٰہی گذاشتہ'' اس کے بعد شروع ہونے والے صفحہ پر افلاک سے منسوب اشیا کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً فلک اوّل اعظم اس کے ذیل سیاہی سے جبکہ عنوان سرخی سے لکھتا ہے۔ لوہا، چاول، ہشت، دھات، مس، شیشہ، رانگہ، سونا، روپا۔

پھر فلک مشتری کے ذیل میں آٹھ۔ فلک زہرہ سے متعلق آٹھ، فلک عطارد، آٹھ، فلک زحل آٹھ، مریخ آٹھ، شمس اتھ۔ فلک قمر کے ذیل میں۔ اکتیس اشیا درج ہیں۔ اس کے بعد سرخی قائم کرتا ہے ''شناختن گلہا ہم بدستور میوہ'' اس کے

تحت اس نے پانچ مربع خانے بنائے ہیں پھر صفحہ مابعد پر روٹین انداز میں سرخی لگاتا ہے۔ فلک دوم اعظم (سرخی سے) ایک سطر سیاہی سے۔

فلک دوم اعظم

پھول　شیشہ　سفال　یخ خوشبو　روپا　لعل　مشک

جانور: اب نظم شروع کرنے سے پہلے ہی ''آغاز کتاب تحفہ اللہی'' کی سرخی قائم کر کے نظم شروع کرتا ہے

ایکہ از ہر سرے نہر داری۔ در کف دست خویش زرداری۔	سرخی	سیاہی
ایک ہستی ردون دہدہ عزیز۔۔ ہست در دست تو نہاں از زیر۔	م م	م م
اے بفرنان تو زمین وز مال۔ ہمت در دست تو برنج نہاں۔	م خ	م خ

دو صفحات پر چالیس اشعار ہیں۔ تیسرے پر ۲۰ چوتھے پر صرف .... تمت تمام شد کے بعد۔

''اگر کسی در دل خود میوہ را بگیر د باید کہ نقش مانزدہ خانہ را تمام بخوانند۔ اس طرح گویا مولف نے فال نامہ کی طرح کسی طریقہ کار کا استعمال کیا ہے۔

۱۳۸۔ بیاض (نسخہ جات و معالجات):

دردِ کمر، ران، زانو، رنج شکم و جمیع اعضا کے لئے ایک نسخہ، ایک اور نزلے کے لئے، اس کے بعد سلسلۂ منظومات کاتب اعلیٰ درجہ کا خطاط ایرانی انداز تحریر کا استاد فن معلوم ہوتا ہے۔ ایک مناجات پچپن اشعار کی پھر واقعۂ مقبل ۱۳۷ اشعار پھر مرثیہ مقبل میاں در محال آنچہ کے ساتھ شہر شعبان ۱۷ اس کے بعد محتشم شروع ہوتا ہے۔ یہ بھی دنیائے مراثی کا بے تاج بادشاہ ہے یہ ۳۰ شعر میں دو رباعیاں۔ تو رہ

اور سوزاک کے نسخے۔ اگلے صفحہ پر مناجات یاغافر الخطیاتی، یا واہب العطیاتی ۹ شعر: فدوی گفتہ کے عنوان سے ہیں ایک شعر

شرط است کہ مرد ہر چہ گو بد مکند
ہر مرد گوید نکند زن بہ از دست

مزید ۳۰ اشعار۔ بیاض گو آب خوردہ ہے جملہ ۴۴ صفحات تاریخ تحریر محرم ۱۲۲۵۔

۱۳۹۔ بیاض یا نوٹ بک، کسوف وخسوف: (گرہن)

نجوم وفلکیات کی سائنس کا ایک مستقل موضوع ہے۔ ہندوستان میں پنڈتوں کی بالادستی کا ایک علم یہ نجوم وفلکیات بھی ہے۔ برہمن پنڈت مندروں کے پجاری ان معلومات میں پیشہ ور سمجھے جاتے تھے اور عوام کے مقابلہ میں ان کی برتری کا راز یہ "آکاش ودیا" ہے۔ مسلم سلاطین کے دربار میں بھی مسلم ماہرین فلکیات حاضر باش اور مستقل تنخواہ یاب درباری ہوتے تھے جنھیں حاکم وقت کے مزاج میں خاصہ دخل ہوا کرتا تھا۔

زیرِ نظر مخطوطہ آب خوردہ ہونے کے باوجود حسنِ خط اور مہارتِ فن کا منہ بولتا شاہکار ہے۔ اس میں چاند سورج گرہن کی پہچان، آثار واثرات حاکم وقت اور رعایا کے لئے پر کشش موضوع تھا۔

اس کے علاوہ مخطوطہ میں ایک عربی رباعی نامعلوم سخنور کی بارہ اشعار قائل کی استادی کا ثبوت ہیں۔

بوقتِ بیکسی جز غم غریباں را کہ می پرسد
بغیر از درد جاں دردمنداں را کہ می پرسد

چند نسخے تلطیف مزاج کے لئے۔ نوشدارد، باہ، فربہی بدن وغیرہ۔

طریقہ دانستن غرہ ماہ۔ خیام کی دو رباعیاں بڑے انوکھے اندازِ تحریر میں۔

آدم سیمرغ یوسف صد ملک ویراں ز بہشت بکوہ بلائے سلیماں شدن
یافت قاف چاہ شد نقصاں پنہاں زنداں ویراں سلیماں

نیت جاناں کن در آید بہ جام بے تو درماں چوں مردم درفراقت
بہمت جائے درس سمت مور آنکہ فریادم زسدا دری بدر استخوانم

پھر خیام کی مشہور رباعی۔ ناکردہ گناہ در جہاں کیست ...... الخ ایک اور رباعی۔ چوں نے منال الخ ایک رو بادا ہمیشہ نام خوشت بر زبان، اس کے بعد مناجات۔ حمد و ثنائے ست بنام خدا۔ جس کی ٹیپ ہے ناد علیاً علیاً یا علی۔ پھر ایک اور مناجات خداوندا تو سیدانی کہ بد کردم الخ بیس اشعار۔ ایک اور مناجات۔ افتادہ ام بدام الم یا علی مدد الخ بارہ اشعار پھر ایک مدحیہ: ذات علی کہ آئینہ مظہر خدا است الخ اس کی ٹیپ ہے گویم بروز بے کسی وورد مبدم، یا مرتضیٰ علی ولی صاحب کرم۔ پھر اڑتالیس اشعار کا وہ مشہور قصیدہ یا علی یا بوالحسن یا ایلیا الخ ایک اور منظومہ۔ روزگاری دم دریں زندانست بے ہمدم زدم الخ چار اشعار۔ ایک اور ع بادشاہا بردرت بار گناہ اور دوام چار اشعار، ایک اور ع ناتوان و بے کسم ...... فقیر الخ آٹھ اشعار ایک اور۔ اے برافعت راز لولا اے بعمرک بال و پر الخ ایک اور۔ اے بیکدم میر کردہ از سریٰ تالا مکان الخ چار شعر۔ اس طرح چالیس اشعار۔ متفرق اشعار کے بعد ایک قصیدہ اے تراتا کون و مکان زیر نگین، آستانت شرف عرش برین، خاکروب حرمت حور العین۔ ان فی الجنۃ نہر امن لبن لعلی وحسین وحس یہ ساٹھ اشعار کا قصیدہ ہے۔ پھر ایک مناجات نعتیہ پچاس

اشعار: از صفائے سینہ ات صدر الم نشرح کواہ پیش ازال کادم صفی گرد تو بودہ مصطفا....الخ۔

اس صفحہ میں تین نقوش برائے خلاصی محبوب اور ایک مناجات۔

ماقبل آخر صفحہ پر نہایت باریک قلم سے ''طریق کواکب سیارہ وخواص وبنفوس اور آخری صفحہ پر اصحٰی کا قصیدہ، کاتب اعلیٰ درجہ کا خطاط ہے لیکن آب خوردگی نے مخطوطہ کے حُسن کو مجروح کر دیا ہے۔

۱۴۰۔اوصاف الاشراف: علامہ نصیر الدین محقق طوسی۔

علامہ طوسی چوتھی صدی کے بلند پایہ محقق (ریسرچ اسکالر) شیخ الامامیہ اور رئیس الطائفہ اکابر علما جلیل القدر فضلا میں شمار کئے جاتے ہیں۔رمضان ۳۸۵ھ آپ کا سنہ پیدائش ہے۔اخبار، رجال، فقہ، اصول، علم کلام وادب وغیرہ میں اپنے عہد کے صف اوّل کے قائدین میں گنے جاتے ہیں۔شیخ مفید محمد بن محمد بن نعمان حارثی ۴۱۳ھ کے شاگرد ہیں۔

ان کے طلبا میں بڑے بلند پایہ فضلا و مجتہدینِ صف اوّل کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے۔۴۰۸ھ میں عراق کا سفر کیا۔آپ کی تفسیر قرآن بیس جلدوں پر مشتمل بتائی جاتی ہے۔کتاب الاستبصار فیما اختلاف من الاخبار آپ ہی کی تالیف ہے۔ شیعہ مسلک کی فقہی کتابوں کے مصنفین پر ایک مبسوط تالیف آج بھی گائیڈ کا کام دیتی ہے۔اخلاقیات میں ''اخلاق ناصری'' کو پنجاب یونیورسٹی نے اپنے طلبائے کے درجات عالم وفاضل کے لئے کورس میں داخل کر کے علامہ کی آواز ہر کس و ناکس کے کانوں تک پہنچادی اس کے بعد علامہ کی خواہش ہوئی کہ۔

''در بیان اولیا وروش اہل بینش بر قاعدہ سالکان طریقت وطالبان حقیقت مبنی بر

قواعد عقلی وسمعی ومبنی از دقایق فطری'' ''وعملی کہ بمنزلہ لب الصناعہ است وخلاصہ ان فن باشد ثبت گرداند۔ اشتغال براں مہم از سبب کثرت شواغل بے اندازہ''
''وموانع بے فائدہ میسر نمیشد حواج انچہ در خمیر بود از قوہ بفعل آمدن دستی نمی داد تا دریں وقت اشارہ خداوند صاحب عالم و دستور اعظم''
''والی السیف والقلم قدوہ اکابر الحرب والعجم شمس الحق والدین بہا الاسلام و المسلمین ملک الوزراء فی العالمین دیوان الممالک مفتخر الاشیراق''
''والاعیان مظہر العدل والاحسان افضل واکمل جہاں ماوئی و مرجع ایرانیان محمد بن صاحب السعید فی الدارین محمد الخولی اعز اللہ انصارہ''
''امتثال فرمان مطاع اور مشتمل یہ شرح الحقائق در ذکراں وقائق دریں مختصر وضع کردہ اوصاف الاشراف نام نہاد''

صرف زیرِ نظر مخطوطہ میں ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ سید شاہ عنایت اللہ حسینی کی ملکیت رہا جو کسی لشکر ظفر اثر کے ہمراہ کسی خاص مہم سے واپس ہو کر پٹنہ پہنچے تو تمام افکار واوہام سے نجات پانے کے بعد اسی کو اپنا دستور حیات بنالیا خاتمہ ان کی اپنی تحریر ومہر سے مزین ہے جس میں ١٢١٠، ١٢١١ پڑھا جاتا ہے۔ متن کا قلم تو مہارت فن کا شاہکار ہے ہی لیکن جناب عنایت اللہ حسینی بھی اپنی تحریر کے آئینہ میں کسی صاحب فن سے کم نہیں ہیں۔ صفحہ ٦٦ نہایت خوش قلم۔ سائز تین انچ ضرب ١٦ انچ۔ خوبصورت۔

١٤١۔ احسن الاقوال

یہ ''احسن الاقوال'' کا آخری صفحہ ٨٣ ہے یعنی متن پورے کا پورا غائب۔ دوسرے صفحہ (١) سے رسالہ تذکرہ کیفیت آمدن...... الخ شروع ہوتا ہے۔

ساتویں صفحہ سے یہ بھی نامکمل رہ جاتا ہے اور ایک دوسرا مخطوطہ اسی قلم اسی کاغذ پر اسی سائز میں صفحہ ۴۴ تھی ہے۔ اس میں تاثیر رد اصحاب نعمت فرمودند وقتی متعلمی بالشیخ صدرالدین رحمتہ اللہ علیہ بحث میکر دالخ ...... اس کے بعد والے صفحہ پر سرخی ہے ''قول پانز دہم در بیان اہل باطن اصحاب محبت و فضیلت شوق و دسیلت بحضرت عزت جل جلالہ وعم نوالہ......

اس عنوان سرخی کے ذیل میں ''آدمی'' کی تقسیم کی گئی ہے ''در آدمی دو عالمست علوی وسفلی۔ ''علوی از سینہ تاناف وسفلی از ناف تا فرد تر'' الخ...... پھر ''احوال دل'' ایک سرخی، فضیلت محبت'' دوسری سرخی۔ اس کے ذیل میں ''خواب'' پھر ''دوہرہ'' پھر ''خواب'' چوتھے خواب پر سلسلہ ناقص رہ گیا۔

بارے ان تمام کوتاہیوں کے باوجود چار سو برس قبل کی ایک متبرک یادگار ہے۔

۱۴۲۔ مسئلہ جبر وقدر:

فلاسفرس اور محققین کے اس قطعی فیصلہ کہ بعد بھی کہ ''انسان فاعل مختار ہے'' یقینی بات ہے اے دل مگر مانی نہیں جاتی۔ یہ دلائل کتنا ہی مجبور کردیں لیکن انسان کو فاعل مختار ماننا ہی پڑتا ہے لیکن یہ ان علما کا مسلک ہے جو علم و دانش کی ان بلندیوں سے بات کرتے ہیں جہاں ماوشما کا گزر نہیں۔ کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا لیکن ۱۰۸۰ کی وضاحت ضرور کردی ہے۔

کسی صاحب نے اس کی ایک فوٹو کاپی برٹش لائبریری انگلینڈ سے حاصل کی ہے جو اس وقت تک (تقریباً دو سو سال قبل) یہاں کراچی نہیں پہنچ سکی تھی۔ محقق طوسی علیہ الرحمتہ دنیائے اسلام کے غیر متنازعہ مفکرین و فلاسفر میں شمار کئے جاتے ہیں ان کی قابلیت کا لوہا اپنوں اور غیروں سب نے مانا ہے۔

یہ علم وفضل کے ایسے جواہر پارے ہیں جنہیں لائبریریوں کی صرف زینت بن کر رہ جانے کے بجائے صاحبانِ ثروت کا فرض ہے کہ ان کے تراجم کرا کے اردو داں عوام کی افادیت کے لئے سستے ایڈیشن چھاپے جائیں۔

۱۴۳۔ منشاۃ بے دلؔ:

مرزا عبدالقادر بے دلؔ فن انشاء میں سرخیل اساتذہ فن سمجھے جاتے ہیں۔ ایک ہی بات کو مختلف انداز سے بیان کرنا انشا پرداز کے کمالِ فن کا معیار تھا۔ انگریزی دور میں بھی ان اہل قلم کی قدر زیادہ ہوتی تھی جو .... (انشاء) میں مہارت کا مظاہرہ کرتے تھے۔ مرزا بیدلؔ کا شمار اپنے دور کے صف اوّل کے اساتذہ میں تھا۔ بے نقط تحریر پر اتنی قدرت کوئی کھیل نہیں مرزا صاحب اس میدان میں واقعی فصیحِ کامل کہلانے کے حق دار ہیں۔ اس مخطوطے میں مرزا صاحب کے تین بے نقط لائق دید ہیں۔ اپنی تخلیقات پر اپنے سے زیادہ قابل افراد سے تبصرہ یا دیباچہ لکھوانا پرانا دستور ہے۔ اس مخطوطہ میں مرزا صاحب کا ایک طویل دیباچہ بھی شامل ہے اور تین بے نقط۔ عبارت آرائی کے ہجوم میں حرف مطلب کی تلاش کوہ کندن وکاہ برآوردن ہے۔

۱۴۴۔ خودنوشت سرخوشؔ لاہوری (جناب افضل سرخوش کی یادداشتیں)

یہ بھی ملوکیت، شاہی اور شاہ پرستی کا کارنامہ اور دانستہ یا نادانستہ عوام کی تحقیر یا نظرانداز کرنے کی حکمت عملی تھی کہ شاہوں، شہنشاہوں، امراء و رؤسا وغیرہ کے جوڑتوڑ، قتل وغارت گری جنگ وجدال کو تاریخ کا معزز نام دے کر علم وادب کی ایک صنف قرار دے دیا اور عام انسانوں کی روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے

واقعات وحادثات کو جھوٹی سچی کہانیاں، قصص وحکایات کا نام دے کر علم وادب کی بالکل پچھلی صفوں میں دھکیل دیا۔ بالکل اسی طرح جس طرح امرا کی محفل میں غربا کو پچھلی صفوں میں یا صف نعال میں جگہ ملتی ہے۔

دھنونتی کے کانٹا لگا جگ بھر دوڑا آئے
ہزدھن گرا پہاڑ سے کوئی نہ پوچھے کائے

حالانکہ صداقت وواقعیت کے اعتبار سے عوامی زندگی میں پیش آنے والی روز مرہ کی باتیں اور ماوشما کے آئے دن کے اتار چڑھاؤ، اونچ نیچ بھی تاریخ ہی کا پیٹ بھرتے ہیں انھیں بھی تاریخ ہی کی محفل میں جگہ ملنی چاہیے۔ ہاں یاداشتوں کو ایک ایسی صنفِ ادب ضرور سمجھا گیا ہے جس کا مقام حکایت وکہانی سے بلند تر اور تاریخ سے قریب تر ہے لیکن اس کی مقبولیت وپذیرائی اور اہمیت ناقایل وناقل کی شخصیت اوراس کی ذاتی ثقاہت واعتبار سے وابستہ ہے۔ اس پر بہت کم اہل قلم نے وقت صرف کیا اور محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے۔

پیشِ نظر ایک ایسا ہی نادر ونایاب مخطوطہ ہے جو جناب سرخوش لاہوری کے رشحات قلم کی ایک قیمتی یادگار ہے۔

علامہ سرخوشؔ لاہوری کو دنیا ان کے مجموعہ کلام اور تذکرۃ الشعرا کے حوالہ سے جانتی پہچانتی ہے لیکن زیر نظر مخطوطہ ان کے اپنے قلم کا ایک نادر ونایاب ادب پارہ ہے جس کا آج تک کسی نے ذکر نہیں کیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ فرصت کے اوقات کو کارآمد بنانے کے لئے حضرت سرخوشؔ کچھ آپ بیتی کچھ جگ بیتی بس یوں ہی حوالہ قلم کرتے رہے۔ مثلاً زبدۃ الریاض، کفایۃ المومنین، تفسیر حسینی وغیرہ کے چند من پسند اقتباسات۔ کچھ آپ بیتیاں۔

کچھ حکیم مرزا محمد۔ ملا نور اللہ۔ یعقوب اسکائی احسن علی بیگ وغیرہ سے منقول باتیں۔ عہد مغلیہ کے کچھ امرا جیسے بہرہ مند خاں، محمد امین خاں، خود شاہ جہاں بادشاہ، خانِ خاناں بہادر، عرفی، صوہبت خاں، نور جہاں، آصف خاں، جہانگیر بادشاہ، ہلالی، نامی، کامراں، عبداللہ مبارک، سید باقر داماد، شیخ بہار الدین وغیرہ کے ساتھ جناب سرخوش کی محفل میں ایک دلچسپ نشست ہے۔

آغاز میں بھی ناقص یعنی چوتھے بیان کی آخری سطر اور خاتمہ خواجہ اصفہانی کا واقعہ مکمل کرنے کے بعد باقی پورا صفحہ خالی وسادہ رہ گیا یعنی سلسلۂ تحریر جاری تھا اور محرومِ تکمیل رہ گیا سلسلہ ۹۴ھ عام ہو چکا ہے اگر سلسلہ نمبر ۸۴ کا اس میں اندراج نہ ہوتا تو مولف یا کاتب کا پتہ چلانا بھی ناممکن تھا۔ بس ہماری خوش قسمتی ہی کہیئے کہ وہ اپنا نام بھی بتا گئے ''روزی دو منصب داراں'' بفقیر یعنی ''سرخوش'' رافر مودند الخ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ تالیف و کتابت بھی خود علامہ سرخوش ہی کی ہے کہیں کہیں حک واصلاح بھی موجود ہے۔ موسیٰ خاں کے ذکر میں نہایت دلچسپ آپ بیتی اور رباعی، اشکی کہ زچشم نم دیدہ برفت الخ کی شانِ نزول۔

سرخوش کو دنیا صرف ''تذکرۃ الشعراء'' اور ان کے کلام کے حوالہ سے جانتی ہے۔ زیرِ نظر مخطوطہ سرخوش کے اپنے قلم وکاوشِ فکر کی ایک اچھوتی یادگار ہے جس کا اب تک کسی سوانح نگار نے ذکر نہیں کیا۔ ایسی تحریرات قابلیت وہمہ دانی کی نمائش کے لئے نہیں بلکہ داخلی شخصیت '' ---------- '' کی حقیقی عکاس ہوتی ہیں اس لئے اچھوتی اور نہایت بیش قیمت بھی۔

اپنے ایک معاشقہ کا ذکر بھی بڑے دلچسپ انداز میں کیا ہے۔

۱۴۵۔ محیطِ اعظم: مرزا عبدالقادر بیدلؔ:

پنجاب صرف حسن ورومان ہی کی سرزمین نہیں بلکہ یہ آج بھی برصغیر میں علوم شرقیہ اسلامیہ کا بے مثل سرپرست ہے۔ حضرت بیدلؔ مرزا عبدالقادر اُن چند چوٹی کے اہلِ قلم فارسی دانوں میں ہیں جن کا لوہا اہلِ زبان نے مانا ہے۔ ان کی ایک سے زیادہ تخلیقات مختلف موضوعات پر ہندوپاکستان کی لائبریریوں کی زینت ہیں جن سے استفادہ کرنے والے نہ رہے۔

زیرِ نظر مرزا صاحب ''محیطِ اعظم'' مکمل حالت میں تو ایک ہی ہے لیکن حواشی پر ایک سے زیادہ مال موجود ہے۔ کسی کاتب نے نہ معلوم کیا کیا مال ایک جگہ جمع کیا ہوگا جس میں نامکمل چیزوں سے قطع نظر مرزا صاحب کی مثنوی محیطِ اعظم مکمل حالت میں موجود ہے۔ مثنوی سے غیر متعلق آغاز میں ایک بے نقط خط بنام اسد خاں ہے جس میں ''خان'' کے سوا کوئی بھی لفظ نقطے کا محتاج نہیں۔ جس مردِ فاضل نے یہ خط لکھا اس کا تو کچھ پتہ نہیں چلتا لیکن قیاس کی گنجائش بہرحال ہے۔

ایک کے بجائے دو حاشیے رکھے ہیں۔ اس خط نے دوسرے حاشیہ کا بھی ایک حصہ اپنے تصرف میں لے لیا۔ باقی تتمہ مثنوی کے حصہ میں آیا۔ یہ مثنوی غالباً ''محیطِ اعظم'' کا جزو نہیں اس لئے کہ مثنوی ''محیطِ اعظم'' کا آغاز تو چوتھے صفحہ سے ہے۔ دوسرے صفحہ پر ''ابنِ فارض کا'' عربی کلام ہے۔ بڑی اچھی بات ہے کہ ناقص سہی لیکن کاتب نے ''محیطِ اعظم'' کو نمایاں کردیا۔ سرنامہ غالباً جلی قلم سے لکھنے کا ارادہ تھا اس لئے جگہ خالی چھوڑ دی پھر کیا اسباب ہوئے کہ اس مقصد کی تکمیل نہ ہو سکی۔ بارے ''محیطِ اعظم'' کا متن مکمل ہے اس کے علاوہ حواشی پر جو کچھ ہے وہ جگہ جگہ ''تتمۂ مثنوی مرزا بیدلؔ'' کے عنوان سے منظومات ہی کا

مجموعہ ہے۔

ایک اور خوبی لائقِ بیان یہ نزاکت ہے کہ کاغذ کا رنگ سفید نہیں اس لئے اس پر "نقرہ افشانی" کی گئی ہے۔ زرافشانی کے نمونے نقرہ کے مقابلہ میں زیادہ ملتے ہیں۔ کاغذ کے رنگ کی مناسبت سے فنکار نے جداول میں طلا و نقرہ دونوں کو استعمال کیا ہے۔ حاشیہ پر جہاں عنوان کا اظہار مقصود ہے وہاں شنجرف استعمال کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر شنجرف سے کمتر درجے کا رنگ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ چھٹے صفحے کے آخر میں محیطِ اعظم کی تاریخ کے سلسلے میں جامنی جیسا رنگ استعمال کیا گیا ہے "تاریخ این نسخہ کہ از خامۂ الہام رقم" کردند مسمی بمحیطِ اعظم، دریافت دبیر خرد از روے حساب۔

سال اتمام او بنامش مدغم، اس طرح محیطِ اعظم کا سنہ تالیف ۹۶۸ بنتا ہے۔ نسخہ کی کتابت کا انداز بھی قدیم تر ہے۔ کاتب نے اپنا تعارف کہیں نہیں کرایا لیکن بے شگاف قلم کی تحریر عام طور پر اساتذۂ فن کی نظر آتی ہے۔ کاغذ بھی وہ استعمال کیا گیا ہے جو امرا و عمائدین، قدما کی تحریروں کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ شنجرف کی آب و تاب مزید تائیدی شہادت ہے کہ صفِ اوّل کے امرا کے لئے لکھی جانے والی چیز ہے۔

آخری صفحہ پر متن کتاب کے خطاط سے زیادہ ماہر و خوش قلم خطاط کا ایک نمونہ فن بھی قابلِ دید ہے۔ اس نے "شاہ طہماسپ" کی تاریخ ولادت کو محفوظ کیا ہے۔ یہ زیادہ بلند پایہ خطاط ہے۔

"ذکر تاریخ ولادت شاہ طہماسپ روز چہارشنبہ بیست و ششم ذی حجہ الحرام سنہ تسع عشر و تسعمایہ در قریہ شہاباد از عمال اصفہان آفتاب عالم افروز تاریخ ست۔

منر؟ اقبال دریں کہنہ دیر، غلغلہ انداخت کہ الصلح خیر"۔

۱۴۶۔ تبلیغِ اسلام در (جنوبی ہند) دکن

ایک اہم اور عین موقع و محفل پر آنکھوں دیکھی تفصیلات کا ریکارڈ ہے جو علما و مجاہدینِ سلف کو دکن کے خطّے میں قیامِ سلطنت سے زیادہ دیرپا دینِ اسلام کی تبلیغ کے کیسے کیسے چمن آباد کئے۔ علما کو کفرستان میں بلاکر صرف فتحِ مملکت نہیں بلکہ اسلام کی آب یاری و سرسبزی کے لئے کیسے کیسے پاپڑ بیلنے پڑے۔

اس دور میں ان علاقوں میں مندرجہ ذیل دینی و تبلیغی درس گاہیں قائم ہوئیں (۱) مدرسۂ احمد نگر (۲) مدرسۂ بیجا پور (۳) مدرسۂ حیات نگر (۴) مدرسۂ گولکنڈہ (۵) مدرسۂ بیدر۔

جنوبی ہند: کے ساحلی علاقوں میں جہاں ہندو و عیسائی اور یہودی نہ صرف سیاسی بلکہ معاشی، کاروباری اور اقتصادی میدانوں میں بھی ہر طرح مسلمانوں کی فنا اور دینِ اسلام کو نیست و نابود کرنے پر تلے بیٹھے تھے مجاہدینِ اوّلین نے کیسے ہتھیلی پر سر رکھ کر اسلام کا بول بالا رکھا۔ یہ کاوشیں اور زحمتیں اس قابل ہیں کہ اہلِ ثروت ان آنکھوں دیکھے ریکارڈز کو اردو میں منتقل کر کے عوام تک پہنچائیں اور مزید تلاش کریں کہ اسلاف کی یہ سرفروشیاں گندم نما جَوفروشوں نے کہاں کہاں "تاریخی ریکارڈ" کے خوبصورت علاقوں میں نوجوان نسلوں کی آنکھوں سے اوجھل کر دیا ہے۔ آج سے تقریباً سات سو برس قبل کی یہ دستاویز اور اسی قبیل کی اور تاریخی تحریریں اس بات کی متقاضی ہیں کہ ان کا مطالعہ کر کے دشمنوں کی ان سازشوں کو بے نقاب کیا جائے جو کاسہ لیس متقدمین نے خوشنودیِ سرکار کی خاطر نوجوان آنکھوں سے بچا کر ۔۔۔ کے نام پر انہیں شجرِ ممنوعہ قرار دے دیا ہے۔

۱۴۷۔ اعتقادیہ

(آغاز ضائع ہوگیا) ''فروغِ دین خوانند وانچہ دریں رسالہ متعلق باعتقاد دست کہ مرقوم سیگردو در چند باب'' باب: اوّل...... انکہ ذات مقدس حق سبحانہ تعالیٰ موجود دست ۲۔ اثباتِ واجب، ۳۔ توحید، ۴۔ صفاتِ ثبوتیہ، ۵۔ صفافِ سلبیہ، ۶۔عدل، ۷۔ نبوت، ۸۔امامت، ۹۔ معاد۔اس نثر کے بعد سلسلۂ نظم شروع ہوتا ہے۔

چشم بکشا کہ جلوۂ دلدار
منجلی است از درو دیوار

(یہ ایک سونواسی اشعار کا منظوم عقائدیہ ہے) اس کے بعد ایک قصیدہ بیالیس اشعار کا حضرت علی علیہ السلام کی مدح میں

مقد ایکہ زا اثار صنع کرد اظہار
سپہرو مہر ومہ سال وارض ولیل ونہار

اسی قصیدہ کے آخر میں کہتا ہے۔

بدشمناں منشیں حافظ تبرّا کش
نجات خویش طلب کن بجان ہشت وچار

اس کے بعد۔ایک آٹھ اشعار کا قصیدہ سعدی کا ہے

یا شاہ توئی ہمدم و ہمراز الٰہی نام تو غضنفر
حق دادترا دردو جہاں مسند شاہی یا ساقیِ کوثر

سعدی نو چہ باشی کہ زنی لاف غلامی بردر گہہ انشاء، از راہ شہنشاہی...... در بندہ نوازی اے نہتر کہتر۔

۱۴۸۔ مکاتیب مرزا اشرف

چند خطوط بلکہ چند کا اطلاق بھی صحیح نہیں صرف تین خطوط۔ پہلا خط مرزا اشرف خلف اسلام خاں کے نام۔ اسلام خاں مغل سلطنت کے عمائدین میں تھے ان کے صاحبزادے مرزا اشرف بھی ظاہر ہے کوئی گری پڑی شخصیت نہ ہوگی انھوں نے ایک بلی کا بچہ طلب کیا ہے۔ زمینداری کے اناج کی حفاظت کا ایک یہی راستہ تھا زمینوں کی پیداوار سے جب گھر بھر جاتے تو چوہوں کی یلغار سے بچنا انسان کی تاب وتواں کے بس کی بات نہیں رہتی۔

بات معمولی ہے لیکن انشا پردازی کا کمال بہرحال دیدنی ہے۔ روساء وامراء کے یہاں خوش نویس ہمہ وقتی نمک خوار ہوتے تھے اس لئے صرف اشارہ ہی کی دیر ہوتی تھی۔

دوسرا خط حفظ قرآن کریم کے سلسلہ میں تشکر وامتنان کا مظہر ہے۔ تیسرا جو آصف خاں نے خواجہ شیر کو لکھا وہ بہت طویل ہے۔ ریسرچ اسکالرز کیلئے دلچسپی کی چیز ہے۔ ان دنوں عینک کا چلن بھی اتنا زیادہ نہ تھا۔ قابلِ داد ہیں وہ آنکھیں جو ایسی خفی تحریروں کے لکھنے اور پڑھنے میں تکلف محسوس نہ کرتی تھیں۔

تحریر کا حسن اپنی جگہ الگ داد طلب ہے۔

۱۴۹۔ کچھ تاریخی یادداشتیں، خطوط وفرامین عہدِ شاہ عالم (نہایت خوش خط)

امراء وسلاطین کی محفلوں اور درباروں میں رسائی۔ تقرب اور علو مراتب کے حصول کی ہر منزل پر قلم کی قدرت۔ بیان میں زور وقوت جس تحریر اور اظہار مدعا پر دستگاہ کامل ہر وارد وصادر کیلئے نہ صرف لازم بلکہ تقرب وارتقا کا مضبوط ترین زینہ

ہر زمانہ میں رہا اور آج بھی ہے۔ ہر صاحب قلم و فکر رسا اپنے جوہر دکھاتا اور حسب صلاحیت مقام پالیتا۔

جہانگیر نے تمباکو کے استعمال کی اتنی شدت سے ممانعت کی کہ خلاف ورزی کی سزا میں ہونٹ تک کٹوا دیئے گئے۔ اس مخطوطہ میں صائبؔ کی جولانیٔ طبع زور قلم اور فکر رسا کا کرشمہ دیکھیئے کہ فرمان شاہی میں جھول پیدا کر دیا۔

اس مجموعہ میں حسنِ انشا و مہارت قلم کے نمونے بھی دیدنی ہیں۔ ایک خط کا عنوان تو ''ظل سبحانی بہ دستخط خاص با شاہزادۂ اعظم شاہ قلمی فرمودہ غرہ جمادی الاول سنہ ۳۸''

چودہ نصائح ۔ نقل فرمان والاشان کہ ز حمید الدین خاں صادر شدہ بود رمضان ۴

حسن خط کے اعتبار سے یہ چند اوراق فن کا شاہکار ہیں۔ ایک فرمان ابوالحسن والی حیدر آباد ایک محترم صاحب سنہ ۱۱۰۸ میں گجرات کے دیوان صوبہ تھے ان کے عہد میں کپور چند پنساری نے اپنی ساہوکاری کی مدد سے مصنوعی افراط زر (انفلیشن) پیدا کرنیکی کوشش کی تھی لیکن عبدالحمید خاں صوبیدار کی بیدار مغزی نے یہ بیل منڈھے نہ چڑھنے دی (تاریخ گجرات مراۃ احمدی) اور لالہ جی کو قید کی سزا ملی۔

۱۵۰۔ مکاتیب السلاطین والامراء:

اس میں امراء کے مکاتیب و فرامین کی نقول کو محفوظ کیا گیا ہے۔

مخطوطہ قدیم الکتابہ مجدول نقرہ وطلا

صفحہ اول پر ایک شعر میں یہ التزام کہ ہر مصرعہ میں صرف دو حروف منقوطہ ہوں اس کے بعد ایک نمونہ تحریر اس کے بعد ایک اور تحریر ہے جس میں ''د۔ ر۔ ز'' کا

استعمال بڑی کثرت سے ہوا ہے مفہوم و معانی کو زیادہ اہمیت نہیں دی گئی بلکہ "د۔ر۔ز" کا استعمال مقصود ہے۔

مخطوطے کے متن کا آغاز بغیر بسم اللہ کے اس شعر سے ہوتا ہے جای کو نہ آسیا بکردوانديشہ رزق بحساب ست حاشیہ پر مہری و مکتوبی کے اشعار ہیں۔

پہلا خط: "نواب غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ بہ حضرت قبلہ گاہی ام از پونہ قلمی نمودہ" "خان شجاعت و جلادت نشان من" متن مکتوب میں واضح کیا گیا ہے کہ کچھ مفسد لوگ ناینۂ پوتیہ گھاٹ کی جانب سے ممالک محروسہ میں داخل ہو گئے تھے لیکن نور چشم بہادر نے مسلسل جدوجہد سے انھیں بھاگنے پر مجبور کردیا اسپر تاریخ فی شہر......۳۳ شنبہ" دوسرا تیسرا صفحہ سادہ ہے البتہ حاشیہ پر "القاب نواب اسد خاں۔ موتمن الدولت العلیا معتمد السلطنۃ البہیہ۔ لایق العفایات صوریہ جامع القصائل معنویہ"

"ناظم مناظم ملک و مال تاجج مناجج دولت و اقبال، عمدہ وزرائے رفیع الشاں۔ زبدۃ خوانین بمسند مکان" "جدۃ الملک دارالمہام اسد خاں"

اس کے بعد صاحبقران ثانی کی وہ مشہور مراسلت ہے جو والیٔ بیجاپور و گولکنڈہ کے درمیان ہوئی۔ پھر تاریخِ عام آرائے عباسی از صحیفہ اول و صحیفہ دوم الخ خاتمہ پر "عالم ارا کہ سکندر بیگ منشی" جمع نمودہ تحریر فی التاریخ بیست و پنجم شوال ۳۳ یا ۴۴۔

دوسرا مکتوب: در تعزیت بہ برادر عزیز مرزا محمد صفدر خلف الصدق برادر کلال اِنجانب مرزا ابو سعید مرحوم قلمی شد" یہ بہو خانم کی وفات پر تعزیت نامہ ہے اسمیں تقریباً ۳۵۔ اشعار بھی تعزیت کے اظہار میں نظم کیئے ہیں۔ پھر اگلے صفحہ پر زید تتمہ کے عنوان سے منظومہ شروع ہو جاتا ہے۔

پس چرا کس بزیر چرخ کبود

کہ شود شادگر شود غمگین الخ

یہ سلسلہ اگلے صفحہ کے حاشیہ تک جاری ہے۔ خاتمہ محترم ایں سخن بکن کوتاہ'' پس بکولا الہ الا اللہ۔

اب ''مکاشفہ حضرہ میان لطف الدجیو'' ۱۵ محرم ۱۰۹۵ مرکبع اطلاع ملی کہ برہانپور واورنگ آباد میں وبا پھوٹ پڑی۔ اس خط کا خاتمہ اس شعر پر ہوتا ہے۔ صد ہزاراں طفل سر بہرید شد'' تاکلیم اللہ صاحب دید شد۔

اس کے بعد ''نقل القاب بادشاہزادہ محمد معظم'' اس کے بعد ''نقل فرمان والاشان عالمگیر کہ بخط خاص برائے خان فیروز جنگ نوشہ بودند'' ''اللہ معکم اینما کنتم خان فیروز جنگ......الخ''

اس کے بعد ''فرمان عالمگیر غازی''......مزین بہ نقش پنجہ خورشید نشان ودستخط قدسی نمط اسطور دہم شوال ۳۲ جلوس والا'' اسمیں غازی الدین خاں بہادر کی سفارش پر معافی عطا کی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ ''حص مرقوم راحوالہ خاں بہادر فیروز جنگ نمودہ خود بیرون بیاید ومطمئن الخاطر باشد دہم شوال سال سی ودوم جلوس والا''

اس کے حاشیہ پر'' نامہ محمد کام بخش بہ شاہ عالم بہادر''

اس کے بعد ''بی نقط احمد بیگ'' مسلسل دو صفحات پر محتوی ہے۔

پھر نقل فرمان جہاندار شاہ بیست ودوم شہر ذی قعدہ ۳ بنام فیمار اجہ مہر خاص بر لکھوتہ

ھوالقادر

القابات: (۱) سید عبد اللہ خاں۔ (۲) محمد امین خان۔ (۳) حسین علی خاں۔

فرمان بنام فیما راجہ۔ نقل دستک باسم گما شہنشاہ فوجداراں و جاگیرداراں و بہتانینداراں ۔ دیمکیاں۔ دیسن پانڈیاں وزمیداراں ۔حاشیہ پر مرزا بیدل کی منظومات مثنوی۔

آخر بادشاہ دیں پناہ بحاکم حیدرآباد وقتی کہ شاہ عالم بہادر برگشتہ آمد۔ بدستخط خاص قلمی فرمودند۔

یہ منشور و منظوم مختلف یادداشتوں کا مجموعہ ہے۔ ڈبل طلائی جدول خطاطی کا شاہکار اس میں سب سے اہم واقعہ ہمایوں کی علالت وصحت کا ہے۔

"ہر چند اطبائے دانا باستصواب افکار تدبیر در معالجت بردند و تدبیرات صحیح نمودند مزاج از انحراف نصیحت زائد رجوع نہ کرد۔ چوں مرض مزین گشت روزی باتفاق دانایان عصر اندیشۂ معالجہ میفر مودذ میر ابوالبقا موسوی کہ از اعاظم افاضل روزگار بود بعرض رسانید کہ از خرد پروران پیشیں چناں رسیدہ کہ در امثال ایں امور گرامی کہ از معالجہ اں عاجز آمدہ چارہ کار چنیں دیدہ کہ بہترین اشیا تصدق نمودہ صحت از درگاہِ الٰہی ستالت نمایند۔"

چنانچہ منت مانی گئی اور شاہزادے کو صحت ہوئی۔

اسی طرح کی کچھ تحریریں جمع کی گئی ہیں مثلاً:

"در فرمان عطوفت نشان طلب ہندال مرزا و خاصہ ساختن کابل مذکور بود نوشتہ بود کہ انشاء اللہ سجانہ چوں کار ہندوستان کہ قریب الاختتامت بانجام راسد مخلصان ہواہ خواہ دکاردانان خراج حوصلہ را گذاشتہ خود متوجہ ولایت موروثی خواہم شد باید کہ استعداد ایں یورش را جمع بندہائے آں حدود نمودہ منتظر کوکب عالمی باشند۔"

چند صفحات بعد حاشیہ پر مسلم بیگ وعادل، مرزا قاسم زاہد وغیرہ کے منظومات ہیں۔

پھر کسی محاربہ کی تفصیلات: میزان محاربہ مقاتلہ بنوعی اشتعال یافت کہ بے مبالغہ جنگ بزرگ ایرانیان وتورانیان درنظر روزگار خوار گشت وداستاں ہفت خوان رستم واسفندیار را اعتبار نماند الخ''

پھر کسی قلعہ کے استحکام کا ذکر: حصاری بغایت محکم داستوار بلندی اں بمرتبہ کہ پاسبانش اگر بلنگرہ برآمدی از آسیب شیر فلک در خطبودے۔

پھر یہ قلعہ فتح ہوگیا تو: ''برسم پیشگتی بسیار، ظرایف وتحف از جواہر نام دار دلالی شاہوار وقناطیر مقنطرہ''، '' از زرو دینار مقرون بعتوف اقمشہ فاخرو تبنوقات واجناس سیمیں واسپان تازی الخ''

اس کے بعد: دراطراف واکناف داعیہ حکومت وسروری داشت امیر حسین بود لاجرم اسباب''، ''زوال اوہم باندک مدتی دست فراہم داد الخ''

اس کے بعد آیہ شریفہ: ''یاایہا النبی حرص المونین علی القتال......الخ''

سب سے آخر میں: علامتہ الدہر عصند الدولہ امیر فتح اللہ شیرازی کا ذکر۔

پورے مخطوطے کی دوہری سنہری جدول ہے۔ کاغذ حنائی، نہایت خوش خط تحریر۔

۱۵۱۔ سلاسل بیعت وخرقہ:

اس میں شیخ محمد اکرم سے شروع ہوکر بزرگوں کے اسمائے گرامی کا سلسلہ سو سے بھی زیادہ ہوگیا ہے۔ جن حضرات کو تصوف سے شغف ہے ان کے لئے یہ ایک طرح کی مناجات بھی ہے۔ ورد کا صلہ تو برکت ہے لیکن اسمائے گرامی کا تحفظ ایک عظیم عقیدت وتاریخ۔

۱۵۲۔ بنیادی مبادیات مذہب وعقیدہ:

یہ اسلام کے بنیادی معتقدات نہایت خوش خط ایک خوبصورت سائز میں محفوظ

کردیا گیا ہے۔نثر کے بعد پندرہ صفحات پر ایک قصیدہ خاتمہ ملاحظہ ہو۔

این قصیدہ زوحیِ ہاتفِ غیب سرزدہ از نتائجِ اسرار

وحی چہ بود ہرچہ در دلِ تو طبعِ والا پسند آئینہ دار

این نہ شعر ست ہست معجزہ

گرچہ ماند بصورتِ اشعار

اس کے بعد ایک اور قصیدہ حضرت علی علیہ السلام کی مدح میں ہے پھر ایک اور قصیدہ مقدر یکہ از اثار صنع کو اظہار، سپہر مہر ومہ وسال وارض لیل ونہار۔اس کے خاتمہ پر جو شعر ہے وہ ایک دعوتِ فکر ہے۔

بدشمناں منتش حافظ تیرا کش

نجات خویش طلب کن بجان مثبت و چار

اس کے بعد مزید ایک آٹھ اشعار کا قصیدہ حضرت حدی علیہ الرحمۃ کا اسی زمین میں، مقطع ملاحظہ ہو۔

سعدی توجہ باشی کہ زنی لاف غلامی بر درگہِ آنشاہ

از راہ شہنشاہی ...... نازی اے مہتر کہتر

۱۵۳۔مجموعہ منظومات (کشکول) (ا) اسیرؔی وغیرہ

تذکرہ نصر آبادی لکھتا ہے کہ اسیرؔی کے والد خوش نویس تھے اور شاعر بھی تھے، صحفیؔی تخلص تھا۔یہ لوگ اصلاً شیرازی تھے۔غالباً معمہ گوئی سے بھی دلچسپی تھی۔نصر آبادی نے صرف ایک شعر بطور نمونہ دیا ہے۔

دلم پرست رخوں بربہم مزن انگشت

کہ ہمچوں شیشۂ مے گریہ در گلو دارد

اس کشکول میں اسیرؔی کا کلام کافی ہے غالباً معمہ گوئی میں بھی منزلِ کمال پر تھے۔ چیست اں غنچہ صفت پیکرِ مخروطی ظل، کہ بود بادشہانزا سفرِ استظہار، چار حرفست ورانام وزاں چار حروف، گر یکی رافگنی باز بجاماند چار، ور دو حرفست افگنی ازدی بمثل باز ہماں، چار حرفست بنظر جلوہ کند وقت شمار، ور سہ حرف افگنی از جا حروفش ماند، بازازاں لچار بجا چار مکن ہیچ انکار، طرفہ تر اینکہ ازاں چار اگر چار رود، پیشِ اربابِ نظر چار۔ بماند ناچار اس کے علاوہ اور بھی کلام ہے پھر ایک کھانسی کا نسخہ۔ وظیفہ بعد عشاء۔

۱۵۴۔ ۲۔ بیدلؔ، عرفیؔ، بلالیؔ:

ایک دلچسپ مثنوی پری خان بنارس بصد ہزاراں رنگ الخ (اگر کبھی گنگا کے کنارے تقسیمِ ہند سے پہلے جانا ہوا ہو تو اس منظوم تصویر کا مقابلہ اس تصور سے کیجئے)۔ سوؔدا، سعدؔی، زبیر فاریابی، عرفیؔ، سلماؔن، عزیزؔ، مولوی رومؔ، حافظ تبدیلِ حروف معمہ و مہملہ۔ رباعیات۔ ابیات۔

۱۲۶۶ کی بات ہے کہ ایک نصرانی نے (مصرعہ)

"گر براق نبوی سے خرِ عیسیٰ بڑھ جائے"

پر گرہ مانگی مختلف گرہوں میں حیدرآباد دکن سے آئی ہوئی ایک گرہ انعام کی مستحق قرار پائی

"کہیں ممکن ہے کہ کعبہ سے کلیسا بڑھ جائے"

متعدد معمے، جامؔی، نور جہاں، بحرِ طویل۔ ایک جگہ ۱۲۶۷ء انورؔی، شرف الدین، مکتوبؔی، مشفقؔی۔ کھوئی ہوئی چیز کے لئے ایک رباعی منقول در صوبہ دارانظفر عرف راچُورارک ۱۲۷۱ء عاشقی، رقعہ نصیر اتہرانی۔

۱۵۵۔ بیاضِ فاتح:

اعلیٰ درجہ کا خطاط، نہایت پُر گو شاعر۔ بیاض کے آغاز میں مختلف القلم تحریرات ہیں مثلاً نقشِ سکّہ شاہِ ایران نادر شاہ، سکہ آصف جاہ۔ دوسرے صفحہ پر البتہ کاتب خوش قلم ہے تیسرے صفحہ پر فاتح احاضرور صاحب نظم ہے لیکن معیار سے کمتر ہے۔ تیسری تحریر البتہ آئندہ کے صفحات سے ملتی جلتی فاتح کی معلوم ہوتی ہے۔ چوتھے صفحہ پر ہمزہ کوچک کوئی اچھا شاعر ہے حضرت علی علیہ السلام کی مدح نو اشعار آخری

تُو بگو ہمزۂ کوچک ہمہ دم مدحِ علی
تابود جاے تو در روضۂ رضواں ابدی

بہت باریک تحریر اور ایرانی اندازِ قلم فاتح کا یہ بھی حضرت علی علیہ السلام کی مدح میں۔

امیر المومنین حیدر امیرِ صفدرِ لشکر
نثار خاک راہش باد دالم دین و امام

۲۲ شعر کا قصیدہ پھر جبریل امین کی زبان سے ان کی اپنی روئیداد۔

تا شصت ہزار سال درانجا بدم مقیم
چوں پرزمن بسوخت فتادم بروی

پھر حضرت علیہ السلام کے معجزے سے جبریل کو پر مل گئے یہ قلم بھی اچھا ہے لیکن فاتح کا نہیں۔ پھر ایک اور معجزہ اسی قلم سے۔ اس کے آخر میں مختلف ممالک کے باشندوں کی امتیازی صفات المعدومہ مثلاً عرب ادب / رومی نسب / بدخشی تکلف / رنگی شعور۔ اس میں سندی کے لئے صفا اور ہندی کے لئے حیا۔ جملہ بیس

اقوام کی صفات کا بیان ہے۔ اس زمانہ میں دیس دیس کے سفر میں جو تجربات ہوتے ان کے نتائج ہیں۔ اب اس کے بعد ہوالفاتح کے عنوان سے کلام شروع ہوتا ہے نہایت اعلیٰ درجے کا، دیدہ زیب تحریر۔

الم اعہد الیکم یا بنی آدم چہ شد ہوشت | کہ شد تفسیراں لاتعبد الشیطاں فراموشت

تو می بوسی لبِ جام و شرابِ غفلت و کوثر | شہید از حسرتِ وصل لبِ لعلِ قدح نوشت

اس کے بعد عربی مناجات۔ پھر جناب قنبر کی آزادی کا پروانہ عطیہ حضرت علی علیہ السلام عربی۔ پھر ایک فارسی مناجات اس کے بعد فاتح کا قلم و کلام (۴۷ سینتالیس) اشعار کا قصیدہ نہایت اعلیٰ خفی قلم مزید چند قصائد پھر اس کے ایک بحرِ طویل۔ یہ آج ایک جنسِ نایاب ہے اس میں پڑھنے والے کے لئے ساز و آواز کو کنٹرول میں رکھنا اتنا اہم جتنا شاعر کے لئے قلم و فکر پھر آنحضرت ﷺ کی ازواجِ مطہرات صلوۃ اللہ علیہا کے اسمائے گرامی نظم کئے ہیں۔

نہایت خوش عقیدہ انسان ہے۔ خفی قلم پر بڑی قدرت ہے۔ کربلا کے موضوع پر بھی خانوادۂ واہل بیتؑ نبوت کی عقیدت میں فنا ہو چکا ہے ایک جگہ محمد حسن کی مہر بھی ہے۔

تاجِ نبی شکستہ بہ میدانِ کربلا
گم شد دُرِ نجف بہ بیابانِ کربلا

۸۰ صفحات۔ گیارہ انچ و چھ انچ سائز کاغذ ملون۔ اپنا وطن بتانے سے کترا گئے نہ معلوم کیا مصلحت تھی

گفتمش فاتح ترا اصل از کجا باشد وطن
گفت ہستم از بزرگان دیار داد عشق

تحریر کا انداز ایرانی ہے اگر خود ایرانی نہیں تو کسی ایرانی استاد کی شاگردی میں رہے ہیں۔

۱۵۶۔ قلمی بیاض:

تیس صفحات پر مشتمل ایک بیاض جس کا آغاز حضرت علی علیہ السلام کے اشعار سے ہوتا ہے۔ اس میں نور جہاں سے منسوب ایک نہایت دلچسپ و قیمتی رباعی ہے۔

از حکیمِ ہند پرسیدم کہ آواز مت چند؟ گفت آمد چار آواز در جہاں مارا پسند
قلقلِ بانگِ شراب وجذبذ سیخ کباب چم چم بوس و کنار و قشقشِ ایزار بند

اس محفل میں مندرجہ ذیل شعرا سے ملئے۔ بے کس غزنوی، آشنا شاگرد صائب، بقائی سہارنپوری، جلال بیگ، سعید قصاب، کلیم، فطرت شفائی، امیر، عبدالمولیٰ، میر صیدی، اسدی، شیخ ابو سعید، حسن دہلوی، ملک، سنائی، شیخ بہاؤالدین، شوکت، سعید اشرف، ملا تقی مجلسیؒ، معاف، نجیب، میر غلام علی ارشد، مرزا رفیع واعظ، ناظم ہروی وغیرہ۔ مداحی اہل بیتؑ و رسالت صلی اللہ وسلامہ میں محتشم کاشی بے شک لاجواب مداح ہے لیکن اس بیاض میں دیکھئے میر غلام علی ارشد بھی کچھ کم نہیں۔

۱۵۷۔ شہادت باری بیکس غزنوی:

سلطان غیاث الدین کے عہد میں اس کا بیٹا سلطان محمد ملتان کا صوبیدار تھا اسے حضرت امیر خسرو علیہ الرحمتہ سے بڑی عقیدت تھی، یہ وہ وقت تھا جب فارسی وعربی کے ساتھ سرائیکی بھی اپنے قدم جمارہی تھی جس کا سہرا حضرت امیر خسرو

کے سر تھا۔

مغلوں کے قدم آئے تو حضرت امیر خسرو سلطان محمد کے تقرب کے جرم میں پکڑے گئے دو سال بعد چھٹکارا ہوا تو سیدھے حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت میں پہنچ کر دلی ہی کے ہو رہے۔

حضرت امیر خسرو نے التمش، بلبن، خلجی اور غیاث الدین تغلق جیسے قہرمان و باسطوت کا زمانہ بھی دیکھا اور میر معز الدین کیقباد، قطب الدین مبارک شاہ اور خسرو خان جیسے کٹھ پتلی و کمزور تاجدار بھی دیکھے۔ دستورِ زمانہ یہی رہا کہ ہر انقلاب پر مقرّبان سلطانی کا نشانہ کی زد پر رہنا تو بدیہی بات ہے اس لئے کہ امرا استونِ سیاست ہوتے ہیں لیکن علما و مشائخ کا گناہ صرف ان کا لائق عقیدت ہونا ہے۔

۱۵۸۔ خالق باری:

خسرو کی مقبول عام اور اپنی نوعیت کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ یہ وہ دور تھا جب سب بولیوں کے اشتراک سے اردو جنم لے رہی تھی اور بہت سے اہل قلم بزرگ ہندی و فارسی اور مقامی بولیوں کے تانے بانے سے ایک نئی چھولداری تن رہے تھے۔ اس دور کی تصانیف میں باری کا لفظ کچھ غیر معمولی مقبولیت حاصل کر گیا تھا اور ایک سے زیادہ تصانیف میں یہ لفظ قدرِ مشترک نظر آتا ہے۔ ممکن ہے جناب عبدالحق صاحب مرحوم کی جواہر شناس نگاہوں نے ایک سے زیادہ باریاں اپنے اردو پرستی کے تاج میں سجائی ہوں۔

بیکسؔ کے متعلق قانعؔ۔ مقالات الشعراء میں کہتا ہے۔

''محمد بیگ بیکس تخلص از سکان حیدرآباد یکی چند زدر عہد عالمگیر وارد بلدہ شدہ پسرش یار بیگ نام در بھاؤنگر دوچار شد۔ چند شعر پدر از بر میخواند۔''

بیکس نے تاریخ بھی خود ہی نظم کر دی ہے۔

شہادت کے باری رکھا اس کا نام
محرم کے عشرے میں ہوئی اختتام

۴۴ا صفحات تحریر خاصی خوش خط ہے سائز ۴×۷ انچ۔

۱۵۹۔ مجموعہ مختصر منشی و تاج الدین، ناصر علی، تقی متقی، ابوالمعالی، امیر:

منشی تاج الدین کے متعلق تاریخِ گجرات میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ عبدالحمید خاں صوبیدار گجرات کے زمانہ میں ایک ساہوکار کپور چند پنساری تھا۔ اس نے نئے مصنوعی افراطِ زر پیدا کرنے کے لئے آپس کے بنیوں سے ساز باز کی لیکن عبدالحمید خاں صوبیدار گجرات نے اس کے تمام ذخائر کو بے نقاب کر کے عوام کو مہنگائی کے دیو کا لقمہ بننے سے بچالیا۔ اس زمانہ میں ''ہنڈی'' کا طریقۂ کار رائج تھا اور بڑی آسانی سے مہنگائی پیدا کی جا سکتی تھی لیکن اس چھوٹے سے کتابچہ میں منشی تاج الدین اس کا کھاتہ لکھنے پر ملازم ہوں گے اس کی تعریف میں ایک اچھا خاصہ طویل قصیدہ کہا ہے جو تاریخِ گجرات میں موجود نہیں صرف اسی مخطوطہ میں ہے۔ عبدالحمید خاں بڑے دور اندیش اور واقعی قابلِ ستائش تھے۔ اس مخطوطہ کے غالباً کافی عرصہ بعد لیکن صوبیدار صاحب کے عہد ہی میں یا شاید بعد (پنساری) پھنسالی کے لئے قصیدہ کہا گیا ہوگا۔

منشی تاج الدین ہی نے عبدالحمید خاں صوبیدار کے لئے بھی ایک قصیدہ لکھا لیکن یہ حمید خاں کے چارج لینے کے لئے فوراً بعد کی بات معلوم ہوتی ہے۔ منشی جی خاصے قابل آدمی تھے۔ ایک شاہ جہاں کا رقعہ عالمگیر کے نام یہ بہت مشہور خط ہے۔ ''بابائے من بہادر من'' الخ کیا غضب کا شعر ہے۔

لعنت اللہ بر مسلمانی
که زنده راہم باب ترسانی

شعر قیامت تک زندہ رہے گا۔

۱۶۰۔ منظومات صالح:

میر محمد صالح کے والدِ ماجد مشہور قلم کار میر عبد اللہ ترمذی وصفی کے فرزندار جمند بقول ''ہفت قلم'' کشفی وصحابی تخلص میکرد (بقول مراۃ العالم) بعلم و دانش آراستگی داشت و نستعلیق راخوب می نوشت۔ در ابتدائی حال بقناعت میگذرانید و در آخر عمر فردوس آشیانی (شاہجہاں) ازاں معارف آگاہ پرسیدند کہ ''من شاچست؟''، ''گفت''، ''پنجرل'' بادشاہ متعجب شدہ از حقیقت ایں سخن استفسار کروند، گفت عمر ہمانست کہ در سعادت بندگی و خدمت حضرت صرف شد۔ بادشاہ ازیں لطیفہ خوش وقت شدہ بمبر مدالتفات وعنایات قدرومنزلت اورافزد۔ او صاحب تصانیف است۔ مجموعۂ راز، اعجازِ مصطفوی، مناقبِ مرتضوی، عمل صالح، اشہر رشحات قلم اوست۔

''عملِ صالح'' عہد شاہ جہانی کی تاریخ کا شاہکار سمجھا جاتا ہے جس کی چکاچوند میں صالح کی دیگر تحقیقات دھندلا گئیں۔ زیرِ نظر مخطوطہ خطاطی کا بھی شاہکار ہے اس میں امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کے بچپن کے معجزات نظم کیے ہیں اور صالح تخلص صرف کیا ہے۔

بیاض میں کچھ تحریری بدخط بھی ہیں لیکن وہ اس لئے اہم ہیں کہ (شاید) محسن (ٹھٹھوی) کی جو بجائے خود ایک جنسِ نادر و نایاب ہے ملون کاغذ کا استعمال ہمہ شما کی دسترس سے باہر، صرف عمائدین اور صف اوّل و دوم کے روساء اور مقربان

سلطنت استعمال کر سکتے تھے۔

۱۶۱۔ بیاض:

صفحۂ اوّل پر رباعی کا ایک اچھوتا انداز (ع ی) بہ بستاں می رود لبر ولی با باز قہہ قہہ قہ۔ بش قہہ قہہ رخش مہ مہ قدش چوں سرو لالہ لہ۔ خراماں وار کب کب ونی در نیم شب شب شب، دو یدم در تو لب لب لب شکر لب گفت واہ واہ واہ۔

ظہوری اسحاق المعجہ کی رباعیات پھر ایک منظوم خط، عزیز من: اگر ماریست اندر رختہ تنگ، وگر موریست اندر فرجہ سنگ۔ مزید دو اشعار کے بعد کہتا ہے ندام تا از نہا نام من چلیست، کہ بیاید بدینساں میکنم زیست، ایک چشاں ایک اور عنوان کجلولی اس کے بعد علامی ابو الفضل کے پانچ اشعار بہت نگر کہ در خور ہر جوہری...... پانچ اشعار۔ اس کے بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ قرطہ از چاک زد لعبت سیمیں بدن، اشک ملمع قاند شمع مرصع لگن۔ یہ چون (۵۴) اشعار کا قصیدہ ہے آخری شعر سرو قدی کلک من چوں متامل شود، ریزوش از جبن زلف نافہ چین ختن۔ خاتمہ تحت الکلام ہٰذا دع را یچور ۲۰ ربیع الاوّل ۱۲۷۵ء

اس کے بعد ہٰذا اسدس از شیخ ابراہیم خاں ذوقؔ سریر آرائے گردوں جب تلک سلطانِ خاور ہو، قمر دستورِ اعظم صدرِ اعلیٰ سعدِ اکبر ہو...... یہ بہادر شاہ کی تعریف میں ہے، بہادر شاہ غازی بادشاہ ہفت کشور ہو۔

روضۃ الشہدا کے حوالہ سے کربلا سے کوفہ لے جائے جانے والے سرہائے شہدا کی تقسیم۔ مثلاً بائیس سر قبیلہ ہوازن کو ملے، چہاردہ سر بہ بنی تمیم و سردار ایشاں حصین ابن نمیر بود، سیزدہ سر بقبیلہ کندہ، شش سر بہ نبی اسد، پنج سر بہ قبیلہ ازد الخ۔ مصائب کی عام کتابوں میں یہ بیان نہیں ملتا نہایت نایاب معلومات ہیں۔ سراج

الملک کی دیوانی کی تاریخ، جواب میر نجات۔ صاحب قہوہ کی تعریف میں۔ ہندی حسابی گر۔ آنے کا روپیہ کرنا۔ قیمت رتی وغیرہ وغیرہ حقّے کی تعریف میں ایک نظم۔ رباعی۔ مختلف اشعار اس صفحہ پر نہایت قیمتی و نایاب معلومات کی ہیں یعنی مغل سلاطین میں کسی کی مہر کا سجع کیا تھا۔ بہادر شاہ، دارا شکوہ، شاہ شجاع۔

۱۶۲۔ منشاۃ منشی چندر بھان:

والد کا نام دھرم داس، وطن لاہور مسٹر بیل ______ نے پٹیالہ لکھا ہے۔ ابتدائی تعلیم ملا عبدالحکیم سیالکوٹی سے حاصل کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد پہلے میر امارت لاہور امیر عبدالکریم کی ملازمت میں رہے۔ ان کے ایک بھائی اودے بھان شاہجہاں آباد کے ناظمِ اعلیٰ عاقل خان کے یہاں ملازم تھے پھر منشی صاحب نے میر امارت کی نوکری چھوڑ کر افضل خاں وزیر کی ملازمت اختیار کر لی۔ افضل خاں کی وفات کے بعد یہ بھی شاہی ملازمین کے زمرہ میں داخل ہو گئے یہ ۱۰۴۸ء کی بات ہے۔

دارا شکوہ کو چندر بھان کی تحریر بہت پسند تھی اور دارا شکوہ کی موت تک منشی جی اسی دربار سے وابستہ رہے۔ دارا شکوہ کی موت کے بعد ترکِ دنیا کر کے بنارس میں رہائش اختیار کر لی اور ۱۰۷۳ میں وہیں سورگباش ہوئے۔ منشی جی کے دو بھائی رائے بھان اور اندر بھان پہلے ہی سنیاس لے چکے تھے۔

پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ مخطوطہ ''منشاۃ برہمن'' میں ایک خط بیٹے تیج بھان کے نام بھی ہے۔ مسٹر بیل نے لکھا ہے کہ آگرہ میں ایک بڑا شاندار مکان چندر بھان کے پاس تھا اور تذکرہ امرائے ہنود میں ایک باغ کی موجودگی کو بھی چندر بھان سے منسوب کیا ہے۔ مولف عمل صالح منشی کے ذیل میں لکھتا ہے ''ہر چند بصورت ہندوست لیکن دم در اسلام می زند'' منشی جی کا ایک شعر اپنے دور

میں بہت مقبول و مشہور ہوا۔

مرا دیست بکفر آشنا کہ چندیں بار
بکعبہ ہر دم و بازش برہمن اُو زدم

چندر بھان کی مندرجہ ذیل تصانیف کا ذکر منشاہ میں موجود ہے۔ چہار چمن۔ یہ شاہ جہاں کے عہد کی یادداشتوں کا مجموعہ ہے ۲۔ گلدستہ ۳۔ تحفۃ الانوار ۴۔ نگار نامہ ۵۔ تحفۃ الفصحا ۶۔ مجموعۃ الفقرا۔

۱۔ چہار چمن: شاہ جہاں کے عہدِ حکومت کی یادداشتوں کا مجموعہ ہے (۲) گلدستہ۔

۲۔ منشاۃ برہمن: یہ ان خطوط کا مجموعہ ہے جو امرائے شاہجہانی اور معاصرین کو لکھے گئے۔ ان دو مخطوطات پر ڈاکٹر محمد عبداللہ نے، جب وہ پنجاب یونیورسٹی میں ریسرچ اسٹوڈنٹ تھے ایک تفصیلی مقالہ لکھا ہے۔

ان حقائق کے پیشِ نظر یہ دعویٰ کسی دلیل کا محتاج نہیں کہ زیرِ نظر مخطوطہ منشی چندر بھان کا وہ قلمی شاہکار ہے جو اب تک کسی کی نظر سے نہیں گزرا۔ اسی مخطوطہ میں منشی جی نے ۱۰۲۴ء کی ایک محفلِ احباب اور نجی نشست کی بڑی دلچسپ تصویر پیش کی ہے۔

جہانگیر گجرات سے واپس آ کر فتح پور میں مقیم ہے۔ ایک محفلِ شعر و سخن آراستہ ہے۔ مندرجہ ذیل اساتذہ سے ملئے۔

ملا انوری	ملا طفیلی مصنف شاہ و ماہ
ملا عطائی	ملا شیدا
ملا محرم	غیاثا حلوائی وغیرہ وغیرہ

نوک جھونک، طنز و مزاح، فقرے بازی، گالی گلوچ، پھر صلح و صفائی اور بغل گیری۔

طالب آملی، ملک الشعرائے وقت کی آمد، ان کی استادی اور برتری سب کے لئے مسلم

سب سے زیادہ دلچسپ ٹھیٹھ اردو اصطلاحات مثلاً گھسّم گھسّا۔ ٹھکّم ٹھکّا وغیرہ کا استعمال منشی چندر بھان نستعلیق میں، آقا عبید الرشید دہلی کے اور خط شکستہ میں کفایت خان کے شاگرد تھے۔ یہ مخطوطہ ڈاکٹر عبداللہ کی نظر سے بھی نہیں گزرا اس لئے ایک نایاب تحفہ ہے۔

فارسی میں اردو ہندی کا ایک نہایت دلچسپ مزاحیہ بالکل نادر و نایاب چیز ہے۔

۱۶۳۔ بتیس ۳۲ لچھن:

بحسبِ خلقت اعضا: بنیادی طور پر یہ اہل ہند کا دستور العمل حیات تھا کہ ان کے یہاں پنڈت، پروہت برہمن انسانی اعضاء و جوارح کی ساخت کو دیکھ کر اس کے اخلاق و کردار پر روشنی ڈالتے تھے اور ان کے یہاں یہ ایک مستقل علمی برانچ ہے لیکن عربی و فارسی لٹریچر میں بھی قیافہ کے عنوان سے اِس موضوع پر لٹریچر موجود ہے حقیقتاً یہ ظنی برانچ علم ہے جو نتائجِ مشاہدات کی کثرت پر قائم ہے۔ مسلمانوں میں بھی روحانیت سے زیادہ متوسل افراد یا علما اس موضوع پر کچھ کہہ گئے، کچھ لکھ گئے، کچھ یادگاریں چھوڑ گئے چونکہ بیشتر مشاہدات کے نتائج ہوتے ہیں اس لئے انھیں ایک قلم جھٹلا دینا ہٹ دھرمی ہی کے ذیل میں آسکتا ہے۔

مسلمانوں میں بھی بعض ایسی بزرگ شخصیات جن کی روحانیت سے وابستگی کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا اگر وہ کچھ کہہ دیں تو اس سے انکار نامناسب اور جاہلانہ ہٹ دھرمی کے ذیل میں آجاتا ہے۔

''در بیان بتیس (۳۲) لچھن کسبِ خلقتِ اعضا و صورت'' ظاہر ہے کہ کسی

ہندو مولف کا کارنامہ ہے جسے کسی صاحبِ ذوق اور صاحبِ بصیرت نے فارسی کے قالب میں ڈھال دیا۔ افسوس کہ آغاز ناقص ہے اس لئے نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اصل تالیف کسی صاحبِ علم کا کارنامہ تھا۔ سب سے پہلے مصنف نے یہ واضح کیا ہے کہ ''انچہ سرخ باید ہفت عضواست'' الخ۔

اوّل ناخن، دوئم چشم، سوم لب چہارم کام، پنجم زبان، ششتم کف دست، ہفتم کف پا الخ اس طرح مولف نے مرد وزن کے امتیازی اعضا پر الگ روشنی ڈالی ہے باالفاظِ دیگر کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ شاہی درباروں اور اربابِ حکومت میں جذبات خصوصاً اہم شاہی یا ریاستی عہدوں پر تقررات کے وقت ان مشاہدات سے استفادہ کیا جاتا تھا۔ بے شک غلطی کا امکان ہے لیکن غلطی تو انسانی خمیر ہے۔ یہ مخطوطہ مختصر سائز یعنی تقریباً سات انچ، چار انچ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ تحریر رواں ہے نہ قطعی بدخط نہ بہت زیادہ خوش خط۔ آج کل بھی بڑی سرکاری خدمات پر تقرر کے وقت متعلقہ امیدوار کا ماہر نفسیات کے ذریعہ مطالعہ کرانے کے بعد اس کی رپورٹ کو بھی مناسب اہمیت دی جاتی ہے۔ مولف نے مستورات کو نظر انداز نہیں کیا یہ اس دور میں، جب عورتوں کی سرکاری ملازمتوں کا تصور نہ تھا پیشِ نظر رکھنا مولف کی دور اندیشی پر دلالت کرتا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اپنا نام کہیں ظاہر نہیں کیا۔

۱۶۴۔ بیاض۔ قلندری، ملنگی، فقیری منتر وغیرہ:

قلندری، ملنگی، فقیری، منتر، دعائیں، ٹونے، ٹوٹکے، تاویلات، تعبیرات، مخصوص اصطلاحات مثلاً اوّل امام تن، دوم امام جان، سوم امام دل، چہارم عقل، پنجم فہم پنج قبلہ۔ اول محراب، دوم کعبہ الخ، سر مصحف، زبان پیشانی الخ زبان

گوشت، اندام خاک، جان باد، گرسنگی آتش، نفس کا ئخ۔

یہ عالم کہ ایک شعر عربی، ایک فارسی، ایک عربی دو فارسی، قدیم اردو۔

دادل کی نظم، چہار شہادت۔ اصطلاحات قرآن کریم مثلاً جان قرآن، صادر قرآن، عرش قرآن، چراغِ قرآن، قفل قرآن دغیرہ وغیرہ عجیب عجیب رموز ہیں۔

ایک جگہ عزیز اللہ عاجزؔ کا نام آیا ہے۔ یہ بزرگ بقول مقالات الشعرا ''از ساداتِ بارہہ بود ہمراہ رضی محمد خاں در ٹھٹھہ وارد شد'' گھوڑوں کے معالجات۔ 'ہفت بند کاشی'' کے جواب میں ہفت بند دادلؔ کی نظم، چہار شہادت، تعویذات و نقوش وغیرہ۔ سائنس تسلیم کرے یا نہ کرے یہ دنیا بھی ایک نا قابلِ انکار و تردید حقیقت ہے حقیقت جو صدیوں سے آج تک چلی آ رہی ہے کسی کے انکار سے وجود حقیقت نہیں بنتا ص ۸۴۔

۱۶۵۔ مجموعۂ مکاتیب:

از میر علاء الملک ۲۔ امیر الامراء شائستہ خاں۔ در توصیف دیباچہ (۱) یہ حسن طلب ہے ''بادشاہ جہاں دار جواں بخت جہانگیر شاہنشاہ سلیمان اقتدار، سکندر و دار اشکار یہراج وہاج'' بحر موج سپہر خورشید شعاع محمد شاہ شجاع سے اس کے بعد ایک (۲) طویل تحریر در توصیف امیر الامراء

شائستہ خاں کوئی معمولی گرے پڑے امراء میں نہ تھے ذرا اس تصویر میں انہیں دیکھئے۔ ان امراء اور مشیرانِ سلطنت کی زندگیوں کے نجی واقعات بھی نئی نسلوں کے لئے تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں۔ حکومت کے عجائب خانے تو تاریخ کے قبرستان ہیں کاش صاحبانِ ثروت اپنے کتب خانوں کے دروازے اسکالرز کے لئے کھول دیں تو نجانے ماضی کے کتنے نوادر سے نئی نسلیں روشناس ہوں۔

(۳) در توصیف دیباچہ: دیباچہ در بار مسمّی بگوہر شاہوار بہ کتاب والا خطاب مجمع البحرین۔ اب مجمع البحرین جن صاحبانِ ذوق کی نظر سے گزری ہے وہ دراصل اس دیباچہ سے بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔ پندرہ صفحات اسی موضوع پر ہیں۔ اعلیٰ درجہ کا خطاط قلم بہت باریک ہے اللہ جانے یہ لوگ کیا غذائیں کھاتے تھے اس وقت تو عینک بھی نہ تھی جملہ ۸۷۔ صفحات ۵۰۰۔

۱۶۶۔ دہ مجلس ریختہ:

زیرِ نظر مخطوطہ کے مصنف کوئی بزرگ رحمت اللہ انصاری، تخلص قیدیؔ ہیں یہ کارنامہ ان کا منظوم نہیں نثری ہے گو کہیں کہیں جھلکیاں موجود ہیں مثلاً

کب چین دل گرفتوں کو ہوئے چمن کے بیچ
غنچہ ہے چاک دل آخر چمن کے بیچ

ایک اور شعر

جس دل کو کچھ غرض نہ ہو مطلب سے کام سے
پھر فائدہ ہے کون کسی کے سلام سے

حالاتِ حضرت مسلمؑ یہ حضرت مسلم بن عقیل سفیر اہل بیت کربلا بکوفہ کے واقعات پر مشتمل زبان اردو کے بچپن اور عنفوانِ شباب کی ایک ریسرچ اسکالر کے لئے اچھی و مفید تصویر ہے۔ معرکۂ کربلا سے پہلے کے کچھ واقعات سے بھی کڑیاں ملادی ہیں۔ صفحات ۷۶۔

۱۶۷۔ مقبوضات وحدودِ سلطنتِ عالمگیر اورنگزیب:

تاریخ عام طور پر فتح و شکست کا مستند ریکارڈ ہوتی ہے لیکن حدودِ سلطنت کے مختلف مقامات کی آمدنی، ایک جگہ سے دوسری جگہ کا فاصلہ، آس پاس کے

مواضعات اور آبادیوں کے اعداد و شمار، اکبر آباد سے شاہ جہاں آباد، لاہور، کابل، کشمیر، ملتان، اجمیر، احمد آباد، اوجین وغیرہ کی مسافت کا ریکارڈ۔ اسی طرح محاصل، لاہور، کابل، دوآبہ سندھ ساگر، چکلہ ملوکی، کانگرہ، انعام راجہ اودے سنگھ، طول و عرض ملتان، فہبنان، کشمیر، سندھ، ستلج، مسافت از دار السلطنۃ لاہور کابل، کشمیر، احمد آباد، اجمیر، مالوہ، برہانپور۔ اورنگ آباد، محمد آباد بیدر، بیجاپور، حیدر آباد، الٰہ آباد، اودھ، پٹنہ، ڈھاکہ آمدنی مثلاً بلدہ کابل اور محال لکھ کرور لہ عب لک...... بعض علاقوں کی رقوم تومان کے عدد سے ظاہر کی گئی ہیں۔

حدودِ عرض و طول صوبہ شرقی و دریائے سندھ غربی، بدخشاں۔ ہندوکوہ۔ افغانوں سہ قوم ست، مسافت از کابل بلخ، صوبہ کشمیر جنت نظیر محاصل، سری نگر، تبت وغیرہ، غرض چند (۴) اوراق میں اس عہد کی مکمل تصویر کھینچ دی ہے۔

۱٦۸ اکبر نامہ یا دربارِ اکبری مخطوطہ خاص الخاص:

برِ اعظم ہند کی تاریخ میں اسلامی تاریخ کا بطلِ جلیل شہنشاہ اکبر وہ مدبر دور اندیش بادشاہ گزرا ہے کہ تاریخ نے اس کا ثانی پیش نہیں کیا۔ پاکستان بننے سے بہت پہلے انگریزوں نے اس خطے کی دونوں قوموں کو ایک دوسرے کے خلاف گمراہ کر کے بہت فائدہ اٹھایا یہ تو اکبر سے بعد کی بات ہے اکبر سے پہلے بھی دونوں قوموں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت پیدا کر کے اپنا اُلّو سیدھا کرنے والے بہت سے گزر گئے لیکن اکبر پہلا شہنشاہ ہے جس نے جمہور کی اکثریت کی دل دہی اور سوسائٹی میں غیر مسلموں کو بھی حسبِ صلاحیت اعلیٰ مراتب پر فائز کیا۔ تاریخ کے اس ریکارڈ کو محفوظ کرنے والی دو ضخیم تالیفات اکبر نامہ، دربارِ اکبری، اپنی راست گوئی و حقیقت پسندی میں زبان زدِ خاص و عام ہے

اور انتہائی ضخیم ہونے کے بعد چھپ بھی چکی ہے لیکن بعض مخطوطات ایسی خصوصیات اور ایسے امتیازات کے حامل ہوتے ہیں کہ ان کی اہمیت کسی حال متاثر نہیں ہوتی مثلاً زیرِنظر مخطوطہ کی سب سے اہم اور نادرہ روزگار خصوصیت یہ ہے کہ آخر سے دو ورق ماقبل آخر شاہی قلم سے حاشیہ پر درج ہے "بخدمت سامر رسیدی ملوک مس راحرا ابن عمرس در یوشرلو" اور ایک جگہ صفحہ انچاس کے بعد "مرزا خاں باسعید جوان وصد خیل" متن کی اصل عبارت ہے۔ حاشیہ پر اسی شاہی قلم سے "باسعید خوان" کا اضافہ فرمایا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں ہمارا تجربہ اور جو بزرگ مخطوطات سے لین دین کرتے اور واسطہ رکھتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ کسی ایسی کتاب کے حاشیہ پر جو نہایت اہتمام سے جہازی سائز، خان بالیغ کاغذ اتنے وسیع حواشی کے ساتھ زرپاشی کی عیاشی کے ساتھ تیار کیا گیا ہو اس پر کسی للّو پنجو یا ہمہ شما نیچے درجے کے آدمی کی مجال نہیں کہ قلم رکھ دے اور عتیقیات سے واسطہ رکھنے والے بزرگ جانتے ہیں جلی قلم کا یہ اندازِ تحریر مغل شہنشاہوں میں عام تھا۔

رام پور اسٹیٹ لائبریری انڈیا میں مصنّفین ومولفین کے قلمی نمونے ہندوستان بھر میں سب سے زیادہ ہیں۔ حکیم سیّد مظفر حسین مرحوم لکھتے ہیں ایک مخطوطہ ایک مرتبہ ہم نے حیدرآباد دکن سے رامپور بھیجا اس پر "داراشکوہ" کے اپنے قلم کی تحریر تھی "بار اوّل ختم نمودم"، "داراشکوہ" پھر ایک اور جگہ لکھا تھا "بار دوم ختم نمودم"، "داراشکوہ" جناب عرشی صاحب لائبریرین رام پور نے ہم سے ثبوت طلب کیا تو ہم نے عرض کیا "جناب ہم تو سڑک پر بیٹھنے والے معمولی تاجر ہیں آپ کے پاس ذرائع تصدیق کی کمی نہیں آپ خود ہی تقابل فرما کر ہمیں مطلع

فرمادیں کہ داراشکوہ کی تحریر کی فلاں خصوصیت اس میں موجود نہیں ہمیں آپ کے ارشاد پر کوئی عذر نہ ہوگا اور پھر قیمت کا تعین آپ کے اختیار میں ہوگا جواباً جناب عرشی صاحب نے لکھا ہے ''اچھا صاحب آپ جیتے ہم ہارے اب آپ قیمت بتادیجئے۔''

تقریباً یہی صورت اس مخطوطہ کی ہے۔ جہازی سائز ساڑھے تین تین انچ سائز کا حاشیہ پھر زرپاشی ایسی کہ آج بھی اس کی آب وتاب میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔

۱۶۹۔ سقراط کی محفل میں (فلاسفر کا مجمع) عدل وظلم پر مباحثہ

اس محفل میں مندرجہ ذیل فلاسفروں سے ملئے۔

۱۔ سقراط ۲۔ گلوکن یا گلاکن ۳۔ تھریسماخس ۴۔ ایدیمانطس ۵۔ عدۃ الشعراء ہزمیودار ۶۔ ہومر ۷۔ میوزبوس ۸۔ یوپولیس۔ مقالہ اوّل ۵۶ صفحات (ناقص) مقالہ دوم ۲۴ (ناقص الآخر)۔

۱۷۰۔ تشبیہات کہ اساتذہ فن را معمول بود:

مختلف اساتذۂ فن شعراء نے مختلف مواقع پر مختلف چیزوں کے لئے یا جن امور و اشیا کے لئے جن مختلف تشبیہات کو استعمال کیا انہیں یکجا کردینا بڑی وسعتِ مطالعہ کا متقاضی ہے۔ فاضل مولف نے بیس (۲۰) ابواب پر یہ انوکھی سعی وکاوش کی ہے، جو ہر آئینہ قابلِ قدر ہے آغاز کے اوراق تو غائب تھے ہی لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مولف حسبِ منشا اس مہم کو انجام تک بھی نہ پہنچا سکا۔ صرف پندرہ صفحات موجود ہیں لیکن صورت یہ ہے کہ آغاز میں بھی مرجان۔ زبرجد'' وغیرہ ''حلقہ قند نبات'' دہن سے موجود ہے اور انجام میں بھی کہتا ہے'' ہرجا کہ روی رابہ

بہشت تشبیہ کنند......الخ بارے آغاز میں دندان ودہن باب دہم کا سلسلہ ہے اور تشبیہ لب کی مثال میں ایک شعر کے بعد ناقص رہ گیا مابعد دوسرا صفحہ معرا ہے لیکن ''اں زلف وغمز'' ترک موجود ہے۔ یا مولف ہی اپنا ارادہ پورا نہ کرسکا یا قاتل کو موقع نہ ملا۔ مولف نے عجم وعرب دونوں اپنی تائید میں مجنوں بن عاری سے استفادے کو زیادہ پسند کرتا ہے۔

۱۷۱۔ کشکول مہدی اقبال:

جناب مہدی اقبال نے اپنے شوق میں اس دور کے خطوط مروجہ اور آغاز فن تحریر کی معلومات پر بطور کشکول کوئی مبسوط کتاب لکھی۔ زیرِ نظر مخطوطہ کسی شوقین کے اپنے ذوق کی یادگار ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس دور کی تیرہ اقسام مروجہ خطوط کے علاوہ کوفی اختراع فرمایا خط معقلی کی ایجاد ابن مقلہ سے منسوب ہے جو اس نے نسخ وثلث کے امتزاج سے ایک جدید انداز پیدا کیا لیکن الراضی باللہ عجیب حاکم وقت تھا جس نے ہمت افزائی کے بجائے بیچارے موجد کے ہاتھ ہی قلم کردیئے العیاذ أباللہ۔

زیرِ نظر مخطوطہ میں فن تحریر کی ابتدا سے لے کر خاقانی کے عہد تک کے کچھ واقعات وحالات جمع کیے ہیں۔ کاغذ کی عمر کی طوالت اس کی صورت سے واضح ہورہی ہے ایک نایاب تحفہ ہے۔

۱۷۲۔ کون کیا ہے؟

حجاج بن یوسف ثقفی اپنی سخت گیری اور ظلم وجور کے لئے دنیائے اسلام کی بدنام ترین شخصیت ہے۔ اس نے اقصائے عالم کے مختلف مقامات کے باسیوں کا مطالعہ کرنے کے لئے ابن القربہ کو جو اپنے عہد کا انتہائی ذہین، فاضل اور اعلیٰ

درجہ کا خطیب تھا روانہ کیا۔ اس کے نتائجِ مطالعہ کا متن کسی شوقین کے ہاتھ لگ گیا جس نے اپنے قلم سے نقل حاصل کر لی۔ ابن القریہ غریب حجاج ہی کے حکم سے ۸۴ ہجری میں قتل بھی کر دیا گیا۔ حجاج کا ظلم تاریخ اسلام میں کسی ثبوت کا محتاج نہیں۔ جن ممالک کا سفر کیا وہ عراق، حجاز، شام، مصر، بحرین، عمان، موصل، یمن، یمامہ، فارس، جن قبائل کا مطالعہ کیا وہ قریش، بنو عامر، بنو سلیم، ثقیف، کسی صاحب ذوق نے کسی بڑے متن سے اپنے شوق کی تسکین کے لئے نقل کیا ہے۔

اس بارے میں معلومات ہر آئینہ قابلِ قدر و نایاب ہیں۔

۱۷۳۔ قصہ ملکۂ مصر (مثنوی ملکۂ مصر):

اس مثنوی کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے ملاحظہ ہو بلوم ہارٹ ۲/۳۷ ورق ۱۲ اسطر ۷ اسائز.......... خط نستعلیق کیٹلاگر کا بیان ملاحظہ ہو۔

"ملکۂ مصر کی کہانی مصنف عاجز تصنیف پنج شنبہ ۱۱ صفر ۱۱۰۰ء"

"گارساں ڈی ٹاسی نے اپنے نوٹ میں اسی کو "قصۂ فیروز شاہ" سے موسوم کیا ہے۔

"مگر یہ نام نہ تو کتاب سے واضح ہوتا ہے اور نہ اس کو اس نام سے موسوم کرنے کی"

"کوئی وجہ ہے۔ یہ فارسی کے اس قصہ سے بالکل جداگانہ ہے۔ جس کا ذکر رلسن نے اپنے کیٹلاگ کے صفحہ (۳۶) پر کیا ہے جو "قصہ فیروز شاہ" سے موسوم ہے۔"

اسپرنگر اور اسٹورٹ کے کیٹلاگوں میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے۔ گارساں ڈی ٹاسی نے مصنف کے متعلق کوئی تفصیلی صراحت بھی نہیں کی ہے۔ بلوم ہارٹ نے ایک دوسری جگہ (جس کا ذکر "لعل و گوہر" میں آئے گا) اس مثنوی کے مصنف کو ایک دوسرے عاجز سے ملا دیا جو صحیح نہیں ہے۔

دکن میں "عاجز" تخلص کے دو شاعر ہوئے ہیں ایک عہد مغلیہ میں جس کا نام

سید محمد تھا دوسرے عارف الدین خاں عاجزؔ جن کے والد عالمگیر کے عہد میں ایران سے دکن آئے تھے۔ عارف الدین خاں عاجزؔ عہد آصفیہ کے شاعر ہیں جنھوں نے مثنوی ''لعل و گوہر'' لکھی ہے۔ عارف الدین خاں عاجزؔ کے معاصر تذکرہ نویس شفیقؔ نے ان کا حال درج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''لعل و گوہر ان کی تصنیف ہے'' ملکہ مصر کی وضاحت انہوں نے نہیں کی۔ ایک ہم عصر تذکرہ نویس سے ایسی غلطی نہیں ہوسکتی۔ اس کے علاوہ ''ملکہ مصر'' کی مثنوی میں تو تاریخ تصنیف از خود موجود ہے جس سے ۱۱۰۰ تاریخ ترتیب کی تصدیق ہوتی ہے اس زمانہ میں عارف الدین کا وجود بھی نہ تھا۔ جن اشعار سے تاریخ و تصنیف واضح ہوتی ہے وہ یہ ہیں۔

مرتب ہوا یاں تے قصہ تمام
کہوں رب سوں کس سوں پایا نظام

اگیارے تھی تاریخ نا ہے صفر، سو پنجشنبہ کا روز وہ خوب تر، نبی کی جو ہجرت برس ایک ہزار، ہور ایک سو چو بولیا ہوں یو یادگار اے محمد داب بیر کا نانوں لے۔ ختم کرواز ءی سوب چھوڑ دے۔ یہ ضلع بجنور (یوپی) انڈیا کا واقعہ بتایا ہے۔

اسپرنگر اور اسٹورٹ کے کیٹلاگس میں یہ مثنوی موجود نہیں ہے۔ ایک نسخہ (فہرست سروری صفحہ ۵۶) کتب خانۂ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں ہے۔ اسی شاعر (محمود مولف ظفر نامہ ۱۲۰۴) کی ایک اور نظم ملکۂ مصر ۱۲۰۶ کا ذکر کیٹلاگ صفحہ ۲۷۴ پر ہے اس کے معنی یہ ہوئے کہ ملکۂ مصر ۱۲۰۲ ظفر نامے سے دو سال بعد کی تصنیف ہے۔ ممکن ہے دونوں کا مصنف ایک ہی محمود ہو جو سید اخوند میر شاہ کا مرید تھا اور ان ہی کے ایما پر قصۂ ملکہ اردو میں منتقل ہوا۔ ڈاکٹر زور صاحب نے

اس کا کہیں کوئی تذکرہ نہیں کیا یعنی ان کی نظر سے بھی یہ نایاب تحفہ نہیں گزرا۔

۱۷۴۔ عرضی لالہ شمبھوناتھ:

شاہ نصیر الدین حیدر مرحوم کے عہد میں لالہ جی یقیناً محاسبی کے کسی شعبہ میں ملازم ہوں گے ہولی کے موقع پر چھٹی کے لئے منظوم درخواست پیش کی۔ شاہ کی جانب سے منظوری بھی منظوم ہے۔ اس کے علاوہ نور جہاں بیگم اور نواب آصف الدولہ کا دلچسپ مکالمہ پرتاب سنگھ اور گلاب سنگھ کے دوہرے۔ ۷ صفحات خوبصورت چھوٹا سائز۔

۱۷۵۔ معیار الاشعار:

علاوہ طوسی اور سیفی بخاری کی عروض کے موقع پر تالیف شمار کے بس کی چیز نہیں ہے۔ اسے ایک اختصار کی ضرورت تھی ''اما بعد معترف بعجز وقصور راقم سطور محمد سعید...... '' درفنون ایں احقر اقصرا دبراک دشبور داشت تو محمد سعید صاحب نے اس تلخیص کی...... کی لیکن افسوس کہ ''زحاف'' کے بعد ناقص رہ گئی۔ صرف پندرہ صفحات ہیں مطالعہ ہی بنا سکتا ہے کہ مولف کس پایہ کے انسان تھے آخری ذکر ''زحاف'' کا ہے۔

۱۷۶۔ بیاض محترم بیگ:

طلائی جداول وزر پاش متون تو اکثر مخطوطات میں نظر آتے ہیں لیکن ''نقرئی افشاں'' صفحات کی کتابیں بہت کم بھولے بسرے نظر آجاتی ہیں۔ محترم بیگ کوئی جدت پسند بزرگ تھے جنھوں نے ''نقرہ افشانی'' کی ممکن ہے بنیاد ہی ڈالی ہو۔ جداول میں طلا بھی صرف کیا گیا ہے لیکن نقرہ افشانی زیادہ ہے۔ نہایت اہتمام

سے یہ نوٹ بک تیار کی گئی ہے لیکن افسوس نہ جانے کیا اسباب مانع ہوئے کہ بھرپور استعمال نہ ہو سکا۔ متن تو بالکل ہی معرا ہے۔ حواشی پر البتہ جا بجا کچھ تحریریں ہیں۔ محترم بیگ مرحوم اپنی تحریر کے آئینہ میں بے مثل خطاط معلوم ہوتے ہیں خصوصاً خفی قلم پر تو ان کی قدرت قلم کا مشاہدہ کیجئے اور داد دیجئے ۴۳ جیسا پڑھا جاتا ہے۔ متن کی جداول محنت بر آئینہ قابل داد ہے افسوس سب کچھ ادھورا رہ گیا ہے ایک شعر سنیئے۔

بہہ کوکو بکو کو یا تسلی میدہم دل را

بہ مبین چوں فاختہ طوق محبت درگلو دارم

چار اوراق کے بعد ایک حاشیہ پر خفی قلم نہایت خوش خط بتاریخ دم شہر رجب ۱۰۴ پڑھا جاتا ہے۔

۱۷۷۔ بے نقط مدحیہ والمیہ:

مدح اور تعریف کے انداز تو دنیا کی مختلف زبانوں میں بہت کچھ مل جائیں گے لیکن حزنیہ والمیہ کی صنفِ سخن جتنی سرمایہ دار مسلمانوں کے پاس ہے اقوام عالم میں کہیں نہیں ملے گی۔

زیرِ نظر مخطوطہ تقریباً دس انچ ضرب تین انچ بیاضی شکل میں ایک سو چوالیس (۱۴۴) اشعار کا منظوم مدحیہ والمیہ ہے۔ اوّل و آخر کے صفحاتِ غائب ہیں لیکن موجودہ صورت ہی شاعر کی قدرتِ زبان، ندرتِ خیال اور اندازِ بیان کا ایسا قابل قدر نمونہ ہے کہ اس کا ثانی ڈھونڈے نہ ملے اور اس سے بھی اہم خصوصیت جو ممکنات کی آخری حد کو چھوتی ہے وہ ہے اس کا بے نقط ہونا۔ ناقص الطرفین ہے اللہ جانے کہنے والے نے کتنا کہا ہوگا۔ رواں قلم خوش خط نہیں۔

۱۷۸۔ اشاریہ:

متن تو موجود نہیں لیکن کسی منظوم کتاب کا اشاریہ ہے۔ یہ وہ دن تھے جب اردو پر جوانی آرہی تھی پڑھی لکھی مستورات کو بھی ذوقِ سنجی دامن گیر تھا اور خوش گویوں کی ہمتیں بڑھائی جاتی تھیں لیکن مخطوطات کا تحفظ چونکہ مرد کے فرائض تھے لہٰذا اس نے جمع و تحفظ میں لاپروائی برتی دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ حسد کے امکان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بہر حال جو کچھ ہے وہ قابلِ تعریف اور حفاظت کے لائق۔ چھ صفحات میں صرف اشاریہ ہے۔ لکھنے والی صنفِ نازک بھی قابلِ داد ہے۔

۱۷۹۔ حکمۃ العصمہ: علامہ عصمۃ اللہ سہارنپوری:

علامہ عبداللہ العمادی رکن دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن برصغیر ہند ہی نہیں بلکہ فلسفہ کی دنیا کے عماد الفن تھے۔ حکیم سیّد مظفر حسین لکھتے ہیں حقیر کے والد ماجد مغفور حیدرآباد دکن جامعہ عثمانیہ میں ان ہی کے شعبہ میں ملازم تھے اور اکثر مخطوطات کے تعارف میں علامہ کا تعاون حاصل رہتا تھا۔ زیرِ نظر مخطوطہ پر مختصر سا جامع تعارف علامہ کے اپنے رشحاتِ قلم کا ایک بجائے خود نادر و بیش قیمت تحفہ ہے۔

افسوس کے اصل مخطوطہ کے اوّل و آخر سے اوراق غائب ہیں۔ حمد و نعت کے بعد مولف علامہ اپنے استاد کی مدح فرماتے ہیں

برائے مدحتِ استاد پویم
بیانِ باعثِ ایں نظم گویم

انہوں نے صرف استاد کی تعریف وتعارف میں چالیس اشعار کہے ہیں اور استاد کی تلاش میں

ہمی گشیتم اندر عالم ہند
گہی پٹنہ گہی لاہور تا سندھ

ان کا نام بھی بتاتے ہیں۔

کہ نام پاک اُو عبدالحکیم ست
کنوں در یاغ جنت خود مقیم ست

مقرد جاش شدنزدیک لاہور۔ بود نامتی کہ نتواں بر دفی الفور۔ رسیدہ فیض اُودر عالم جاں، چہ ہندوستاں چہ توران وخراساں۔ آغاز میں تو صرف چند ہی اوراق کم معلوم ہوتے ہیں لیکن آخر میں خاصی کمی معلوم ہوتی ہے۔

کنم بعد از بیانِ وصل اکنوں، تراحکام زیادت حرف افزوں۔ بارے ۱۵۲ صفحات گویا مولانا کے اپنے قلمی تبرکات ہیں

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

یہ وہ ہستیاں تھیں جنھوں نے اقصائے عالم میں ہندوستان کے علم وفضل کالوہا منوایا۔

۱۸۰۔ جبر وقدر:

فلسفہ نے مسلمانوں میں دوخاص فرقے پیدا کیے جن کا اسلام کی اجتماعی زندگی پر بہت گہرا اثر ہوا ایک طبقہ کا نقطہ نظر یہ کہ انسان مجبورِ محض ہے۔

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہے ہیں جو آپ کرے ہیں ہم کو عبث بدنام کیا

دوسرا طبقہ، فکر مدعی ہے کہ انسان اپنی مرضی کا مالک ''فاعل مختار'' پیدا کیا گیا ہے اس کے دست و پا، قومی عقل وفکر سب اس کے اپنے قبضہ میں ہیں، اس کے افعال وارادوں پر کوئی مافوق البشر پابندی نہیں ہے۔ جس طرح ہاتھ پاؤں اس کے قبضہ قدرت میں ہیں اسی طرح اس کی سوچ وفکر اور ارادے کی طاقتیں بھی اس کے اختیار میں ہیں۔

اس اہم اور متنازعہ فیہ موضوع پر علامہ دوراں مسلم الفریقین، فیلسوفِ عہد مولانا نصیر الدین طوسی علیہ الرحمہ کے افادات وفیوضِ تحقیق مشعلِ راہ ہیں۔

متن یقیناً کسی اہم شخصیت یا لائبریری میں ہوگا جس سے کسی صاحبِ ذوق نے پورے کا پورا رسالہ نقل کرلیا ہے۔ اپنی ندرت وافادیت کے اعتبار سے ہر آئینہ قابلِ قدر ہے۔

اصل کاتب نے اپنا نام ''احقر الانام حسین بن علی بن محمد غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ بلطفہ وکرمہ، تمت روز سہ شنبہ چہارم شہر ذالحجہ الحرام ۱۰۰۵ء''

۱۸۱۔ ڈکشنری (خوشخط):

یہ ایک عجیب نادرہ روزگار لغت ہے۔ لکھنے والا ایک ماہر فن خطاط بھی ہے۔ ترکی، عربی، فارسی، ہندی، پشتو مختلف زبانوں میں لفظ کی وضاحت کرتا ہے۔ حروفِ تہجی کی ترتیب میں بھی غیر محتاط ہے مثلاً پاتلہ ہندی کڑاہی حلوائی کہ یھن دار باشد خلاف کزغان برباره بہادیا بمعنی رواق یعنی حجرہ بربالائے حجرہ اما بغیر ہابایا اوازیثر۔ پنبہ پختہ برنج بودہ نبواز بستو باروت۔ بدستا بمعنی فلاں۔

پکہ پتکن بحک برنگ سائیں بزم باراں بتہ ہچک بالیں۔ بادبان جیب جامہ۔ بالا اسپ کومل۔ یا تلاتوف کسی راگویند کہ خودرا از پلیدی پاک ندارد۔

ترفین، بفتح باطل کردن عبارت از دفتر یا کتاب حساب و بقاف در لغہ یمن خضاب کردن بحنا۔ تیر۔ بیست و چہار معنی دارد، اوّل معروف دوم اسم فرشتہ کہ بر ستوراں موکل ست سیوم از ماہ چہارم بوداز سال شمس چہارم نالم روز سیز دہم از ہر ماہ شمسی کہ نیک ست پنجم بمعنی حصہ وخط ونصیب۔ ششم ستارہ ایست کہ بر فلک دویم است۔ ہفتم قہر وغضب و خشم ہشتم بمعنی تنک۔ نہم بمعنی تاریک۔ دہم فصل خزانرا گویند یازدہم قدر و مرتبہ۔ ۱۲۔ ہر چوپ راست را گویند۔ ۱۳۔ برق را گویند۔ ۱۴۔ شگوفہ خرما باشد ۱۵۔ طاقت۔ ۱۶۔ نوعی از لباس زہادست۔ ۱۷۔ نوعی از ذرغ ۱۸۔ رشتہ را گویند ۱۹۔ تربز جامہ باشد ۲۰۔ موی را گویند ۲۱۔ کرپاس را گویند ۲۲۔ نام برگ ۲۳۔ جیزی را گویند کہ از انواع واجناس خود بہتر باشد ۲۴۔ گولہ توپ وتفنگ۔

کن کن زبانوں سے مثالیں پیش کرتا ہے مثلاً شخشار: مرغیست آبی بزرگ و میانہ و تیرہ گول سرش بزرگ ومیان سرش سپید وارد واور اخشینار گویند ینفر بیت، ویل سمرغ جفر موسچہ، پیسرہ بالونہ تاقہ دم سیچہ۔

حروفِ تہجی کی ترتیب کا بھی کوئی التزام نہیں۔ موجودہ پہلے صفحہ پر خشوعہ خالہ۔ وندرنیا، ایشی، ابناغہ، باجہ عمعہ اور آخری صفحہ پر جاف۔ قحبہ، زمزمہ، رو، مندور، دنکل، سردمہ، بو، ہن، فریور، سب الفاظ بالحاظِ حروفِ تہجی درج کئے گئے ہیں دراں حالیکہ کتاب کی ترک میں کہیں کوئی گڑبڑ نہیں۔ افسوس کہ ناقص الطرفین ہے۔ جملہ ۱۹۸ صفحات سائز ۱۲ انچ ضرب ۱۹ انچ۔

۱۸۲۔ منشاۃ طاہر وحیدؔ، ملا ظہوریؔ، مرزا صائب،
امیر خسرو، ابوالفضل، عرفی۔

غالباً ٹریننگ یا پسندیدگی کے پیشِ نظر اساتذۂ اہلِ قلم کی نگارشات کو صاحبانِ

ذوق نقل کرلیا کرتے تھے اس مجموعہ میں مندرجہ بالا صفِ اوّل کے فنکاروں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا ہے خود جامع و کاتب نے اپنا نام و نشان کہیں ظاہر نہیں کیا لیکن خفی قلم پر اس کی اپنی قدرت بر آئینہ قابلِ داد و تحسین اور نمائش کے لائق ہے۔ بڑی بات یہ کہ اس زمانہ میں لوہے کا باریک قلم تو ایجاد ہوا نہ تھا۔ لکھنے والوں کی بینائی بھی کسی غضب کی تھی عینک جیسی کوئی چیز ہو گی بھی تو ما و شما کی دسترس سے ماورا۔ یقیناً یہ مغل شہنشاہوں کی معارف پروری تھی۔

ملا ظہوریؔ کی نورس بھی نثری ادب کا شاہکار سمجھی جاتی ہے۔ مرزا صائب تبریزی نثر و نظم دونوں میدانوں کے شہسوار تھے۔ امیر خسرو ابوالفضل۔ عرفی۔ ابراہیم ادھم صرف شاعر یا ادیب ہی نہ تھے بلکہ یہ عوامی سطح سے بہت اونچے انسان تھے۔ خفی خط کے نمونے بہت نایاب ہیں۔ نہایت خوبصورت چھوٹی سی بیاض اعلیٰ درجہ کا خطاط جس نے کہیں اپنا نام نہیں لیا۔

امتناع شراب کے لئے شاہِ ایران سے مرزا صائب تبریزی نے استثنیٰ حاصل کرلیا تھا اس کی نشاندہی اسی مخطوطہ سے ہوتی ہے۔

۱۸۳۔ بیاض مولانا وحشیؔ یزدی:

مولانا وحشیؔ یزدی کو تاریخ گوئی میں تخصیص حاصل تھا ''ناظر و منظور'' نامی مثنوی کی تاریخ کے ایک مصرعہ سے ''نقطہ دار۔ بے نقط'' متصل و منفصل جاء تاریخیں بر آمد کرنا قدرتِ فن کی نادر مثال ہے۔ زیرِ نظر مخطوطہ میں وحشیؔ کا ایک واسوخت سننے والوں کو داد دینے پر مجبور کر دیتا ہے۔

شرح ان آتشِ جانسوز نہفتن تا کی
سوختم سوختم ایں سوز نگفتن تا کے

ایک سو آٹھ اشعار کا واسوخت ہے

خوش کنی خاطر وحشی بنگاہی گاہی
سوئے اُو گوشۂ چشمی زتو گاہی گاہی

ایرانی قلم اعلیٰ درجہ کا خطاط کاتب ہے۔آب خوردگی کے باوجود قلم کا حسن ایسا جھلک رہا ہے جیسے دلہن کی رعنائی نقاب کے اندر۔

''کارنامۂ بزرگانِ ایران'' لکھتا ہے''وحشی، شاعر بزرگ قرن وہم ہجری ست کہ در بافق کرمان متولد شدہ بیشتر زندگی در یزد گزشت، از اثار معروف اُو، مثنوی شیریں فرہاد کہ آن را تمام گذاردہ بعدہ وصال شیرازی آن را تمام کرد۔ دیگر مثنوی خلدِ بریں۔ناظر و منظور۔ علاوہ بریں قطعات وغزلیات ومسمطات رواں ونغز فراواں دارد۔وحشی در سال ۹۹۱ ہجری فوت 'شد''۔

عجیب بات ہے اتنی تفصیلات کے باوجود''واسوخت'' کا ذکر نہیں گویا زیر نظر مخطوطہ ایک جنس نایاب ہے جو ہر ایک کی نظر سے اوجھل رہی۔اس تردید کی بھی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ وحشی کا ایک قلم ہے۔آخری صفحہ جدائی کا ہے یہ گویا نقل کی اسکیم ادھوری رہ گئی یہاں بلکہ اوراق بدقسمتی سے تلف ہوگئے۔

۱۸۴۔ جبر وقدر۔مناقب:

ایک مختصر سی بیاض جس میں ایجاد و شہزادو غیرہ کا اردو اور فارسی کلام جمع کیا گیا ہے مناقب بھی۔مزاح بھی، مناجات بھی اور تنبیہ بھی مثلاً

یعنی کہ چو از حسن تو اثار نماند — از خوبی تو گرمی بازار نماند
در کوئی تو غوغا ئے خریدار نماند — برگرد تو جز یارِ وفادار نماند

ان روز وفاداریِ ہر یار بدانی

بالکل آغاز میں ایک رقعہ ہے یہ بھی عجیب دلچسپ نوع سخن تھی جواب ناپید ہوگئی۔

قدر دان من سلامت بموجب ارشاد بعد تحقیق معروض میدارد کہ دختر جمشید خاں پٹاخہ شادمانی وچٹاخہ بارہ بانی۔ ہت جوہر پاک۔ آٹھوں گانٹھ اصیل وجوبن بے تمثیل دارد۔

عمر باو بالا سیزدہ سالہ۔ سروچھب، شیریں لہجہ، شکر خند پورن چندمرک لوچن دل دبوچن..... الخ۔

دوسرا رقعہ شیخ الاسلام فضائل...... سلامت ایام گڑگڑاہٹ الرعد فی البرق ومبرام نزدیک رسید وداد رحورسہ برقدام کشید واداں اڑاڑت العمارت عین الیقین شدو بین اکی ہند گر بڑت الکھنڈرات علم الیقین گشت مہنداد ل وسعت طلب...... عجل عجل کو چہانے چھی چھی آگیں اکراہ می ہدف درزدیہ بھی اپنی نوعیت کا ایک نہایت دلچسپ اندازِ بیان ہے۔ محفوظ رکھنے کے قابل۔

یہ ٹیچرز ٹریننگ کے یا کورس کی کسی کتاب کو متعلم نے نوٹ کی شکل میں محفوظ کیا ہے۔ پورے مخطوطہ میں طلبا کی ٹریننگ یا ٹیچرز کی ٹریننگ کے اسباق ہیں۔ بہر حال کسی نے ٹریننگ کے زمانہ میں اساتذہ کے لیکچرز کو محفوظ کرلیا ہے۔

۱۸۵۔ نمونۂ کلام:

خرؔد، کفایتؔ، دردؔ، جراتؔ۔ چار شعراء کی صرف چند ہی غزلیں ہیں کچھ زیادہ پرانے لوگ بھی نہیں معلوم ہوتے لیکن اندازِ کلام اور صلاحیتِ فن اجازت نہیں دیتی کہ یوں ہی پھینک دیا جائے۔ برجستگیِ ادااور قدرتِ زبان صفِ نعال میں نہیں لے جاتی۔ بہر حال بزم سخن میں موجودگی ان کا بھی حق ہے۔

۱۸۶۔ متقدمین کی ایک بزمِ سخن:

یہ ایک نہایت خوش خط چھوٹی سی بیاض ہے۔ ایک محفل مشاعرہ (غیر طرحی) سمجھ لیجئے پھر دیکھئے کون کون بزرگ ہیں (ایک ایک شعر ملاحظہ ہو)۔

۱۔ صفی:

تا بکے اے صفی ایں ہرزہ درای تا کے
وقت اں شد کہ بر آری بدعا اکنوں ہا دست

۲۔ قصاب:

تا ز آسیب جہاں قصاب باشد در اماں
خویش را راضی مکن ہرگز بازار کسی

۳۔ اشعار حکیم ثنائی تخلص:

دمِ ہشیاریِ اُو صبحِ قیامت باشد
ہر کہ بوسید شبے اں لبِ مے نوش ترا

(ان کا کلام نسبتاً زیادہ ہے)......۴۔ مخمور:

تا سر ناز یار قد افراخت در چمن
از سر قامتاں نشدم مائل دگر

اس میں تو صرف نام ہی گنا دینا بہت ہوگا۔

۵۔ طاہر غنی ۶۔ مرزا جاناناں ۷۔ عامل شاگرد مرزا ۸۔ غروری ۹۔ مغل بے سواد۔ ۱۰۔ مرزا رحمہ ۱۱۔ طالب آملی ۱۲۔ محمد طاہر ۱۳۔ شیخ ۱۴۔ فایضاے ابہری ۱۵۔ خیام ۱۶۔ لا اعلم ۱۷۔ لا ادری ۱۸۔ سحابی ۱۹۔ مرزا صائب ۲۰۔ ابنِ یمین ۲۱۔ شوکت ۲۲۔ صفی قلی بیگ ۲۳۔ سحابی ۲۴۔ ظہوری ۲۵۔ فیاض ۲۶۔ مومن

۲۷۔ اعجاز ۲۸۔ شیخ بہاؤ الدین ۲۹۔ امام فخر رازی ۳۰۔ لا اعلم ۳۱۔ شیخ اوحدی ۳۲۔ رشید وطواط ۳۳۔ فگاری ۳۴۔ نظیری ۳۵۔ حالتی ۳۶۔ صبری ۳۷۔ امیر خسرو ۳۸۔ قصاب ۳۹۔ بابا فعانی ۴۰۔ ضمیری ۴۱۔ شیخ بہاؤ الدین ۴۲۔ واعظ ۴۳۔ فطرت ۴۴۔ کلیم کی بڑی طویل (۲۳۔ اشعار کی نظم ہے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر علیہ الرحمتہ کی کچھ رباعیاں حلِ مشکل کے لئے تعداد قراۃ کی صراحت سے بتائی ہیں۔ تاریخ بیست و چہارم جمادی کے بعد ورق پھٹ گیا۔ بعد کے صفحات میں چند کے نام پھٹ گئے ۴۵ حاجی امیر۔ ۴۶۔ از ابراہیم ادہم ۴۷۔ ملا فتحی ۴۸۔ شاہد ۴۹۔ کلیم ۵۰۔ شیدا۔ ۵۱۔ لا اعلم ۵۲۔ حاجی دایما۔ مرثیہ ۵۳۔ مرزا صائب ۵۴۔ نعت و منقبت از مقبل ۵۵۔ مولانا عرفی را کہ زہر خورانید ند ایں چند بیت گفتہ ۵۶۔ مجذوب ۵۷۔ معلوم ۵۸۔ ادہم ۵۹۔ مومن حسین پانچ باعیاں ۔ نہایت خوش خط پختہ قلم۔ اعلیٰ کاغذ۔ کتابہ ۱۱۹۵ء۔

۱۸۷۔ طبی نوٹ بک:

قدیم الخط نسخہ معجون لولوی۔ حلوہ خواجہ بابا۔ نسخۂ امساک۔ جانوروں کے رنگ بدل دینے کے نسخے۔ ترکیب معجون بادشاہ (خاقان دہلی چار حاجت وار دالخ) وزن کو یٹ۔ عملیات حب وغیرہ۔ طلا کافور۔ طلا اسکند وغیر نہایت قدیم و استعمال سے خستہ ہو چکی ہے۔

دوسرا حصہ علامت شیر صالحہ مرضعہ۔ نسخہ سوزاک۔ قول البقراط۔ کلمات حکمت۔ مراتب نیت۔ کلام کلیم۔ نسخہ شربت گل حکیم علی اکبر۔ ایک ایک شعر ناصر جنگ و زیب النساء۔ کچھ پہلیاں نسخہ دفع قبض۔ نوٹ بک سائز۔

۱۸۸۔ مناجات برائے دفعِ پلیگ وغیرہ وبائی امراض (فارسی):

ہندوستان خصوصاً حیدرآباد دکن میں طاعون یا پلیگ کی وبا نے ایسا ڈیرہ جمایا تھا کہ تقریباً ہر سال سیکڑوں افراد لقمۂ اجل ہو جایا کرتے تھے۔ دوا جب تھک جائے یا باالفاظِ دیگر جب پانی سر سے اونچا ہو جائے تو خدا یاد آتا ہے۔ یہ مناجات اجتماعی طور پر وبائی امراض کے دفعیے کے لئے حیدرآباد ہی میں نہیں ہم نے شمالی ہند میں بھی اس کی کامیابی دیکھی ہیں اور جنوبی ہند میں بھی دوا کے ساتھ اس دوا کا جوڑ تقریباً لازمی جیسا تھا۔ کاتب خوش قلم ہے نسخ و نستعلیق دونوں پر مہارت کا مظاہرہ کیا ہے۔

اس مخصوص مناجات کے بعد ایک قصیدہ حضرت علی علیہ السلام کی مدح میں ہے جس کی ٹیپ ہے

قرآں علی کلام علی سرورم علی
ایماں علی امام علی رہبرم علی

چھوٹا سائز ۳_۶ دونوں ہی قصائد ناقص ایک اوّل سے دوسرا آخر سے صفحات ۱۴۔

۱۸۹۔ خواص انبہ:

ورق اوّل پر قدیم تحریر ام کے خواص مختلف طریقہ ہائے استعمال اور افادیت بزبان محمد بن یوسف اقہروی طبیب۔

۱۹۰۔ اوزانِ قدیم:

مثلاً یکدام طبی پنجدام...... سیش وانگ یک مثقال کہ بیست و چہار نخود باشد

پنجد امنگ، یکدرم ست کہ بیست نخود باشد...... من طبی یکسیر اکبریٔ است کہ بوزن سی وام باشد۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شہنشاہ اکبر کے عہد کا نایاب تحفہ ہے۔

گو اوراق صرف تین ہی ہیں لیکن اوازان چہار نخود (چنے کے دانوں) سے لے کر شاہ جہانی اور من طبریزی تک کی معلومات فراہم کردی گئی ہیں۔

آم کی تعریف میں سے صرف ایک شعر سن لیجیے۔

بمکیدن نظیر چوں لب حور

جملہ خوشبو بود چہ مغز چہ پوست

۱۹۱۔دیباچۂ شاہ نامہ فردوسی:

دنیا کے عجائباتِ فکر و قلم میں شاہ نامہ کا شمار صفِ اوّل کی تخلیقات میں ہوتا ہے عالمگیر شہرت کے باوجود اس کی تفصیلات کے متعلق عوام کی رسائی صرف علامہ شبلی کی فراہم کردہ معلومات تک محدود رہی۔کوئی نہیں جانتا کہ اس پر دیباچے بھی ایک سے زیادہ لکھے گئے۔دو دیباچے تو میرے پاس تھے جن میں سے ایک بڑی تقطیع پر میں نے ایران حکیم الدین قریشی صاحب کے پاس انقلابِ ایران سے قبل بغرض فروخت بھیجا تھا لیکن ؎ اں قدح بشکست واں ساقی نماند۔غالباً حکیم صاحب انقلاب کی زد میں آگئے۔

دوسرا مخطوطہ (پیش نظر) اس سے بہتر ایک جنسِ نادر و نایاب ہے۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ شاہ نامہ لکھنے کی پہلی کوشش دقیقی نے کی تھی جواب ناپید ہے۔

"پس در اثنائے دولت نصر بن احمد کہ بادشاہ دوم است از بنی سامان ابو منصور نام ملقب بہ دقیقی"

"در عنوان جوانی باشعر چوں آب زندگانی در زمین ماوراالنہر اشتہار یافتہ مدائح

ملوک گفتی واز صلات وہتات''

''ستایش بود خواست تا اور اینز مانند اجداد خود اثری بر صفحہ روزگار باقی ماند۔ دریں اندیشہ''

''روزگاری گزرایند تا روزی دقیقی کہ در خدمت اُو بخادمت مشغول بواز تاریخ عجم فصلی میخواند''

''وملک نبوجہ تمام اصغامی نمود واز شنیدن اں اہتزازی داشت در خلال ایں احوال ابو علی محمد''

''بن محمد البلغمی کہ مترجم تاریخ طبری ست و دستور بزرگ ملک نوح بود بخدمت ملک آمدہ ادراخوشوفف''

''یافت۔ ملک راشنا گفت وتحیۃ کفتہ فرمود ایں مرد (اشارہ بدقیقی کرد طبع وقادو ذہنی نقاذ''

''دارد و در علم شعر مہارت کامل، می باید کہ ایں کتاب را بنام نامی...... (کرم خوردہ) ملک نوح''

''چنان از جادر آمد کہ از بالا لے تخت برخواست، بوسہ بر پیشانی دستور مملکت داو ویدراں''

''مجلس تشریف ملوکانہ بدقیقی ارزانی داشتہ بنظم شاہنامہ اش مامور ساخت''

لیکن افسوس کہ دقیقی اس مشن کی تکمیل سے قبل ہی اس دنیا سے رخصت ہوگیا۔

ابو القاسم حسن شرف الدین محمد بن علی الطوسی زمیندار طوس کو منصور بن نوح آل سامان کے عہد میں تاریخ عجم نظم کرنے کا خیال آیا تو ان کے ایک دوست

حکیم محمد لشکری نے وہ حصہ جو دقیقی نے ''ارجاسپ و گشتاسپ'' کے حالات تک نظم کیا تھا کہیں سے ڈھونڈ بھال کر فردوسی کو لا دیا لیکن فردوسی نے

بحک عالمی خود ملکم عیار یافتہ رقم قبول یرونکشد

نگہہ کردم اں نظم ست آمد، بسی بیت ہانادرست آمدم

اس سلسلہ میں سب سے پہلے فردوسی کی ہمت افزائی ابو منصور امیرک نے کی اور اسے فکرِ معاش سے آزاد کر دیا پھر کچھ رکاوٹیں اور پیش آئیں غرض اکسٹھ (۶۱) سال عمر ہو گئی۔

چو شد سالت ای پیر برشصت ویک

ے وجام و آرام شد بے نمک

لیکن محمود کے لئے ان بزرگوں کے نسب کی برتری تیر و نشتر تھی جو اس سے پہلے گزر چکے تھے۔ بارے جو ہوا سو ہوا اس دیباچہ سے جو مزید معلومات فراہم ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ فردوسی نے امیر کبیر موفق الدین کے لئے تفسیرِ سورۃ یوسف لکھی جو یوسف بختیاری کے مقابلہ میں زیادہ پسند کی گئی۔

۲۔ محمود نے حکم دیا تھا کہ فردوسی کو ہاتھی کے پاؤں تلے روند دیا جائے۔

مراسہم دادی کہ در پائے فیل

نت را بسا بم جو دریائے نیل

اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ فردوسی نے رستم کی تعریف کے متعلق ایک دن سوچا ''میں نے رستم کو اتنا بلند کر دکھایا اللہ جانے اس لائق تھا بھی یا نہیں'' دریں اندیشہ بخفت و رستم بخواب دید بہماں ہیئت پیادہ و تیر و کمان در دست۔

فردوسی گفت: ''اے جہاں پہلواں نام ترا در جہاں فاش کردم و مردی و دلاوری ترا شہرت دادم مکافات از تو توقع دارم'' رستم نے جواب دیا'' ہاں لیکن اب میرے پاس اس مال دنیا میں کیا ہے جو تجھے دوں۔ خیر ذرا اس ٹیلہ کی طرف دیکھ جہاں وہ ہڈی پڑی ہے (فردوسی نے دیکھا رستم نے تیر پھینکا جو ٹھیک نشانہ پر جا کر لگا) رستم نے کہا جا اس جگہ کو کھود یہاں میں نے ایک دشمن کو مارا تھا اس کی گردن میں ایک سونے کا طوق ہے جا وہ اس کی گردن سے نکال لے تیرا حق ہے''۔

فردوسی نے خواب سے بے دار ہو کر وہ مقام کھودا، ہار نکالا اور اس سے فائدہ اٹھایا اس سلسلے کا ایک اور واقعہ بھی ملاحظہ ہو۔

''چوں ابوالقاسم حسن فردوسی از پیش سلطان محمود باز گشت و بمازندران آمد رستم رانجواب دید گفت اے پہلوان ترا چندیں مدح گفتم و نام ترا اشکارا کردم مکافات ان چیست''۔ رستم گفت ''بطوس باز گرد۔ بفلاں موضع گنجیست بردار داز غزنوی ہیچ مخواہ کہ براں کفاست'' فردوسی از خواب بیدار شد، بطوس مراجعت کہ وزراں موضع خانہ یافت داں، دفینہ راابرداشت و خرچ عمارت کردوکارِ اونیکوشد''۔

تیسرا واقعہ ع من وگرز ومیدان وافراسیاب الخ عام طور پر مشہور ہے۔ اس دیباچہ کے خاتمہ پر مندرجہ ذیل جداول بھی ہیں۔

نام بادشاہ، اسامی پدران، بقہامی ایشاں، اسامی حکما، اسامی ابنیا، مدت شاہی، مواضع دفن، سیرت طبیعت وآثار۔

یہ جدول کیسانی سلاطین کی ہے۔

اسامی شاہان، اسامی پہلوال، بقہائے ایشاں، اسامی انبیاء وحکما، مدت

شاہی، مواضع دفن، سیرت وطبیعت وآ ثار۔

تیسری جدول سلاطین اشکانیاں کی اور چوتھی جدول سلاطین ساسانیہ کی جونسبتاً زیادہ طویل ہے پھر خاتمہ درذکر سلطان محمود کہ ایں کتاب بنام او بود۔

اس دیباچہ کے کاتب نے اپنانام خط شجری (مرموز) میں لکھا ہے۔

تمام شد ایں دیباچہ شاہ نامہ در بلدہ حیدر آباد ہندوستان بتاریخ شہر ربیع الاوّل ۱۰۶۴ علی یدہ الضعیف۔

حکیم سیّد مظفر حسین مرحوم لکھتے ہیں

میرے ذخیرۂ مخطوطات میں جو والد ماجد مرحوم نے اپنی تصنیف ''تذکرۃ الکتابتہ والکتاب'' کے سلسلہ میں جمع کیا ہے اس اندازِ تحریر کا نام ''خط شجری'' ہے اس کی کنجی ہے م ج ن و اورینٹل کالج میگزین فروری ۳۴ میں ''مولانا مجنوں'' چپ نویس کے ذیل میں لکھا ہے۔

''از خوش طبعاں ہراة ست دردکن آمدہ درخط چپ بے بدل بود وخط دیگر اختراع کردہ بود''

''کہ اوراتواماں نام نہادہ بود وصورت خطی انچناں کہ دو صورت بقلم مینوشت کہ ایں دو بیت''

درخوانا بود۔

تو اماں مخترع مجنوں ست — کر قلم چہرہ کشائیہا کرد
ناشدم مخترع صورت کش — خطلم صورت کی پیدا کرد

''در رسالہ نظمی باسم من در بحر لیلیٰ مجنوں بسلک تحریر آوردہ بود ودر قواعد خطی وچگونگی قلم وسیاہی ورنگ کردن کاغذ'' ...... ''وما تیعلق بہا جہت نسبت ایں بیت دررنگ

کاغذ از اں بخاطر بود نوشتہ شد منہ"

"رنگی کہ صفائی خط از انست۔ از آب حنا و زعفرانست"

"واین مطلع ہم از دست منہ۔ بیوفا بودی ز اول من ترا نشاختم، حیف اوقاتی کہ در عشق تو ضائع ساختم

این مطلع قصیدہ ہم بدو تعلق دارد۔

فیروزۂ سپہر در انگشترینِ تست
روے زمیں تمام بزیر نگین تست

۱۹۲۔ زبدۃ الحکیم۔ تالیف: حکیم شمس الدین نبیرہ عین الملک اکبری

اکبرِ اعظم وہ جوہر شناس شہنشاہِ ہند تھا جس کے دربار میں صرف حاضری ہی اس بات کا سرٹیفکیٹ تھی کہ رسائی پانے والا شخص عام سطح سے بلند تر صلاحیتوں کا حامل ہے۔ اطباء میں عین الملک عہدِ اکبر کے خطاب یافتہ اور مقربانِ سلطانی میں گنے جاتے تھے حکیم شمس الدین ان کے پوتے تھے۔ یہ نوع کتاب اصطلاحاً کشکول کہلاتی تھی اور کسی خاص موضوع کی پابندی اس کے محتویات کے لئے ضروری نہیں ہوتی بلکہ لکھنے والا ہر اس چیز کو محفوظ کر لیتا تھا جو اس کی نظر میں نسلوں تک کے لئے محفوظ کر لینا ضروری ہوتی۔

اس خوبصورت دستاویز کی اوّل تو یہی اہمیت و ندرت کیا کم ہے کہ یہ نبیرۂ عین الملک کے اپنے قلم کی باقیات میں ہے اور اس سے بھی زیادہ اہم یہ کہ کاتب کی پسند و ناپسند کا آئینہ ہے۔ شہنشاہ اکبر اور خانخاناں بہادر کے دوہرے تو وہ جنسِ نایاب ہے کہ کہیں ڈھونڈے نہ ملے ا۔ حضرت قبول اللہ حسینی اور حضرت بندہ نواز

قدس سرہ کے منظوم سوال و جواب۔ اغذیہ روز مرہ کے منافع و مضار، عروق، دینیات، ایک مقدمہ و چہار مقالہ ہر مقالہ میں جملہ (۲۳) فصول مختلف عنادین پر۔

زبدہ کے اختتام پر مختلف معالجات، عروق وغیرہ۔

خاتمہ پر ''رسالہ جالینوس کے پرائے نصر بن سلطان لطمو التی خراساں نوشتہ'' بزبان یونانی، تمام جانوروں کے مختلف اعضاء جوارح کا طبی استعمال و نفع نقصان، انسان کے بالوں وغیرہ کا طبی استعمال، کبوتروں کے معالجات، پرندے، چوپائے، کیڑے مکوڑے، رینگنے والے حشرات الارض، ہاتھی، اونٹ، بھیڑیا، شیر کتا، لومڑی، چیتا، مینڈک، بجو، خرگوش، بلی، چوہا، ......، مچھلی، خار پشت، مور، کبوتر، سانپ بچھو، زنبور کے فوائد واستعمال پھر اس کے علاوہ مختلف امراض کے لئے حضرت ابوسعید ابوالخیر کی رباعیات۔ اقتباس از بیاض سیادت علی خاں بہادر، کبوتروں کے معالجات، شقہ جات خلد مکان شاہ عالم بہادر مواعظ حضرت ادریسؑ، کبت رائے گیول رائے، انتخاب از تذکرۃ الحکماء، تاریخہائے ولادت چھمن سنگھ مہتاب رائے، نونہال کشن، جناب اوجؔ، چند اشعار نواب عماد الملک، ممتازؔ، میرؔ، نسخہ حکیم قادر بخش، لعل جیو، گجراتی، کبت رائے، گلاب داس، نسخہ شنجرف، علی اکبر، ہندی کبت لالہ کیول کشن، اکبر بادشاہ، خانخاناں، خواجہ ناصر قلندر نمد پوش، ایک عمل زبانی شاہ ندیم اللہ، اقتباس اسرار الاطبا حکیم احمد شیرازی، دوہرہ خانخاناں وغیرہ، مانپوریؔ، رسالہ پول، فوائد اعضائے انسانی۔

ان جانوروں کی تفصیل جو فرمانِ الٰہی کی نافرمانی کے نتیجہ میں مسخ ہو گئے۔

چاندی بنانے کا نسخہ۔ پہیلیاں ''حقیقت مردم امصار کہ شیخ غلام محمد بعرض عالمگیر رسانیدہ بود۔''

نسخۂ مسیح الدولہ آشوب چشم۔ نسخۂ سوزاک محمد امان۔ پہیلیاں۔ کبت کیول کشن۔ ٹھٹھا یہ نظم کی ایک ایسی قسم ہے جس کا تعلق مزاح و تمسخر سے ہے۔ ناصر قلندر نمد پوش کہ در سندھ بود۔ وغیرہ وغیرہ بہت سے نوادر اس میں موجود ہیں۔

۱۹۳۔ متفرق طبّی مجرّبات:

ایک نسخہ حضرت جبرئیل کا لایا ہوا ہڈی ٹوٹنے کے سلسلہ میں مصطفیٰ خاں صاحب کا آزمایا ہوا۔ اس کے علاوہ ضیق النفس، ڈاک، کھانسی، اسہال، خونی پیچش جس کے لئے دعویٰ ہے کہ عجائبات میں ہے۔

درد، چوٹ، چیچک حکیم علوی خاں، آتشک مجربہ شرف الدین ساتھ ہی دعائیں بھی۔ خاتم سلیمانی کا نقش، دعائے فتح و عہد، محمد علی صاحب کی بیاض سے باہ۔ رطوبت اور ایک طوائف کی شکست کا واقعہ سب مجربات ہیں حکیم علی احمد سے منقول آتشک، ام الصبیان کی دعا اور بھی دعاؤں کا ایک طویل سلسلہ، مختلف نسخے، تانبہ کو سونے کا رنگ دینے کا نسخہ وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ سب ذاتی تجربات ہی ہوں گے جن کی اہمیت سے انکار ناممکن ہے۔

۱۹۴۔ مجرباتِ فرنگی، طبِ فرنگی:

آج ہندوستان و پاکستان میں یورپ کی ڈاکٹری کا رعب چھایا ہوا ہے لیکن آج سے تین صدی قبل خود یورپ کی ڈاکٹری ہماری طب کی خوشہ چینی کو باعث افتخار سمجھتی تھی۔

موسیو ہنری ایک پرتگالی ڈاکٹر ہے جس نے ہندوستان میں رہ کر یہاں کی ادبی زبان فارسی میں یہ کتاب تالیف کی۔ ہندوستان میں مفردات سے علاج ہوتا تھا مگر مرکبات کم سے کم، سہل الحصول، سستے، یہی انداز اس پرتگالی ڈاکٹر نے

اختیار کیا ہے۔ مولف اکبر شاہ کے دربار میں یہاں موجود تھا۔

"امید از جناب مادر مقدسہ بی بی مریم انست بندۂ ہیچ مداں جزی نام نسخہ ہائی فرنگی را بعبارت فارسی ترجمہ کردہ نامش مجربات فرنگی نمودہ کہ بخواندن ان جمیع عالم را بہرہ بدہ رسد ۱۴۸ اصفحات کا یہ مخطوطہ ایک تحفۂ یادگار ہے طب شرقیہ کی برتری کی۔

۱۹۵۔ بیاض:

ا۔ عشق اللہ ۲۔ آشوب نامہ ۳۔ پیاز نامہ ۴۔ سودنامہ

اسلام کی اشاعت کے لئے تیغ وتبر کا ڈھنڈورہ پیٹنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ ہندویش کی قلب ماہیت میں صوفیاء، فقراء، اہل اللہ، مجاذیب کی پُر امن تبلیغ ایک اندر ہی اندر سلگنے والی آگ تھی جس نے اقلیت میں ہوتے ہوئے اکثریت کی کایا پلٹ دی، اس بیاض میں شاہ برہان، شاہ عادل، ناصر علی چند ایسے فنکار ہیں جنھوں نے کفر کی دھرتی پر محض اپنے عمل سے اسلام کا جادو جگایا۔ پیاز ولہسن سنیاس کی دنیا میں شجر ممنوعہ تھے اسلام نے رنگ بدل دیا ایک جگہ ۱۲۶۴ پر ملتا ہے۔

۱۹۶۔ مطب حکیم محی الدولہ:

حب سعال، حب سرفہ، تلخی دہن، قلاع استفراغ، چون، طحال، یرقان، تجربہ رام بھٹ، تجربہ محمد مراد، برائے اسہال، بواسیر، درد گردہ، بستگی دھات، وتنگی ف، قرص تباشیر، درد اعضا طحال، غاریقون وزعونی کسی نے غالباً ذاتی استعمال کے لئے نوٹ کئے ہیں۔

۱۹۷۔ اوزان طبیہ:

قدرت فن کے اہم اجزا میں یہ بھی ہے کہ دوا کی تعداد ووزن کا صحیح علم ہو۔ راز

ہائے درونِ سینہ اوزان ہی ہوتے ہیں ان پر قدرت نہیں تو ادویہ کا علم بے تیغ سپاہی ہے۔

کوئی حکیم محمد تقی صاحب ہیں جنہوں نے اس نہایت اہم کام کا بیڑہ اٹھایا اور اوزان کے اصطلاحی اسماء کی گتھیوں کو سلجھایا۔ بہت ہی کم علماء طبا ایسے ہیں جنھوں نے ان غوامض کو عام کرنے کی سعیِ مشکور کی ہو۔ چند اصطلاحات کی جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔ ابریق، پنج رطل وزن دبعض دو من، استار چہار مثقال و نیم۔ انات، ابولو وابولس، ابولقیوس، اوقید، اوتعیش، اولولو، اوثولوسین، باب الباء، بندقہ، باقلا، یونانی، مطلق، مصری، اسکندری، رومی، الکف، بردار کبیر، بردار صغیر، پنجاہ، پنج نار، بیہ عالمگیری، بسطون، برمہ، ترمس، ترمہ، تولچہ۔

گنتی میں تو فل اسکیپ سائز کے صرف اٹھارہ صفحات ہیں لیکن قدر و قیمت میں اٹھارہ سو بھی زیادہ ہیں۔

۱۹۸۔ چپ نویسی: (بائیں ہاتھ سے لکھنا)

یعنی بائیں ہاتھ سے لکھنا (اُلٹے ہاتھ سے لکھنا) بجائے خود ایک بڑا کمال ہے۔ کسی نے تفصیلات پر روشنی نہیں ڈالی لیکن سرزمینِ سندھ اسلام کا وہ اولین گہوارہ ہے جہاں آج بھی آپ ایک سے زیادہ ماہرِ فن چپ نویس مل جائیں گے جو نہایت روانی سے نہ صرف لکھ لیتے ہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کے خوش نویس بھی ہیں اور اگر راست نویس کے مقابل بٹھا دیا جائے تو اتنی روانی سے اتنا خود وہ بھی نہ لکھ سکے گا جتنا برادرانِ سندھ لکھ لیتے ہیں۔ زیرِ نظر تحریر بظاہر نسخ کے انداز رکھتی ہے لیکن نسخ ہے نہیں اس کا اپنا ایک الگ انداز اور منفرد نوک پلک ہے لیکن سندھی شہ پاروں میں رکھ دیا جائے تو کوئی امتیاز نہ کر سکے گا۔

تاریخ کی اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ سندھ میں شیراز، فرشیز، ہراۃ وغیرہ سے یا فتوحاتِ اسلامی کے دور میں یا یہاں کی معارف پروری وحسنِ خلق نے بہت سے علمی خانوادوں کو کھینچ بلایا اور اب وہ پشتوں سے یہاں آباد ہیں۔ صفحۂ اوّل پر دو مہریں ہیں ایک بڑی رئیسانہ ''نیم شاہی'' انداز کی جس کے مندرجات کو بالکل مٹا دیا ہے البتہ اس مہر کے اوپر ایک خاص دستخط باندازِ طغرا ہیں ھوالمالک تو صاف پڑھا جاتا ہے لیکن مالک نے اپنے نام کو باوجود ایسا پُر پیچ و خم بنا دیا کہ پڑھنا ناممکن ہے دوسری چھوٹی مہر کا طغرا بظاہر صاف ہے لیکن پڑھنا اس کا بھی ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ بارے یہ مخطوطہ ہر اعتبار سے عجائباتِ فن کی ایک بے بہا یادگار ہے بعض انمول وانوکھی معلومات بھی ہیں مثلاً آغاز شاہنامہ از دقیقی در عہد نصر بن احمد سامانی بتحریک ابوعلی محمد بن محمد البلغمی مترجم تاریخ طبری، ادائے معاوضہ کی تفصیلات۔

وہ اسباب جو محمود غزنوی کے لئے باعثِ تکدر ہوئے۔ موفق الدین کے لئے تفسیر یوسف بختیاری کے مقابلہ میں لکھی گئی۔ رستم نے اپنی تمدیح کا معاوضہ کس طرح دیا اور اپنے کمالِ فن کا مظاہرہ کیسے کیا (خواب اور حقیقت)

۱۹۹۔ کشکول فارسی (خطاطی)

۲ انچ، ۵ انچ سائز میں خفی قلم کسی اعلیٰ درجہ کے ماہرِ فن خطاط کا کارنامہ ہے جب لوہے کے قلم نہ تھے اس وقت ''برد'' قلم سے اتنی باریک تحریر کمال فن کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ چند مندرجات کی تفصیل یا عنوان ۱۔ نمونہ نثر مرزا عبدالقادر بیدل ۲۔ در غریب پرسی کے ذیل میں۔ رحلت میر نور اللہ، اقتباس شواہد النبوۃ،

اقتباس از ملفوظات حضرت علی علیہ السلام، فرعون کا ایک واقعہ، اصمعی کے منقولات، مولانا قطب الدین کے ملفوظات، شیخ نصیر الدین طوسی علیہ الرحمتہ، اقلیدس اور حضرت ادریس، ہارون رشید، سلطان محمود، حضرت خاتم الانبیاء، شرف الدین یزدی، سلطان علاؤ الدین، نظام الدین اولیاء، اقوال امام جعفر صادق علیہ السلام، سلطان ابراہیم، شیخ بایزید عبداللہ خفیف، ذوالنون مصری، اقلیدس حکیم، نعتیہ، احسن کمار حسن اللہ الیک، غرض حکماء و فلاسفہ و علمائے متقدین کے فیوض۔ رشحات گلستانِ سعدی کے انداز پر جمع کئے ہیں۔ ۱۰۸۶ تحریر مٹانے کی کوشش کے باوجود پڑھا جاتا ہے۔

اوّل تا آخر نثر ہی ہے غالباً جامع کو نظم سے دلچسپی نہیں تھی۔ کاتب کی بینائی خفی قلم کی یکسانیت جبکہ لوہے کے قلم عام نہ تھے۔ صفحات ۱۱۸ آخر میں شاید کاتب کا نام ہوگا جو مٹا دیا گیا۔ ۱۰۸۶ بھی دھندلا گیا ہے۔ بارے مطالعہ بڑی دیدہ ریزی مانگتا ہے۔

۲۰۰۔ کشکول محمد مقیم:

محمد مقیم کے متعلق سیر المتاخرین کا بیان ہے۔

"محمد مقیم ولد ذوالنون ارغوں کہ او یر عبدالرزاق مرزا ابن انع مرزا ابن سلطان ابوسعید مرزا زادہ بابر بادشاہ ظفر یافتہ مملکت کابل کہ در تصرف او بود انتزاع نمود محمد مقیم شکست خوردہ از کابل پیش شاہ بیگ برادر خود کہ حکومتِ قندھار داشت رفت"۔

صاحبِ کشکول نے آغاز کے سات صفحات سادہ رکھے تھے لیکن بعد کے قابضین نے صرف ایک صفحہ سادہ چھوڑا۔ دوسرے پر مرض چیچک کے دو تعویذ۔ اس کے بعد پانچ صفحات پر کسی دوسرے مالک نے "در بیان خواب دیدن در ہر ماہ از حضرت امام ناطق جعفر صادق علیہ السلام منقولست" کے ذیل میں خوابوں کی

تعبیرات بیان کی ہیں اور بعض کے متعلق یہ دعویٰ بھی کیا ہے ''ایں بہ تجربہ رسیدہ ست الخ''

چھٹے صفحہ پر ہذا بیاض قاضی ذوالفقار حسین ساکن شہر لکھنؤ مجاور کربلائے معلیٰ (۱۳۱۹) ہجری ساتویں صفحہ پر مختلف اشعار بہ خطِ رواں۔

اصل متن کا آغاز آٹھویں صفحہ سے ہوتا ہے جس پر نہایت باکمال آرٹسٹ نے مختلف رنگوں سے ایک نہایت دیدہ زیب دائرہ بنا کر سیاہ وسرخ دو رنگ استعمال کئے ہیں دائرے کے وسط میں ایک یہ شکل اور دائرہ بنا کر سمتیں بتائی ہیں جبکہ اس کے مقابل نویں صفحہ پر نہایت ہی خوبصورت انداز سے ایک جال بنایا ہے جس سے ہر مہینہ کی تاریخ و دن معلوم کرنے کا فارمولا واضح کیا ہے۔

اب متن گویا دسویں صفحہ سے شروع ہوتا ہے پیشانی پر ایک گنبد نما لوح آب زر، نیلم، شنجرف کے صرف سے گنبد و محراب نہایت خوش نما کمالِ فن کا بہترین نمونہ ہے۔

متن کے سلسلہ میں ساڑھے تین صفحات کی رنگین بیانی وعبارت آرائی کا آخری حصہ ملاحظہ ہو۔ ''عیذ انم کہ ایں مجموعہ را بر طاوس لقب کنم کہ ایں ہمہ نقش و نگار گرد کرد یا بال ہما خطاب نمایم کہ سایہ برچندیں مضمون سعادت مشحون گسترده......الخ''

دوسرا عنوان رقیمہ لازم دست من کلام اقدس رحمہم اللہ ''ید اللّٰہ فوق ایدیھم'' کے ذیل ڈیڑھ صفحات کی تحریر میں بہتر (۷۲) بار لفظ ''دست'' استعمال کیا ہے۔ قلم ہے کہ باریک موتیوں کی لڑیاں سجا رہا ہے تیسرے نمبر پر ایک نظم نسبتاً جلی قلم میں خاتمہ ''لراقمہ ابو علی ہاتف''

از پردہ چو شمع رخ دلدار برآمد الخ

۴۔اس کے بعد ''صورتِ مکتوبی کہ بعد از فتح بغداد و خواجہ نصیر اللہ والدین بوالئی حلب نوشتہ الخ'' اس میں ۶۵۵ ہجری کا حوالہ دیتے ہوئے آغاز خط ہے۔

۵۔عبدالملک بن مروان کا عبرت انگیز واقعہ۔

۶۔اقسامِ خواب از جالینوس الزمانی حکیم خاقانی۔اقسام خواب۔

۷۔میر سیارہ سکمز بلدوز و جواہر نامہ (بارہ ابواب)۔

۸۔مختاراتِ سعد و نحس علامہ طوسی معہ چند نسخہ جات باہ۔

۹۔پھر اعلیٰ خوش نویسی کا شاہکار رسالہ اسرار ناتمام ۱۱۱۵ء بقلم محمد مقیم۔

۱۰۔فضل در بیان صفت متعلم۔

۱۱۔آداب فرزند باپدر۔

۱۲۔اقتباس تاریخ الحکماء۔

۱۳۔طبی نسخہ جات۔

۱۴۔تناول چوب چینی بعنوان قہوہ، خوردن سنارنگی، ''شرناق''، حب جدوار، جواہر الشفاء۔

۱۵۔ایک جدید سلسلہ بحرِ طویل از خاکی (یہ ادب میں جنسِ عنقا ہے) (۲) شاہد (۳) محمد بیگ شبروانی ساعیؔ۔

۱۶۔ایک اور سلسلۂ نظم بالکل انوکھا بعناوین رام، خرقہ، مرہ پاس، میانجی، نیک و بد، دور، انصاف، صفحہ، خاتم، اس کے بعد شیخ عطار، عبداللہ حبیب، جمال الدین یاقوت، بنی اسرائیل کے ایک مذہبی پیشوا کا کفارۂ گناہ۔مکتوب نواب ظفر خاں بجمدۃ الملکی، احادیث، حکایات گلستان کے انداز پر، طبی نسخہ جات، سوز و گداز، نوعیؔ کلام

طالع ہروی، ملا واحدی، مرتضٰی خاں، طاہر، محمد علی بیگ تجم، رفیع، حکیم عزت اللہ، خواجہ بوزینہ چوہا، ملا نادم، اشرف، صائب، بیدل، صفی، (بدلی ہوئی تحریر ہے) دوام المسک، نوشدارو۔

۲۰۱۔ مجموعۃ الحقایق:

یہ مجموعہ ۶ مستقل رسائل، بہت سے دیگر فوائد اور چند مکاتیب پر مشتمل ہے۔ ان رسائل میں کائنات کے گوناگوں اسرار و حقائق پر حکما و مشاہیرِ اسلام نے اپنے اپنے حکیمانہ نظریات پیش کئے ہیں۔ یورپ کے فلاسفرس نے ______ (حیات بعد الممات) پر جو کچھ نتائجِ تحقیق پیش کئے ان کے مقابلہ میں محققینِ اسلام کے نتائج فکر کا مطالعہ محیر العقول ہے۔

اس مجموعہ کی تفصیل

(۱) ینبوع الحیات: از بنجامن ۱۰۲۱ء تا ۱۰۵۸ء۔ پلاتونیزم کی تائید میں ہے۔ اس کا ترجمہ ۱۱۵۰عیسوی لاطینی زبان میں ہوا۔ قرونِ وسطٰی کے ایکولائیزم پر اس کا بڑا اثر پڑا اور فرانسکن فرائیرز نے اپنے تخیلات و جذبات و عقائد میں اسے بہت کچھ اپنایا۔ یہ رسالہ اصل میں ہرمس اہرامہ (حضرت ادریس النبی علیہ السلام) سے منسوب ہے۔ مسلمانوں نے اس کا ترجمہ عربی سے کیا پھر عربی سے فارسی میں منتقل ہو کر آپ کے پیشِ نظر ہے۔

وصایائے ارسطاطالیس

ارسطو نے اپنی رحلت کے وقت اپنے شاگردوں کو کچھ اسرارِ حکمت تعلیم کئے تھے۔ ان میں انسان کا مقصدِ حیات واضح کیا گیا ہے۔

اس مجموعہ میں بیشتر رسائل، مکاتیب، فوائد و مقالات بابا افضل الدین کاشی المتوفی ۷۰۷ کے ہیں ۔ بابا افضل وہی نفس قدسی ہیں جن کے مطارحات تاریخ میں تو ثبت ہیں لیکن اسلامی دسترس سے دور۔ آج علمی دنیا پہلی بار ان سے روشناس ہو رہی ہے۔

ملا کاتب چلپی نے ان کی ایک کتاب ''مدارج الکمال الی معارج الوصال'' کا تذکرہ کشف الظنون میں کیا ہے مگر مولانا نے بعض احباب کی فرمائش پر اس کا فارسی میں بھی ترجمہ کیا ہے اور اس حقیقت کو انہوں نے خود ہی ایک فصل میں بیان کیا ہے۔

فصول سہ گانہ

یہ رسالہ بھی علامہ موصوف ہی کی تالیف تین فصول پر مشتمل ہے ا۔اپنے وجود اور صفاتِ وجود کا علم ۲۔ حقیقتِ علم ۳۔ فصول سہ گانہ۔

بستانِ شاہی

اس میں علامہ موصوف نے بادشاہ کی ضرورت، بادشاہ کی تعریف اور دوسروں پر فضیلت کے اسباب، شاہ کے اوصاف و شرائط، رعایا کے صفات، فرائض اور تعلقات، اراکین و اعیانِ مملکت ان کے خصائل و فرائض، تین گفتاروں کے تحت جامع و مانع انداز میں بیان کیا ہے۔

رسالہ نغمات ولحن

لحن کی حقیقت، لحن اور نغمہ کا فرق، فوائد، اقسام، آداب وارکان فن، اختصار کے باوجود سب کچھ واضح کر دیا ہے۔

مقالہ تکوین

اس میں تکوینِ عالم اور حقائقِ کائنات کی وضاحت کی ہے۔

مکاتیب بنام

۱۔قاضی سعد رکن الدین ۲۔شیخ بعد الدین ۳۔ضیاء الاسلامی شمس الدین محمد مہتدب بدرزداگوش، خواجہ زین الدین نسائی، عماد الدین محمود نو شابادی وغیرہ۔

کتابت بھی بظاہر عہدِ مولف ہی کو معلوم ہوتی ہے۔

آغاز

"ترجمہ فصلِ اوّل از جملہ سیزدہ فصل از سخنانِ ہرمس الہرامہ وہو ادریس النبی علیہ الصلوۃ والسلام بنام ینبوع الحیوۃ در معائب ونصیحت نفس"

۱۔کاغذ او انداز کتابت بہت قدیم ہے۔خوش خط ہے جب بغیر شگاف قلم سے لکھا جاتا تھا۔

نہایت خوش خط جملہ ۴۰ صفحات۔

۲۔فصلی کہ مولانا افضل الدین درآخر ترجمہ مدارج نوشتہ بود در نسخہ۔

۳۔چنیں گوید مبیں ومقرر این معانی علوم کہ گروہی از یاران حقیقی از من انشا نار خواستند کہ از خواندنش وفہم معانیش آ کہ شونداز رچیز۔ یکی از وجود خود، صفات و جود خود، دوم آ گہ شونداز، آ گہی وعلم کہ چیست وسیم اکہ شونداز فائدہ ونفع آ گہی و علم.....الخ۔

۴۔رسالہ خواجہ افضل الدین کاشی۔

۵۔ایں ترجمہ مقالہ ایست از ان ارسطالیس حکیم کہ بوقت وفات املا کردہ ست

(یہ بیس (۲۰) صفحات پر مشتمل ہے۔

۶۔ گفتار در الحان ونغمات از سخنان خواجہ افضل الدین کاشی قدس اللہ روحہ۔

۷۔ نوشتہ کہ خواجہ رضی اللہ عنہ نوشتہ بود بقاضی سعد رکن الدین صفی ویدکلی رحمۃ اللہ۔

۸۔ ایں نوشتہ ایست از انشاء مولانا قطب المحققین افضل المتاخرین افضل الملۃ والدین۔ قدس اللہ روحہ العزیز بصاحب سعید مجد الدین کاشانی۔

۹۔ ایں نیز ہم او نوشت بمرید خود شمس الدین مہذب وزداکوش۔

۱۰۔ ہم او نوشتہ است۔

۱۱۔ ہم از انشاء اوست۔

۱۲۔ ایضا من انشا قدس اللہ روحہ (یہ نسبتاً کافی طویل ہے یعنی سات صفحات)۔

۱۳۔ خواجہ زین الدین نسائی نوشت ست بصدر سعید عماد الدین محمود نوشابادی قدس اللہ روحہ۔

۱۴۔ خواجہ افضل الدین نوشتہ ست قدس اللہ روحہ۔

۱۵۔ ایضاء من حوائدہ۔

۱۶۔ ہم از سخنان خواجہ قدس اللہ روحہ العزیز۔

۱۷۔ ہم از سخنان خواجہ در بیان تباہی جسمِ عالم۔ ان تمام عنادین میں سرخ روشنائی استعمال ہوئی ہے۔

۲۰۲۔ مجالس ثلثہ (خمسہ)

مجلسِ اوّل: در بیان وفات جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔

مجلسِ دوم: در بیان وفات جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا۔

مجلسِ سوم: در بیان شہادت جناب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام۔

مجلسِ چہارم مکرر: دربیان شہادت جناب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام۔
مجلسِ پنجم مکرر: دربیان شہادت جناب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام۔
تکرار سے کاتب کا مطمحِ نظر کیا تھا واضح نہیں ہوتا۔ اردوئے قدیم کا نمونہ ہے یادش بخیر اس کے قدر دان مولوی عبدالحق صاحب مرحوم تھے۔

۲۰۳۔ معتقدات وتعلیمات باب وبہاء اللہ:

ایرانی شیعیان اثناء عشری میں ایک گروہ ایسا بھی پیدا ہوا جو باب و بہاء اللہ کو بارھواں امام مانتا ہے۔ یہ طبقہ ایران میں پیدا ہوا وہیں اکثریت ہے ہندو پاک میں بھی ایک قلیل تعداد متاثر اور اپنے کو بابی و بہائی کہتے ہیں۔ پارسیوں میں اس کی اشاعت زیادہ ہوئی۔ کراچی میں دیپ چند اوجھا روڈ پر ان کا مرکزِ عبادت و اجتماعات ہے۔ زیرِ نظر مخطوطہ خاصا قدیم خوش خط ہے کاغذ اتنا خستہ و نازک ہوگیا کہ بڑی احتیاط سے استعمال کرنا ضروری۔ ۲۳ مسائل فقہی امور سے متعلق ہیں اس کے بعد تقسیم جائیداد وغیرہ آخر میں جاہل و عالم کی تکلیفات و فرائض وغیرہ۔ آخر میں کتنی ناقص ہے نہیں کہا جاسکتا البتہ آغاز میں ایک دو تمہیدی صفحات غائب ہو گئے اس لئے کہ سوال اوّل مکمل موجود ہے۔ تقریباً ڈیڑھ سو صفحات بہر حال موجود ہیں۔

۲۰۴۔ مجلس ولادت امام زمانہ حضرت مہدی الہادی ختم الوصیین علیہ التحیۃ والسلام:

برادرانِ اثنا عشری اپنے بارھویں امام کو عوام کی نظروں سے مستور حیّ القائم مانتے ہیں۔ زیرِ نظر منظوم مخطوطہ آنحضرت علیہ السلام کی ولادتِ باسعادت کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ کاتب اعلیٰ درجہ کا خوش نویس نہیں پھر بھی تحریر صاف

ہے۔ ۶_۴۔انچ مخطوطہ کا سائز، ۱۴۲ اصفحات کل ۱۲ اشعار فی صفحہ ابتدائی سات صفحات پر تو کچھ عملیات قسم کی تحریر ہے پھر ایک عربی میں خطبہ اس کے بعد قیصر عہد کا ذکر۔ پھر ولادت کی تفصیل۔ آخر میں قصیدہ در بیان غیبت۔ آخر کے چند اشعار جن میں تخلص صرف کیا ہوگا غائب ہیں۔ ہر صفحہ پر ۱۲ اشعار ہیں آغاز میں ایک مہر ہے جس پر ۱۲۰۳ پڑھا جا سکتا ہے وہ بھی بہت دھندلا۔

۲۰۵۔ ادعیۂ مختلفہ:

کسی نہایت خوش قلم اور اعلیٰ درجہ کے خطاط نے چوبیس مختلف دعائیں نقل کی ہیں۔ لیکن عناوین غالباً جلی قلم سے لکھنا مقصود تھا اس لئے عناوین کی جگہ خالی رہ گئی نہیں معلوم کن حالات نے کاتب کو موقع نہ دیا نسخ کا اعلیٰ درجہ کا خطاط ہے۔ سائز ۱۶ انچ تین انچ۔

۲۰۶۔ ذخیرۂ خطوط:

خطوط کو محفوظ رکھنے کا طریقۂ کار یہ تھا کہ ہر وصول ہونے والے خط کو ایک دوسرے سے جوڑ کر ایک لمبا وطویل رول بنا لیا کرتے تھے اس طرح جملہ خطوط نسلاً بعد نسل محفوظ رہتے تھے اور اس رول کے لئے "لولہ" خطوط کی اصطلاح رائج تھی۔ پیشِ نظر ایک ایسا ہی "لولہ" خطوط ہے چوڑائی میں ہر خط ۶ انچ سائز کے کاغذ پر ہے۔ ہر خط کے متن کی عبارت صرف ۳ انچ کی وسعت میں لکھی گئی ہے اور تقریباً تین ہی انچ دو چار سوت کم حاشیہ چھوڑا ہے لیکن کہیں بھی حاشیہ کی جگہ خالی یا ورق سادہ نہیں بلکہ حاشیہ پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ترچھا، آڑا اندازِ تحریر ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ اس اندازِ تحریر کا التزام آخر تک باقی رکھا ہو۔ بلکہ ہر خط کم

وبیش مختلف انداز کا حامل ہے بعد میں ان خطوط کو ایک دوسرے سے چپکا کر جوڑ لیا کرتے تھے اور ایک رول کی شکل اختیار کر لیتا تھا۔

۲۰۷۔ مطب نادر الوجود:

مجربات کا یہ نادر و نایاب ضخیم مجموعہ کسی ایک طبیب نہیں بلکہ ایک سے زائد اطبا کا دستور العمل رہا ہے اور ہر ایک نے اپنے تجربات کو محفوظ کر دیا ہے۔ ۳۷۸ صفحات خفی قلم آٹھ انچ ضرب چار انچ سائز نہایت خوش خط خفی قلم، معالجات کا ایک سمندر اور مجربات کا ایک بحرِ ذخار ہے جدھر ہاتھ ڈالیں گے نایاب موتی و جواہر ملیں گے۔

تجلید کا انداز بتاتا ہے کہ مالک کے لئے مرغوب و محبوب ترین اشیا میں یہ جوہر نایاب بھی تھا۔ ایک عام پڑھے لکھے آدمی کے بھی ہاتھ لگ جائے تو گھر بیٹھے روٹیوں کا سہارا نہیں بلکہ سرمایہ داری کا بہانہ مل جائے۔

۲۰۸۔ ہندو تصوف:

اس خطۂ ارض پر ایک قوم صدیوں سے آباد ہے جس کی شاخیں تو بے شمار ہیں لیکن ہندو ایک لفظ مشترک ہے۔ ان کی قدیم ترین زبان تو سنسکرت ہے لیکن بول چال کی متعدد شاخیں ہیں۔ ہندوستان کی سرزمین پر جب مسلمانوں کے قدم پہنچے تو ایک دوسرے سے قریب تر ہونے کے لئے دونوں نے ایک دوسرے کی زبان سیکھی، دونوں میں قربت پیدا ہوئی اور شہنشاہ اکبر نے تو مفتوح اقوام میں تبلیغ کی ہمت بھی پیدا کر دی اور ہندوؤں نے اپنا مذہبی لٹریچر بھی فارسی میں منتقل کرنا شروع کر دیا۔ زیرِ نظر نادر و نایاب مخطوطہ اسی دور کی یادگار معلوم ہوتا ہے۔ یہ کاغذ

اسی دور میں استعمال ہوتا تھا۔ ہندوؤں نے نستعلیق میں بھی خاصا ملکہ اور مشق میں پیش قدمی کر لی تھی۔ زیرِ نظر مخطوطہ اسی دور کی یادگار معلوم ہوتا ہے کاغذ بھی عہدِ اکبری کا ہے۔ تحریر کا انداز خاص منشیانہ ہے اس مخطوطے میں حق شناسی، برہمن کی پہچان، آتما۔ ترکِ دنیا وغیرہ امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اب سنکہار برہمن۔ در پت بالاک نام زنار داری۔ ششو برہمن، مورث المورت برہمن، جا کینولک وغیرہ جملہ ۷ اصفحات۔

۲۰۹۔ قصائد وزیر درمدح سعد الدین صفی الملۃ صدر الاسلام:

بڑے دقیق الفاظ استعمال کرتا ہے۔ جملہ ۱۰۳ اشعار کے چار قصائد ہیں۔ ایک جگہ ابوزہرا تخلص استعمال کیا ہے۔ اپنے کلام پر بڑا ناز ہے۔

سواد نظم مرا گر بود برات گذر
کنند خورشیدی و صابری و عمعق

ایسے نامانوس وثقیل الفاظ استعمال کرتا ہے۔ لوہتی، علق، عقق، رہق، صدق، عمعق، ذق وغیرہ وغیرہ۔ بائیس صفحات۔ کرم خوردہ لیکن پڑھنے کے قابل۔ ۲۲ صفحات ہیں، شاعر بڑا دقت پسند معلوم ہوتا ہے۔ تحریر بدخط نہیں صاف وخوانا ہے جنس نایاب ہے۔

۲۱۰۔ دینیات:

عنایت حسین خان نے چینی قلم سے محرم ۱۲۲۵ھ اپنے برخوردار حسن خان کی تعلیم کے لئے نہایت خوش خط لکھا ہے۔ ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود سیاہی کی آب وتاب اور تحریر کا حُسن۔ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجاست بیس صفحات کتابی سائز مجدول وسرخیاں شنجرفی۔

۲۱۱۔ منظوم معجزات، از: میر محمد صالحؔ ابنِ میر عبید اللہ ترمذی وصفی

مشکیں قلم کے صاحبزادے تھے (بقول ''ہفت قلم'') کشفی وسحابی، تخلص میکرد (بقول مراۃ العالم) بعلم ودانش آراستگی داشت ونستعلیق را خوب می نوشت۔ در ابتدائے حال بقناعت میگذرایند در آخر عمر فردوس آشیانی (شاہجہاں) ازاں معارف آگاہ پرسیدند۔ نین شما چند بست؟ گفت پنجال بادشاہ متعجب شدہ ازحقیقت ایں سخن استفسار کردند گفت عمر ہمانست کہ درسعادت بندگی وخدمت حضرت صرف شد'' بادشاہ ازیں لطیفہ خوشوقت شدہ بمزید التفات وعنایات پایہ قدر ومنزلت اور افزود۔ او صاحب تصانیف است ۔ مجموعۂ اعجاز مصطفوی، مناقب مرتضوی، عمل صالح، اشہر از رشحات قلم اوست، تالیف عمل صالح عہد شاہ جہانی کی تاریخ کا شاہکار سمجھا جاتا ہے جس کی چکاچوندھ میں صالحؔ کے دوسرے رشحات قلم ماند پڑگئے۔ زیرِ نظر مخطوطہ خطاطی کا بھی شاہکار ہےاوراس کا کسی تذکرہ نگار نے ذکرنہیں کیااس میں حضرات حسنین علیہم السلام کے معجزات نظم کیے ہیں۔

بیاض میں کچھ رباعیات بدخط بھی ہیں جن میں محسنؔ تخلص صرف کیا گیا ہے اگر یہ رباعیات محسن ٹھٹھوی کی ہیں تو بجائے خودایک جنس نایاب ہے۔

میر علی الکاتب

۲۱۲۔ رسالہ خطاطی:

تحریر خصوصاً نستعلیق طرز تحریر سلطان الخطاطین میر علی الکاتب کی حسین ترین اورسب سے زیادہ خوبصورت اولاد ہے۔

بیشک نسخ اپنی جگہ اور نستعلیق اپنی جگہ لاجواب و بے مثل ہیں لیکن میر علی نے

دونوں کے امتزاج سے نستعلیق وعجوبۂ روزگار تخلیق پیش کی کہ اس کے حُسن و جمال نے سب کو پیچھے چھوڑ دیا۔ نستعلیق کا بچپن اور جوانی کا دور کچھ ہوگا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ اس کے طرزِ تحریر کے حُسن و جمال کا عالم آج بھی دیدنی ہے۔

زیرِ نظر رسالہ میں کسی باکمال شاعر نے فن کی تیکنیک کو نظم میں پیش کیا ہے تا کہ طلبا کو یاد کرنے میں آسانی ہو۔ کسی بھی فن کی مخصوص اصطلاحات اور باریکیوں کو نظم میں پیش کرنا نثر سے زیادہ مشکل اور استادانہ مہارت مانگتا ہے۔ شاعر نے اپنے متعلق کچھ نہیں کہا بلکہ نستعلیق نویسوں کے ہی نام گنوا دیئے ہیں۔

یہ وہ دور تھا کہ ماسٹر، ''پیلیکن'' یا جرمنی کی سیاہیاں بازار سے با آسانی نہیں مل جاتی تھیں بلکہ خوش نویس و خطاط کو سیاہی بنانے کے فن میں بھی استادی و مہارت پیدا کرنی پڑتی تھی۔ اس رسالہ میں حاشیہ پر ایک نسخہ سیاہی بنانے کا بھی درج ہے لیکن افسوس کہ اس کے اکثر اجزا بے احتیاطی سے دستبردِ زمانہ کی نذر ہو گئے۔ آخر میں میر صاحب کے صفِ اوّل کے شاگردوں کی فہرست بھی پیش کی گئی ہے۔ کاتب نے افسوس ہے کہ اپنا نام ظاہر نہیں کیا لیکن انداز بتاتا ہے کہ وہ خود بھی اساتذہ میں بلند مقام رکھتا تھا۔ بہر حال نادر و نایاب تحفہ ہے۔

تذکرۂ خوش نویساں

۲۱۳۔ تالیف بختاور خان:

یہ ایک بلند پایہ درباری خطاط اور صاحبِ قلم رئیس تھے۔ اس میں انہوں نے تمیں ماہرینِ فن کا ذکر کیا ہے۔ ۱۶ اصفحات تو ان کے اپنے قلم کی کاوش ہیں باقی کسی اور شوقین نے رواں خط میں لکھ کر تکمیل کی ہے۔

۲۱۴۔ خطاطی وتذکرۂ خطاطاں:

تالیف محمد امین ۱۱۳۹ھ مولف کا اپنا بیان ہے۔اصول چند نستعلیق رامعہ ذکر خطاطانِ ناموراں از وقت واضع الاصل تا عہدِ محمد شاہی محمد شاہ بادشاہ غازی سر تسع وتلون مایۂ الف ۱۱۳۹ھ مسمی محمد امین تالیف می نماید قبلۃ الکتاب خواجہ جمال الدین یاقوت المستعصمی کے حوالہ سے تمام حروف کی پیمائش ترکیب وکشش وغیرہ بیان کرنے کے بعد۔

باب دوم: دررذکر "خطاطاں" صف اول کے گیارہ اساتذۂ فن کی مختصر سوانح حیات واسلوبِ تحریر۔

بابِ سوم: ساختن روشنائی، شناختن شنگرف، ساختن سفیدہ، ساختن زنگار۔
فصل، دررنگ کردن وروغن برداشتن از کاغذ۔

فصل، کاغذ چرب شدہ رابتلحیف آہک آب نارسیدہ درزیر سنگ ثقیل گذاشتن۔

مؤلف......درتاریخ صدرسنہ الیہ برائے صاحبی ومشفقی خواجہ عبدالجلیل دردو ساعت تحریر نمود۔(غالباً علامہ عبدالجلیل بلگرامی)۔

علامہ عبدالجلیل: ایک طویل عرصہ تک سندھ میں سلطنتِ مغلیہ کے ریزیڈنٹ کی حیثیت سے مقیم رہے۔خود علامہ جلیل کے اس دور کے کارنامے سندھ کے بعض علم دوست خانوادوں کے پاس محفوظ ہیں۔

۲۱۵۔ رسالہ اصولِ خطاطی وتذکرۂ خطاطاں

محمد بن علی بن سلیمان راوندی: اصل تالیف ۵۹۹ھ کی ہے لیکن موجودہ غالباً والد ماجد مرحوم نے اپنی تالیف "تذکرۃ الکتابۃ والکتاب" نامی تذکرہ خوش نویساں

کے لئے خود ہی نقل کیا۔ افسوس کہ مرحوم کی یہ تالیف نامکمل رہ گئی۔

راوندی نے زیرِ نظر تذکرہ میں مفردات کی ایسی واضح پیمائش کی ہے جو اور کسی تذکرے میں نہیں ملتی اور افہام و تفہیم کے لئے اس سے بہتر صورت ممکن ہی نہیں صرف اٹھارہ صفحات عام کتابی سائز۔

۲۱۶۔ رسالہ رسم الخط از مجنوں بن محمود رفیقی:

فنونِ لطیفہ کی ایک جاذبِ نظر اور دلکش برانچ تصویر کشی اسلام میں ممنوع ہے لیکن آرٹ کا دلدادہ مسلمان چپ کیسے بیٹھے اس نے اپنے ذوق کی تسکین کے لئے فنِ تحریر میں وہ جوہر دکھائے کہ ہر حرف ایک دلکش تصویر بن گیا۔

مجنوں بن محمود رفیقی اس میدان کا نامور شہسوار ہے۔ نکاتِ فن کی تحصیل کے لئے صاحبانِ ذوق و قلم نے اس کے رسالہ خط وسواد کی متعدد نقول کر ڈالیں۔

ہمارے پیشِ نظر ایک حنائی کاغذ پر نہایت خوش خط ناقص الطرفین ہے یعنی حرف نون واو، ہا، لام الف، یا کے بعد "باب چہارم در تشکیلِ حروفِ اتصال ہر یک بدیگری، وتعین مقام و نام ہر ایک ازیں حروف"، "باب پنجم در بیان مدات" منظوم ہے کل آٹھ صفحات ناقص الطرفین بظاہر یہ نقل ہے لیکن ناقل خود بھی اعلیٰ درجہ کا خطاط ہے۔

۲۱۷۔ خط وسواد:

ایک اور نسخہ ہے یہ نثر میں ہے اور نسبتاً زیادہ مفصل (۳) اس میں ایک اور منظوم رسالہ ہے جس کے متعلق مولف کہتا ہے۔

واقف چو شوی ازیں رسالہ

خط تو دہد ز خطِ قبالہ

لیکن یہ صرف انیس اشعار پر ختم ہو جاتا ہے۔ شاعر کا تعارف کہیں نہیں ملتا

(۴) اس کے بعد صرف ایک صفحہ منظوم سلطان علی مشہدی کے رسالہ کا ہے۔ آخری ورق پر متفرق اشعار ہیں۔ کاتب سب رسائل کا نہایت خوش نویس ہے۔

۲۱۸۔ آدابِ کتابت وانشا پر چار مختصر رسائل کا مجموعہ:

طالبِ فن کے لئے سیاہی، کاغذ، قلم تراش، مختلف انداز ہائے کتابت و مبادیاتِ فن پر اچھی خاصی گائیڈ بک ہے۔

ا۔ قلم تراش، اس کا استعمال، بھولی ہدایت یاد آجانے کا نسخہ، سیاہی بنانے کی ترکیب واجزا، آبِ زر کی ساخت و پرداخت، منشی کا کردار، بزرگ کے حضور تحریر پیش کرنے کے آداب، صفحات کی گنتی میں تیرہ (۱۳) کے ہندسہ کی نحوست ت، ش، ع، لا، ک، م حروف کی نحوست سے محفوظ رہنے کا طریقہ۔

۲۔ دوسرا رسالہ قلم تراش اور قلم کی ساخت کے متعلق ہدایات، نستعلیق کے اصول وضوابط، محلقات، منقوطات، محرف، مائل، مخصوص اصطلاحات، ہر حرف کی ساخت کے متعلق خاص تکنیکی معلومات وہدایات۔ (۳) شنگرف حل کرنے کی ترکیب، قلم کے متعلق ہدایات، مختصر تاریخ فن کی کتابت، بیان نقطہ۔ قلم کی خصوصیات وغیرہ۔ (۴) انواع خطوط واسامی واعداد اقلام۔ (۵) سیاہی اور اس کے مخصوص اجزاء۔ (۶) ساختن سیاہی مرکب۔ (۷) موفت طلا۔ (۸) ساختن شنگرف۔ (۹) لطافت کاغذ۔ (۱۰) رنگ گلگوں۔ (۱۱) رنگِ زرد، لاجورد، الوانِ مختلفہ۔ (۱۲) معرفتِ قلم و قلم تراش۔ (۱۳) بے نقط تحریر۔ نقطۂ حروفِ مفردہ۔ (۱۴) حروفِ تام، اتصال، ضابطہ، طول۔ (۱۵) بائے سینہ دار، مشروطہ، منحنی و مضمر، چقماقی، مدور، ترکیبِ حل موزوں شنگرف، ماچھن کہ در سرکار نواب حامد علی

خاں بدر ماہہ سی روپیہ ملازم است وغیرہ وغیرہ۔

نصاب الخط

۲۱۹۔ مولفہ محمد فقیر اللہ بن عباد اللہ:

مولف کا اپنا بیان ہے ''از برکت پاس انفاس استادان دکن و صاحب کمالان ایں فن بہرہٗ وافی برداشتہ'' حصولِ کمال کے بعد مولف نے چاہا ''ایں بحر مواج رابکوزہ تواں نمود وایں در بے بہاء و شاہوار را در مُلکِ تفہیم باید کشید'' چنانچہ اسی تحریک پر اصول و قواعد خوش نویسی کو کتابی شکل میں محفوظ کر دیا لیکن ٹیکنیکل موضوع کو نظم کا جامہ پہنانا یقیناً مشکل کام ہے اور پھر وہ بھی اپنی مادری زبان میں نہیں بلکہ اس عہد کی علمی، سرکاری اور غیر زبان میں بر آئینہ قابل داد و تحسین ہے۔ سنہ و تاریخ کا کچھ پتہ نہیں چلتا البتہ صفحہ اوّل پر ایک مہر ہے جس میں ۱۲۳۱ھ پڑھا جاتا ہے۔ مہر بھی طغرا ایسا تیار کیا ہے کہ اس میں اللہ بالکل صاف ہے۔ تحریر تو دیدہ زیب ہے ہی لیکن مولف نے جلی و خفی کی بہار کے ساتھ شجرفی سیاہی کے استعمال سے چار چاند لگا دیئے ہیں (۴۰ صفحات) نہایت خوش خط اور دیدہ زیب۔

۲۲۰۔ فن روشنائی سازی:

پلکین یا ماسٹر انکس بازاروں میں نہیں ملتی تھیں بلکہ کاتب کے کمال کا ایک جزوِ لازم یہ بھی تھا کہ وہ اپنے لئے سیاہی روشنائی خود ہی تیار کرے۔ کاتبینِ صف اوّل سب اپنے لئے روشنائیاں خود ہی تیار کرتے تھے۔ نامی گرامی خوش نویسوں کے اپنے اپنے نسخے الگ ہوتے تھے۔ زیرِ نظر مخطوطہ میں آپ کو اساتذۂ فن مثلاً امیر پنجہ کش، میر مومن، یاقوت رقم، مجنوں بن محمود جیسے اساتذۂ فن تحریر کے اپنے اپنے

الگ نسخے ملیں گے یہ وہ اساتذہ ہیں جن کی سیاہی کی آب و تاب سیکڑوں سال گزرنے کے بعد بھی جوں کی توں ہے۔

زیرِ نظر مخطوطہ میں تو شنگرف، لاجورد، زنگار، فرعونی، ترسائی، لاکھی، نباتی، رگا نگ، متعدد سیاہیوں کے نسخے جمع کئے ہیں ایسی سیاہی بھی ہے کہ دن میں نہ پڑھی جائے صرف رات کو نظر آئے نسبتاً جدید الخط کسی مبسوط تالیف سے نقل کی ہوئی چیز معلوم ہوتی ہے۔ بہر حال بر آئینہ قابلِ قدر و نایاب جنس ہے۔ دھاتوں (سونا چاندی، تانبہ، پیتل) وغیرہ پر تحریر کے نسخے نسبتاً زیادہ قیمتی جنس ہے۔ فرعونی وغیرہ کے نام بھی آج تو شاید ہی کسی کو معلوم ہوں۔

۲۲۱۔ قواعدِ خطوطِ سبعہ، تالیف فتح اللہ بن احمد بن محمود، کاتب شیخ محمد عثمان ملتانی ۱۱۶۳ء جلوس احمد شاہ بہادر:

فصلِ اوّل تو فضیلتِ فن سے متعلق ہے بعد میں نکاتِ فن اور تاریخ مثلاً معقلی میں تبدیلی بنی ہاشم کا کارنامہ ہے۔ فن کو کمال پر پہنچانا حضرت علی علیہ السلام کا کارنامہ اسی طرح "الی یومنا ھذا" تک بات کو پہنچا کر اسبابِ کتابت، قلم تراشی کی تکنیک، اقسام خطوط مثلاً محقق، ثلث، توقیع وغیرہ خاتمہ نستعلیق جس کے استادِ فن خواجہ تاج الدین سلمانی تھے۔

۲۲۲۔ تذکرہ خوش نویساں:

حکیم سید مظفر حسین مرحوم نے ایک مختصر و جامع تذکرہ ابتدائی شوق کے تحت لکھا بعد میں ایک نہایت مبسوط و جامع ضخیم "تذکرۃ الکتابہ والکتاب" کے نام سے لکھنا شروع کیا جو زندگی کی بے وفائی نے پورا نہ ہونے دیا۔

خط وسواد

۲۲۳۔ مجنوں بن محمود رفیقی ۔ رسم الخط:

مجنوں دسویں صدی ہجری کا بہترین قلم کار اور زمرۂ اساتذہ میں شمار کیا جانے والا خوش نویس تھا۔ اس تالیف ''خط وسواد'' کا جو نسخہ برٹش میوزیم میں ہے اس کا تعارف کراتے ہوئے اورینٹل کالج میگزین لاہور ۱۹۳۴ء لکھتا ہے ''مولانا مجنوں چپ نویس'' یہی بزرگ ہیں۔ فن کی جزئیات تک رسائی کا یہ عالم ہے کہ یہ رسالہ تدریس کا معیار قرار پایا اور لوگوں نے اس کے بہت سے نسخے نقل کیے''

ناقل نے ایک اور رسالہ رسم الخط بھی ساتھ ہی نقل کر دیا ہے۔ جس کے نام سے سنہ تصنیف ۹۲۰ تو برآمد ہو جاتا ہے لیکن مولف کا پتہ نہیں چلتا لیکن مناجات کے ایک مصرعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ رسالہ بھی مجنوں ہی کا ہے۔

الٰہی رحم کن بر حالِ مجنوںؔ
قلم در کش خط عصیان مجنوںؔ

یہ کامل ترین رسالہ ہے۔ آخری شعر۔

بیا مرز انکہ بے روی وریای
کند مجنوں مشکیں رادعائی

اس میں مفردات ومرکبات کے نمونے بھی بڑی وضاحت سے پیش کیے ہیں اور جملہ ۸۲ صفحات ہیں دوسرے صفحہ پر ایک مہر بھی ہے جسے مٹا کر نا قابلِ قرأت بنا دیا۔

۲۲۴۔ احیائے خطِ الکوفی:

خطِ کوفی نسخ سے برسوں قبل بانی اسلام ﷺ کے عہدِ مبارک میں جاری و

ساری تھا ظاہر ہے کہ اس میں کمال حاصل کرنے والے اہل عرب ہی تھے۔

مولف رسالہ ہذا زین العابدین بن فتح علی بن عبدالکریم الخوی الشریف الصفوی کا بیان ہے ''چوں غرض اصلی از گماشتن ایں رسالہ'' ، ''احیاء خط کوفی و تجدید ایں خط شریف بود کہ بس از نہ صد سال مہجوری کہ حرفی ندال شناختہ ہینہ نیز چندے شائع و متداول گرددو'' ''فقط از حروف مرکبہ ایں مقصود حاصل نمیگر دید لہٰذا زمائے طویل رنج بردہ و حروف مقطعات ایں خط غیر نصیرا، و حالات ثلث و سائر عوارض تشریح و ترقیم، نمود والخ...... ''خط کوفی را از افروز کوفی نایند کہ کوفہ محل خلافت مولی، الکونین حضرت علی علیہ السلام گردید'' الخ مولف نے اس کے کلیات و جزئیات کو اختصار کے ساتھ تمام و کمال سمو دیا ہے اور حکیم سید مظفر حسین مرحوم اعلیٰ اللہ مقامہ نے اس جنس نایاب کو اپنے قلم سے نقل کر کے حیاتِ نو بخشی ۱۵ صفحات کا مختصر رسالہ جو شاید ہی کسی کتب خانہ میں محفوظ ہو۔ ایک نادر تحفہ ہے۔

۲۲۵۔ رسالہ خطِ کوفی:

مولف کا بیان ہے ''ذکر بعض المورخون ان من وضع خط العربی فاس ھجاہ علی ھجاء السریانی'' ...... الخ مورخین کہتے ہیں کہ خطِ عربی کی تہجی کی بنیاد ''سریانی'' حروفِ تہجی پر ہے۔ اس سلسلہ میں مولف نے کوفی کرشونی اور سریانی رسم الخط کے نمونے پیش کرتے ہوئے اپنے استدلال کو تقویت دی ہے۔ پاکستان میں تو سندھی بھی اسی خاندان کی ایک شاخ ہے۔

افسوس عام کیا خواص کے حلقوں میں بھی اس موضوع پر کوئی کام نہیں ہوا۔ سوال یہ ہے کہ کرے کون؟ یہاں ثقافت کے نام پر موسیقی، رقص اور کھیلوں پر کام ہو رہا ہے بے شک وہ بھی ایک شاخ ہے لیکن السنہ کے سلسلہ میں ضرورت ہے کہ

صاحبانِ ثروت ریسرچ اسکالرز کو اپنے ذخائرِ علمی سے استفادے کے مواقع فراہم کریں اور تلاش میں ان کی امداد کریں، اپنے کتب خانوں کو ایسے نادر ذخائر سے مملو رکھنے کی سعی کریں۔

۲۲۶۔ مفاتیح الحروف:

مولفہ حسین بن حسن خطاب ''شیریں رقم'' تیرھویں صدی ۱۲۲۹، سلاطینِ مغلیہ کی معارف پروری کا دور ہے۔ بہت سے اہلِ قلم فن کاروں کی پرورش بھی ہوئی اور قدردانیوں نے صاحبانِ فن کو جنم بھی دیا۔ تحریر قلم کار کی مہارت پر خود منہ سے بول رہی ہے لیکن افسوس ''ع'' کی وضاحت کے بعد ناقص ہوگیا۔

۲۲۷۔ تذکرۂ خوش نویساں:

مولفہ علامہ ہدایت حسین پروفیسر پریزیڈنسی کالج کلکتہ۔ حاکم کے دل میں محکوم کے لئے ایک تحقیر وتخفیف کا جذبہ فطری امر ہے لیکن محکوم افراد میں کچھ ایسے بھی نکل آتے ہیں جن کی توقیر و عزت فاتح حاکم دل سے کرتا ہے اور یہ بات بڑی محنت، دیانت، فطانت، سوجھ بوجھ اور مزاج دانی کے علاوہ انتہائی قابلیت وصلاحیت کی متقاضی ہوتی ہے۔

کلکتہ میں انگریز صرف حاکم نہیں کسی قوم کی لگائی بجھائی کے طفیل ظالم و جابر اور خونخوار بن کر آیا تھا سب ہی مسلمان اس کی نظر میں انتہائی حقیر غلام تھے۔

لیکن وقت آتا ہے جب قدرت کچھ ایسے افراد بھی پیدا کر دیتی ہے جو اپنی دانائی، معاملہ فہمی، مزاج شناسی اور عقل وشعور کے سہارے نفرتوں کے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں ان ہی میں ایک علامہ ہدایت حسین پروفیسر ریزیڈنسی کالج

کلکتہ بھی تھے۔ انہوں نے اپنے کلچر، اپنی ثقافت، اپنی علمی میراث کو نہ صرف بچایا بلکہ انہیں شاگردی کی منزل پر بٹھا کر انہیں مجبور کر دیا کہ وہ محکوم و غلام قوم میں کسی کی تو عزت کریں ؏ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را، مولانا نے نستعلیق تحریر کا ان بدیسیوں کو گرویدہ کر لیا اور پھر ان میں سے غیر متعصب انگریز افسروں کو مشرقی علوم و فنون کی کتابوں کی نشر و اشاعت پر بھی آمادہ کر لیا۔

زیرِ نظر مخطوطہ علامہ کی خطاطی پر مشہور و معروف تالیف کا غالباً ''نقشِ اوّل'' (پہلا مسودہ) ہے۔ اگر خود لکھا تب بھی اور ڈکٹیٹ (املا) کیا تب بھی انتہائی نادر و نایاب اور قابلِ قدر چیز ہے۔

۲۲۸۔ ارژنگِ چین:

منشی دیبی پرشاد نے انسپکٹر مدارس مسٹر ٹی بی کین کی فرمائش پر یہ رسالہ فن خوش نویسی پر لکھا تھا جو خط نستعلیق کی حد تک تھا۔ پسندیدگی کے نتیجہ میں ارژنگ چین مخطوطہ زیر نظر ہے۔ اس میں ۱۔ کیفیت خط و ایجاد کا خط و اقسام خطوط و اسما کے خوش نویساں ۲۔ خطوط مصنوعہ ۳۔ خطوط رموز ۴۔ خطوط مستور۔ ۵۔ اسباب کتابت وغیرہ وغیرہ متعدد اقسام خطوط۔

منشی جی ہندو ہیں لیکن پیغمبران اسلام اور اسلامی روایات کے بیان میں بالکل اسلامی انداز بیان ہے اسلامی اذکار میں کہیں غفلت نہیں ملے گی۔ تحریر کے سلسلے میں ذکر انبیاء علیہم السلام، مسلم خطاط و مسلم سلاطین کے ناموں کی گنتی بڑی روانی سے کرتے ہیں۔ خطاطی کی اصل ٹیکنیک سیاہیاں تیار کرنے کے نسخے، کاغذ اور اس کی اقسام۔ کاغذ رنگنے کے نسخے۔ چھاپے کی سیاہیاں، رنگوں کا امتزاج وغیرہ وغیرہ دریا کو کوزے میں بند کیا ہے کاتب شاہ محمد خان۔ ۱۰۶۹ھ ولد غلام محمد خان۔

۲۲۸_B: اصولِ خطاطی:

تالیف۔محمد بن علی بن سلیمان الراوندی ۵۹۹ (سات صدی قبل) یہ بھی متن کی جدید نقل ہے۔حکیم مظفر حسین مرحوم فن خطاطی پر ایک مبسوط تذکرہ لکھ رہے تھے انہوں نے ہندوستان و بیرون ہند مختلف لائبریریوں سے مخطوطات کی نقول حاصل کیں یہ بھی ان ہی میں ایک ہے۔فن کے اعتبار سے مولف نے پیمائش کے ذریعہ ایسی وضاحت کی ہے کہ اس سے بہتر ممکن نہیں (کاغذ بہت نازک ہے) نقل کی تکمیل کے بعد کچھ اور خوش نویسوں کے متعلق بھی شاید لکھنے کا ارادہ تھا جو محروم تکمیل رہ گیا۔

۲۲۹۔میر فضل اللہ انجو: (کشکول)

۸۰۷ہجری میں داود شاہ بہمنی کے بعد محمود شاہ بہمنی تخت نشین ہوا۔یہ علماوفضلا کا بہت قدر دان تھا۔دور دور سے علماء آ کر اس کے دربار میں جمع ہو گئے تھے۔ پابندِ شریعت، خوش نویس، مصری لہجہ میں قاریِ قرآن اور بہت اچھا نثر نگار تھا کبھی کبھی مشق سخن بھی کرتا تھا۔

علامہ سعد الدین تفتازانی کے ایک شاگرد میر فضل اللہ انجو محمود شاہ بہمنی کے عہد میں صدر الصدور تھے۔انھیں مزاجِ شاہی میں بڑا دخل تھا۔میر انجو کی قدر دانیِ اہلِ علم کا چرچا شیراز تک پہنچ گیا تو لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی کو بھی ہندوستان دیکھنے کا شوق ہوا اور کشتی میں سوار ہو گئے۔کچھ دور جا کر جب کشتی ڈانوا ڈول ہوئی تو خواجہ صاحب نے شور مچا دیا "بھائی مجھے تو پیارے واپس کنارے لے جا کر اتار دے" جب کسی طرح نہ مانے تو ملاح مجبور ہو گیا اور کشتی واپس لا کر

خواجہ صاحب کو اتار دیا۔ خواجہ صاحب نے ایک غزل لکھ کر ملاّح کے حوالہ کر دی کہ میر انجو کو دے دینا۔

میر انجو غزل پڑھ کر بہت ہنسے اور تفریحاً وہ غزل محمود شاہ کو بھی دکھا دی۔ شاہ بھی بہت محظوظ ہوا۔ مسکرایا اور ایک ہزار تنکہ طلائی خواجہ حافظ کو تحفہ بھجوایا۔

زیرِ نظر مخطوطہ میر صاحب کا خودنوشت کشکول ہے۔ کشکول ذاتی پسند کی ایک چیز ہوتی ہے اور مرتب کے کردار اور فکر و سوچ کا ایک آئینہ ہوتا ہے۔ اسے کاتب کی عریاں تصویر ذاتی پسند ناپسند کا آئینہ ہوتا ہے اِس وجہ سے نہایت قدر و منزلت کی نظر سے دکھایا جاتا ہے۔ مختلف القلم ہے نہایت اعلیٰ درجہ کا نسخ و نستعلیق بھی ہے رواں قلم بھی بدخط بھی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مولانا انجو کے بعد مختلف ہاتھوں میں گردش کرتا رہا۔ نظم بھی نثر بھی۔ عربی بھی فارسی بھی، مثلاً نظم میں، فردوسیؔ، نوعیؔ، بابا فغانیؔ، صائب، مرزا خلیل سلمہ، مرزا قاسم، شاہ مومناؔ، شیخ روز بہہ، سید مرتضیٰ، حکیم سنائی، آقا رحیم، مجذوبؔ تبریزی، ناظم ہروی، جانجاناںؔ، ملا مغنی، شیخ معروفؔ، منصور حلاّج، خان احمد، مولانا سبحانیؔ، میر کاظم کریم، قدسیؔ، حسن خان ہرات، شاہ جمالی، خرد دہلوی، کلیم، حسن دہلوی، طالبؔ آملی، طاہر وحید، ابوتراب بیگ، مرزا بدیع الزمان، سید مبارک خاں، حاجیؔ، حکیم رُکناؔ، یہ کسی کا عجیب شعر ہے۔

محبت میں علی کی رفتہ رفتہ
میرا دل ہوگیا ہے حیدر آباد

خواص و بعض سورہائے قرآنی۔

فتح قلعۂ گولکنڈہ کی تاریخ، خواص آب باراں، بعض دلچسپ لطائف، کلام خسرؔو دہلوی، کلام صائبؔ، منظومات مختلفہ، کچھ، کچھ شعبدے، کلام شیخ محی الدین،

کلامِ سعدی، کلامِ شمس تبریز، سلمیٰ کا کلام ایک مثنوی ہے۔ مناجات، شاہ غیاث الدین محمد کا کلام۔ حالاتِ قیصر روم اور آیت الکرسی، اسماء الٰہی معہ اعداد و خواص، قصیدہ یوسفی، کلام عیشی، آقا حسین۔

۲۳۰۔ تحریرِ قرآن:

تحریرِ قرآن کے موضوع پر کسی اسکالر نے تلاش و تحقیق کی ہے۔ آغاز نزول سے بعد کے ادوار میں کیا کیا شکلیں حروف نے اختیار کیں، کن کن مقامات پر کن کن اسکالرز نے کس کس حرف اور کس کس لفظ پر کیا کیا تحقیق کی، کیا نتائج اخذ کئے خلافت کے زمانے سے لے کر عہد بنی امیہ و بنی عباس زمخشری، طبریٔ، سفاح، ابو مسلم، عہد عباسی، خلیل ابن احمد، سیبویہ، مغاوی۔ تک کی تاریخ ہے۔

بختیشوع، حنین، ڈرسٹ بیڈ

تحریر کی مختلف شکلیں ، اعراب کی شکلیں، سرخ نشانات، حبا سا۔ ربا سا۔ لفظوں کا استعمال جدید الخط ہے لیکن محنت و کاوش قابل داد ہے آخر میں نہایت خفی خط میں کسی فاضل محقق کے نوٹس ہیں۔

اسرار الخط

۲۳۱۔ محمد فضل اللہ بن شیخ عطاء اللہ:

شہنشاہِ ہندوستان اورنگ زیب عالمگیر کا درباری کاتب، اعلیٰ درجے کا خوش نویس صرف نسبت ہی مولف کی عظمت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ اپنے حسنِ انتخاب کی داد حاصل کرنے کے لئے اورنگ زیب عالمگیر نے حکم دیا ”فن کے مختلف گوشوں پر ایک سیر حاصل تصنیف پیش کی جائے“

ظاہر ہے کہ یہ کوئی معمولی حکم نہ تھا اور وقت بھی ''ہنگامیکہ تیغ خون آلود بادشاہ دین پناہ کہ برائے مخالفاں دین ہمدست قضا وہمزبان اجل ست بعد از فتح دکن بآب کشنہ۔ (کرشنا ندی) شست کردند الخ۔

اس کے علاوہ حضرت سیف الملا والدین نے بھی ڈھارس دی، ہمت بڑھائی تب مولف نے اسرار الخط کے نام سے زیرِ نظر مخطوطے کو مکمل کیا۔ مولف کے اپنے الفاظ میں۔

''سببِ تسوید ایں رسالہ این بود کہ جمعی از خوش نگاراں بقول انکہ خط ہمگی تقلید ست مقلد خطوط اساتذہ'''' سلف بودند از کیفیت حسن خط در سر شعوری نداشتند وجاہلان دور از کار کہ خطوط ایشاں بخطوط'''' پیشانی واژون بختان ساند در افتاد کی داشنند، بناء علیہ خدارس ہوس در سر وریں اندیشہ در خاطر ابتر'''' پیدا کرد کہ ورقی چند محتوی بر اصول خطوط سبعہ وبر فضیلت این فن شریف وکسب لطیف بدلامل آیات قرآن'' ''مجید وفرقان حمید وبہ براہین احادیث نبوی المصطفویہ علیہ شریف التحیاہ وکریم الصلوٰۃ از نہانخانۂ ضمیر بسر منزل'''' ظہور مدلل وبسر ہین ساز دوا نزا بنکات ودقالق حسن خط موشح ومزین گرداند.....الخ۔

مولف نے فنِ تحریر کی تاریخ کا آغاز حضرت ادریس پیغبر علیہ السلام سے کیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ تقریباً تمام فنونِ لطیفہ کا انتساب آنحضرت علی انبیاء علیہ السلام کی جانب کیا جاتا ہے۔ فاضل مولف نے ہر حرف کی تخلیق وتعریف پر روشنی ڈالی ہے اور شاید اسی لئے ''اسرار الخط'' نام پسند کیا۔

ماہرینِ فلکیات کا دعویٰ ہے کہ حروف کی گردش اور اشکال چاند کی رفتار سے ماخوذ ہیں۔ مولف نے اسباب قائم کئے ہیں اور اس کا دعویٰ ہے کہ اسے اس

تصنیف کے سلسلہ میں مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کی تائید غیبی حاصل رہی ہے۔ مندرجہ ذیل ابواب قائم کیے گئے ہیں۔

۱۔حضرت ختمی مرتبت صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ اور حُسن خط ۲۔ایجادِ حرف ۳۔فن تحریر کا آغاز ۴۔سلسلۂ تحریر کو آگے بڑھانے والے ۵۔اصولِ تحریر ۶۔ہدایات برائے مبتدیاں ۷۔اغذیہ برائے کتاب وزآموزان کتابت ۸۔بنیادی اصول وغیرہ ۹۔عمارت برائے کتابت ۱۰۔اقسام کاغذ ۱۱۔تلوین کاغذ ۱۲۔کاغذ کی خاص تیاری وغیرہ حصہ اوّل میں اکتیس ...... حصہ دوم میں نوازم مفردات مرکبات نستعلیق، اتصال نسخ و نستعلیق۔عربی ابجد کا آغاز وارتقا بحوالہ قرآن مجید۔

اس کے علاوہ حضرت آدم کے دور میں فنِ تحریر حکمائے یونان، فیلاڈوس، ہلیانوس، باروش، ایسٹوہیس، ہرمس، ارسطو، دیوڈ، (حضرت داؤ علیہ السلام) عبرانی حروف، پہلوی ابجد، رومن الف، بے وغیرہ وغیرہ۔

پھر کاتب کی غذا، کتابت نسخ، ثلث، محقق، ریحان، توقیع، رقہ، مخطوطے کا سنہ تالیف ۱۱۰۲ء جبکہ موجودہ نسخ ۱۱۴۲ ہجری کا مکتوبہ ہے۔سنہ تالیف نام کے اعداد ہیں اسرار الخط ۱۱۰۲ء نسخہ پر امرائے وقت کی تین مہریں ہیں دو کو تو بالکل مٹا دیا گیا پڑھنا ناممکن ہے البتہ ایک مٹانے کی کوشش کے باوجود پڑھنے کے قابل ہے ”محمد اعتماد خاں آصف جاہی۔“

اورنگ زیب کی باریک بینی اور نکتہ رس نگاہوں کی رعایت سے مولف نے اس کو فنِ تحریر کی انسائیکلو پیڈیا بنا دیا ہے۔

۲۴۲۔کشکول علامہ سید محمد بن علامہ سیّد عبدالجلیل بلگرامی:

علامہ عبدالجلیل بلگرامی تو کسی تعارف کے محتاج نہیں ان کے فرزندِ ارجمند سید

محمد بلگرامی نے بھی باپ کے نام کو روشن و تابندہ ہی رکھا۔ یہ عہدِ خلد مکاں میں سندھ کی بخشی گری کے خدمت پر سرفراز تھے۔ علامہ غلام علی آزاد بلگرامی کی ''ماثر الکرام'' ان کی قابلیت وصلاحیتوں کی وضاحت کرتی ہے کشکول تو دراصل۔

یہ وہ جامہ ہے کہ جس کا نہیں الٹا سیدھا

عربی و فارسی اہلِ قلم کی یادگاروں کو تو جمع کرنے والے بے حساب مل جائیں گے لیکن سندھی القلم مشاہیر اور ریختہ گو ڈھونڈے نہیں ملتے۔ علامہ سید محمد کی محفل میں ایسے اہلِ قلم بھی ہمیں ملیں گے جو کہیں نہ دیکھے نہ سنے۔ ''تبصرۃ الناظرین'' ۱۱۸۲ھ فنِ تاریخ میں ان کا اور کارنامہ ہے جس کا ذکر صوفی عبدالجبار صاحب ملکا پوری نے ''محبوب الزمن'' میں کیا ہے۔ ایک اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ الف تا ی علامہ کا اپنا قلم ہے۔ یہ ایک کتاب نہیں بلکہ ایک لائبریری ہے جدھر ہاتھ ڈالئے ایک نئی بات اور نیا بابِ علم کھلتا ہے۔ سندھ پر بیک وقت اتنا ذخیرۂ معلومات شاید کوئی ایک آدھ اور ہو سب کا احاطہ تو مشکل ہے، مُشتے نمونہ از خروار، ملاحظہ ہو۔

(۱) بے خبر میاں بلگرامی بقلم خود (۲) مرزا جعفر خاں سعدیؔ (۳) بابا سودائی (۴) شاہ طاہر دکنی (۵) امیر خسرو (۶) میر صاحب قبلہ (۷) سید ابوبکر (۸) شوکت (۹) مرزا صابر الملقب برحیم خاں (حکومت کے متعلق ایک تاریخی نظم) (۱۰) ناظم ہردی (۱۱) شاعر (۱۲) عقیقی (۱۳) عبد الخالق (۱۴) شمس المعالی (۱۵) اندرجان (۱۶) ابن القرا (۱۷) مجنوں بن عامر (۱۸) امراء القیس (۱۹) بشار بن رد (۲۰) عشقی۔

تفصیلات کے لیے بھی صفحات درکار ہیں۔ ۲۲۶ صفحات جملہ ہیں ان میں سادہ بھی ہیں جو محتاجِ تحریر رہ گئے بڑی عجیب چیز ہے معلومات کا ایک بحرِ ذخار سمجھ لیجئے۔

۲۲۳۳۔ بیاض یا کشکول:

بینائی کی طاقت، دیدہ ریزی اور مہارتِ فن کا عجیب نمونہ ہے نہ کہیں قلم بغاوت کرتا ہے نہ بینائی احتجاج کے موڈ میں آتی ہے۔

(۱) نمونہ نثر مرزا عبدالقادر بیدل، رحلت میر نوراللہ (۲) اقتباس از شواہد النبوۃ (۳) اقوالِ مولا علیؑ (۴) فرعون کا ایک واقعہ (۵) منقولات اصمعی (۶) اقوال مولانا قطب الدین (۷) فرعون کا ایک واقعہ (۸) شیخ نصیر الدین طوسی (۹) اقلمیدس حضرت ادریسؑ (۱۰) ہارون الرشید (۱۱) سلطان محمود (۱۲) حضرت ختمی مرتبت (۱۳) شرف یزدی (۱۴) علاؤ الدین سلطان (۱۵) نظام الدین اولیاءؒ (۱۶)۔ امام جعفر صادق علیہ السلام (۱۷)۔ سلطان ابراہیم (۱۸) سلطان محمود (۱۹) شیخ بایزید (۲۰) عبداللہ حنیف (۱۲) ذوالنون مصری (۲۲) اقلیدس حکیم (۲۳)۔ ہارون رشید (۲۴)۔ تفسیر احسن کما احسن اللہ الیگ......الخ۔

غرض حکماء وفلاسفر و علماءِ متقدین کی فیوضات کا ایک ذخیرہ ہے تحریر ۱۰۸۶ھ کاتب کی بینائی بھی قابلِ داد ہے جملہ ایک سو اٹھارہ صفحات اور سب سے بڑی بات وہ دور ہے جب لوہے یا فولاد کا قلم عام نہ ہوا تھا افسوس کاتب کے نام ونشان کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

۲۲۳۴۔ کتاب الفقہ:

تالیف شمس الدین محمد بن احمد بن علی بن یوسف بن محمد، ان بزرگ کی ایک اور تالیف ''اثبات واجب الوجود'' کے ذیل میں فہرستِ کتب خانہ آستانہ رضویہ مشہدِ مقدس رقم طراز ہے ''صفوی دور کے اوائل میں رقم طراز ہے شمس الدین محمد

بن احمد (مذکور) مولانا صدر الدین محمد دشتکی کے ہونہار شاگرد تھے بعد فراغ تحصیلِ علم کاشان میں سکونت اختیار کرلی تھی وہ خلفہ کے منتہی تھے۔ فقہ گو ان کا موضوع نہ تھا پھر بھی انہوں نے فقہ پر جو کتاب لکھی (زیرِ نظر) اس کی تصدیق و توثیق محقق علامہ کرکی نے کی اور ان کی صحت استنباط کو سراہا۔

مولانا شمس الدین کی وفات ایک اختلافی مسئلہ ہے "الذریعہ" نے تاریخِ وفات ۹۵۷ھ بتائی ہے جبکہ فاضل چلپی نے ان کی "شرحِ تکملہ" کے متعلق لکھا ہے کہ محرم ۹۳۲ھ وہ اس کی تالیف سے فارغ ہوئے برخلاف اس کے فارس نامہ نے ان کا سنہِ وفات ۹۳۰ھ بتایا ہے "محقق کرکی" شاہ طہماسب کے دربار میں ۹۱۸ھ میں موجود تھے۔

زیرِ نظر مخطوطہ کا آٹوگراف "از شیخ حامل الدین خادم المروۃ والدین المکنی شمس الدین محمد بن احمد، بن علی بن یوسف بن محمد، خمس وثلاثین وتسعمایہ۔ واضح طور پر پڑھا جاسکتا ہے۔

آغاز میں ناقص ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی دوسرے مطالعہ کرنے والے نے بہت بعد میں نقل کر کے شامل کردیے ہیں۔ یہ قلم و کاغذ کافی بعد کا ہے لیکن یہ بھی قدیم ہے۔ بہرحال قدامت کے اعتبار سے میوزیم کے شایانِ شان تحفہ ہے۔ جملہ صفحات ۱۲۹ قیمت تین ہزار ہے۔

۲۴۵۔ لغت (فارسی):

زیرِ نظر ایک سو اوراق کی ایک لغت ہے خوش خط، پختہ قلم ماہر کاتب کا کارنامہ ہے۔ کیڑوں نے بھی اپنی غذا کا ایک زیادہ حصہ حواشی سے حاصل کیا۔ متن محفوظ ہے ممکن ہے سیاہی میں کوئی ایسا کیمیکل استعمال کیا ہو جو کیڑے کے لئے خطرناک

تھا۔ افسوس کہ ناقص الطرفین ہے پھر بھی دو سو صفحات بہت ہوئے۔

زبان کی حد تک یہ مسئلہ لاینحل ہے کہ اسے کس زبان کی لغت کہا جائے توضیح و ترجمہ بے شک فارسی میں ہے لیکن الفاظ متن میں فارسی و عربی کے علاوہ ترکی و دیگر نامانوس الفاظ کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔ ترتیب میں حروفِ تہجی کی رعایت یا التزام نہیں مثلاً موجودہ صفحۂ اوّل کا پہلا لفظ خشوعہ خالہ، خواہر مادر و خالو برادر مادر حالانکہ ہم برادر مادر کو ماموں کہتے ہیں۔ اس ایک ہی صفحہ پر ترتیبِ تہجی سے اختلاف کی اور کئی مثالیں موجود ہیں مثلاً اس کے بعد دوسرا لفظ وندر اور تیسرا انیا چوتھا نبیرہ پانچواں پدر۔ اس کی توضیح میں ایک شعر میں قابل ملاحظہ ہے ہورایشی ابناغہ باجہ عمو، کوج بسند منہ برادر شو، اس شعر میں ایک بھی لفظ سمجھ میں نہیں آیا جبکہ اس کے بعد ہی جو لفظ استعمال کیا وہ خالص اردو ہے "دیور، جیٹھ ایشی"۔

صفحہ ۳۷ کے بعد لکھتا ہے یعنی کاتب کا بیان ہے "چوں مصنف غفرلہ فارغ شد از دارد و درماں شروع اسمائے پراگندہ" بعض الفاظ تو عجیب ہی ہیں مثلاً "اسکیزہ بخالف لکد بمعنی سبفت ہندی نتھنیا، خشوارہ، جائے محفوظ غرض ریسرچ اسکالرز کے لئے بڑی عجیب و مفید چیز ہے۔ نادر و نایاب۔

۲۳۶۔ ابجدیں:

جو دنیا کے مختلف خطوں اور مختلف ملکوں میں قرونِ اولیٰ میں رائج رہیں اور اب ان کا شاید ہی کہیں نام و نشان باقی ہو۔ ہر ایک کی اپنی شناخت، اپنا نام، اپنا انداز۔ ایک نادر و نایاب مطالعہ ہے جو غالباً ایک جگہ جمع کرنے کی زحمت شاید ہی کسی نے کی ہو اور نہ صرف نام گنانے پر اکتفا کیا ہے بلکہ ہر ابجد کے پورے حروف کی شکلیں بھی بنائی ہیں۔ آرٹسٹک تزئین و ڈیکوریشن پر توجہ نہیں دی بلکہ

جوں توں شکل بنا کر ایک تصور واضح کر دیا ہے کہ قاری کی نظر سے کہیں کوئی چیز گزرے تو کم از کم پہچان ضرور لے۔ یہ بیسک انفارمیشن بھی بڑا قیمتی خزانہ ہے۔

۲۳۷۔ دیباچہ شاہ نامہ فردوسی (ایک جنس نایاب)

دیباچہ شاہ نامہ فردوسی، شاہ نامہ اور فردوسی یہ دونوں نام تو بچہ بڑا ہر ایک کے دیدہ یا شنیدہ ہیں لیکن شاہ نامہ کے ساتھ "دیباچہ" کا لفظ دیدہ تو کیا شنیدہ بھی بہت کم افراد سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ دنیا کے عجائباتِ فکر و قلم میں شاہنامہ فردوسی کا شمار صفِ اوّل کی تخلیقات میں ہے لیکن عالمی شہرت کے باوجود اس کی تفصیلات کے متعلق عامتہ الناس کی رسائی صرف علامہ شبلی کی فراہم کردہ معلومات تک ہی محدود رہی۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس پر دیباچے بھی لکھے گئے۔ ایک دیباچہ بڑی تقطیع پر خوش قلم میں نے ہی ایک عنایت فرما کے مشورے پر حکیم الدین قریشی صاحب کے پاس ایران بغرض فروخت بھیجا تھا لیکن افسوس آن قدح لشکست واں ساقی نماند، حکیم صاحب دیباچہ غالباً دونوں ہی انقلاب ایران کی زد میں آ گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دوسرا پیش نظر مخطوطہ بھی ایک جنس نایاب ہے یہ کچھ اچھوتی معلومات فراہم کرتا ہے

"پس در اثنائے دولت نصر بن احمد کہ بادشاہ دویم ست از بنی سامان ابو منصور نام" "بلقب بہ دقیقی در عنفوان جوانی با شعر چوں آب زندگانی در زمین ماوراء النہر اشتہار یافتہ" "مدائح ملوک گفتی و از صلات و سیاست ملوک زمان رزگار بعیش و عشرت گذراندی تا سلطنت بنوح" "بن نصر منتقل شد و او ملکی ستایش عالم و عادل بود خواست تا او را نیز مانند اجداد خود اثری بر صفحہ روزگار" "باقی ماند۔ دریں اندیشہ

روزگاری کنداینند تادقیقی کہ درخدمت او بمدادست دبمنادست مشغول بود'' ''از تاریخ عجم فصلی میخواند وملک بہ توجہ تمام اصغا میخود واز شندن اں اہتزازی داشت''

''درخلال ایں احوال ابوعلی محمد بن محمد الکلغمی کہ مترجم تاریخ طبری است و دستور بزرگ ملک'' ''نوح بخدمت ملک آمدہ اوراخوشوقت یافت ملک اثناء وتحیۃ گفت'' ایں مرد (اشارہ بدقیقی کرد) طبع وقادو ذہنی نقاد داردو درعلم شعرمہارت کامل می باید کہ۔

''ایں کتاب رابنام نامی ...... کرخودملک نوح چناں از جادرآمد کہ از بالائے تخت برخواست'' ''بوسہ برپیشانی دستورمملکت برداد وہمدراں مجلس تشریف ملوکانہ بدقیقی ارزانی داشتہ بنظم شاہ نامہ ماموساخت''

لیکن دقیقی اس مشن کی تکمیل سے قبل ہی اس دنیا کو چھوڑ گیا۔

ابوالقاسم حسن شرف الدین محمد بن علی الطوسی زمیندار طوس کو منصور بن توح آل سامان کے عہد میں تاریخ عجم نظم کرنے کا خیال آیا توان کے ایک دوست حکیم محمد لشکری نے وہ حصہ جو دقیقی نے ''ارجاسپ وگشتاسپ'' کے حالات تک نظم کیا تھا کہیں سے ڈھونڈ بھال کرفردوسی کوفراہم کردیا لیکن فردوسی نے ''بمحک طبع عالی خودکم عیار یافتہ رقم قبول برونکشید

نگہہ کردم ایں نظم ست آمدم
بسی بیت ہا نا درست آمدم

اس سلسلہ میں سب سے پہلے فردوسی کی ہمت افزائی ''ابومنصورامیرک'' نے کی اورفکر معاش سے بے نیاز کردیا پھر کچھ اوررکاوٹیں پیش آتی رہیں تاانیکہ اکسٹھ سال عمر ہوگئی۔

چو شد سالت اے پیر برشصت و یک

می و جام و آرام شد بے نمک

بارے جو کچھ ہوا وہ اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی پیش نظر دیباچہ سے جو مزید معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ یہ ہیں۔

ا۔فردوسی نے امیر کبیر موفق الدین کے لئے تفسیر یوسف بھی لکھی جو یوسف بختیاری کے مقابلے میں زیادہ پسند کی گئی۔

۲۔محمود نے حکم دیا تھا کہ فردوسی کو ہاتھی کے پاؤں تلے روند دیا جائے

مرا بیم دادی کہ در پائے خیل

تنت را بسایم جو دریائے نیل

۳۔اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ کہ فردوسی نے رستم کی جو تعریف کی ہے اس کے متعلق ایک دن ''سوچا'' میں نے رستم کو اتنا بلند کر دیا خدا جانے وہ واقعی اس لائق تھا بھی یا نہیں؟ دریں اندیشہ نجفت و رستم را بہ خواب دید بھمان مہیت پیادہ تیر و کمان در دست، فردوسی گفت۔

''اے جہاں پہلوان نام ترا در جہاں فاش کردم وردی ولاوری ترا شہرت دادم مکافات از تو توقع دارم رستم نے جواب دیا ہاں لیکن اب میرے پاس مال دنیا سے کیا جو تجھے دوں۔خیر ذرا اس ٹیلے کی طرف دیکھ جہاں وہ ہڈی پڑی ہے، فردوسی نے دیکھا۔رستم نے تیر ٹیلہ پر پھینکا جو ٹھیک اس ہڈی پر جا کر لگا۔رستم نے کہا جا اس جگہ کو کھود یہاں میں نے اپنے ایک دشمن کو مارا تھا اس کی گردن میں ایک سونے کا طوق تھا جا وہ طوق اس کی گردن سے نکال لے وہ تیرا حق ہے۔''

فردوسی نے بیدار ہو کر وہ مقام کھودا اور ہڈیوں کے درمیان پڑا ہوا سونے کا ہار

لے لیا۔

اسی نوع کی ایک اور حکایت بھی سن لیجئے

''چوں ابوالقاسم فردوسی از پیش سلطان محمود باز گشت و بماز ندران رسید رستم را بہ خواب دید گفت اے پہلوان ترا چندیں مدح گفتم و نام ترا بمردی آشکارہ کردم مکانات ان چیست ؟ رستم جواب داد بطوس مراجعت کرد دراں موضع خانہ مذکورہ یاد دریافت و دفینہ را برداشت تجرج عمارت کرد کار او نیکو شد'' اس دیباچہ کے خاتمہ پر مندرجہ ذیل جدول ہیں۔

۱۔ نام بادشاہ، اسامی پدراں، قبہای ایشآں، اسمائے انبیاء و حکما، مدت بادشاہی، مواضع دفن، سیرت وطبیعت و آثار۔

۲۔ جدول سلاطین کیانی کی ہے

اسامی شاہ، اسامی پدراں، قبہائے ایشاں، اسامی انبیاء و حکماء، مدت بادشاہ، مواضع دفن، سیرت وطبیعت، تاریخ وقایع۔

۳۔ تیسری جدول سلاطین اشکانیان کی ہے۔

۴۔ چوتھی جدول سلاطین ساسانی کی ہے یہ نسبتاً زیادہ طویل ہے پھر خاتمہ دز ذکر سلطان محمود کہ ایں کتاب بنام او بود اس دیباچہ کے کاتب نے اپنا نام خط شجری (مرموز) میں لکھا ہے ''تمام شد دیباچہ شاہ نامہ در بلدہ حیدر آباد ہندوستان بتاریخ شہر ربیع الاوّل ۱۰۶۷ھ علی یدہ الضعیف۔

ہمارے ذخیرہ مخطوطات و نوادر میں جو حکیم مظفر حسین مرحوم نے اپنی گراں مایہ نامکمل تصنیف ''تذکرۃ الکتاب'' کے سلسلہ میں جمع کیا ہے۔

اس خط شجری کی کنجی موجود ہے (اب یہ سب کہاں ہے ڈھونڈنا پڑے گا) اس

اعتبار سے یہ لفظ ج، ن، و، ن (مجنوں) بنتا ہے اورینٹل کالج میگزین لاہور فروری ۳۴ء میں مولانا ''مجنوں'' چپ کے ذیل میں لکھا ہے۔

از خوش طبعان ہراۃ بود، دردکن آمدہ، درخط چپ بی بدل بود وخط دیگر اختراع کردہ بود کہ اور اتوامان نام نہادہ وصورت خطی انچناں کہہ دوصورت بقلم مینوشت کہ ایں دو بیت درخوانا بود'' الخ مولانا مجنوں کے ذیل میں دوابیات کا بھی ذکر ہے۔

تو اماں مخترع مجنن ست کز قلم چہرہ کشایہا کرد

ناشدم مخترع صورت کش خط کم صورت کی پیدا کرد

ورسالہ نظمی باسم من در بحر لیلیٰ مجنوں بسلک تحریر آوردہ بود دور قواعد خطی و تعریف چگونگی قلم۔

۲۳۸۔ مجرباتِ نواب آغا یار جنگ:

عہدِ شاہی کے معتمد علیہ کوئی طبیب ہوں گے جنھیں عوام آغا کہتے ہوں گے اسی مناسبت سے دربارِ شاہی سے آغا یار جنگ خطاب ملا۔ اس اعزاز کا پس منظر ظاہر ہے کہ نواب صاحب کے کامیاب نسخے ہی ہوسکتے ہیں جنھیں کسی جانے پہچانے شخص نے نقل کرلیا یا خود حکیم صاحب نے ریکارڈ کرنا مناسب سمجھا۔ مجربات میں، زہریلے پھوڑے، سوزاک، دردشقیقہ، اکزیما، ذیابیطس، طاعون، جذام جیسے نامراد امراض کے لئے بھی زیادہ پیچیدہ نہیں بلکہ سیدھے سادھے نسخے محفوظ کئے گئے ہیں۔ آخری تین چار نسخے بہت خوش خط ہیں۔

۲۳۹۔ مجرباتِ متفرقہ:

چودہ (۱۴) صفحات بخطِ رواں (فارسی) متفرق معالجات امراض مثلاً کلب،

داغ سفید، بواسیر، شنگرف بانجھ پن، باہ درد کمر، بعض نسخوں پر سرخی سے نشان دیا ہوا ہے غالباً مجربات مولف ہیں یا کسی مابعد طبیب کے آزمودہ وکامیاب تجربات ہیں۔ کشتہ کرنے کی ترکیبیں مثلاً کشتۂ ہڑتال ۲۔ سیماب ۳۔ نقرہ۔

۲۴۰۔ نسخۂ خضاب: دعائے ردِ سحر وتباہی ظالم،

لڑکی کا رشتہ نہ آرہا ہو تو اس کے لیے ایک عمل:

اس کے علاوہ شیخ شہاب الدین، مولانا حمید الدین ناگوری، مولانا مجید، خواجہ ذوالنون، خواجہ رومی سری سقطی، خواجہ حمید طائی، خواجہ اسحٰق گازرونی، خواجہ حسن بصری وغیرہ سے منسوب ومنقول دعائیں اور عملیات۔

۲۴۱۔ نسخہ حکیم معتمد الملک:

یہ بظاہر حکیم الملک کا مسودہ ہے ایک جگہ ''تریاق کبیر تالیف حکیم معتمد الملک جہت ملوک واعالی واوسط وشریف ووضیع وشیخ وشاب وصبی وکسیار...... الخ۔''

دوسری جگہ ''سفوف مولوی حکیم عمدۃ الملک جہتہ خود اسہال دموی و بواسیر وتہیج پا ہا وخفقان وسراق وغیرہ

ایک جگہ تاریخ ''نہم شہر شوال ۱۲۵۴ء اور ساتھ ہی نسخۂ روغنِ آب حیات وغیرہ وغیرہ۔ جگہ جگہ کاٹ چھانٹ سے پتہ چلتا ہے کہ مسودہ اولیٰ ہے۔

۲۴۲۔ دعائے ہفت کان، نسخۂ آواز، نسخہ ممسک ومقوی،

افسون الحب:

یہ ایک ورق بخطِ مابقراء اس کے بعد خوش خط علاج مسموم، مجذوم، مجنون، اس کے بعد جنگجو اور متحارب افراد کی خصوصیات بیان کرتا ہے پھر نویں (۹) صفحہ سے

اقسام تپ ۹ (نو) اقسام بیان کرنے کے بعد فصل سوم کے ذیل میں ''در معرفت ہشت تپ'' یہ بیان تپ سوئم کے بعد غائب گویا ناقص الطرفین ہے۔ کل دس صفحات ہیں۔

۲۴۳۔ متفرق مجربات:

ڈیڑھ فٹ لمبا (طویل) اور سات آٹھ انچ چوڑا یہ مخطوطہ کاتب مولف یا مصنف کی وسعت قلب ونظر کا آئینہ دار ہے۔

ا۔ جوانی پلٹانے کا نسخہ، ''بارہا بہ تجربہ آمدہ ست'' ۲۔ ایک نسخہ حکیم معصوم علی سے منسوب ۳۔ ایک نسخہ حضرت گیسودراز بندہ نواز سے منسوب ۴۔ دردِ گردہ کا ۵۔ خارش وٹانکی ۶۔ باہ۔ اس کے بعد ایک مخطوطہ میں انبیاء ومرسلین کے ایامِ حیات کا شمار پھر ۷۔ پیچش کا نسخہ عطیۂ عبدالنبی صاحب ایک بڑے سائز کے کاغذ پر نہایت جلی قلم سے مرہم کنچل، نسخۂ باہ تیتر کے ذریعہ۔

دواءُ المسک معتدل، کشتہ سنکھیا سفید، پرانی تحریر میں اِسی جگہ چپکا دیا گیا ہے۔ یہ اندازِ قلم حکیم مظفر حسین صاحب کی وسعتِ قلب ونظر کا غماز ہے۔

آخری صفحہ پر ایک نظم، چشمِ واکن حسن نیرنگِ قدم بے پردہ ست...... الخ پانچ اشعار دو فارسی تین اردو۔

۲۴۴۔ بیاض نسخہ جات و اک غزل:

(طب) نہایت مختصر، دو نسخے۔

ایک غزل:

لکھا لطیف کو شاہِ ظفر نے یہ مصرع
قلم تراش سے مت استخوان تراش کے پھینک

۲۴۵۔ خواص الادویہ:

ناقص الاوّل ہونے کی وجہ سے نام کا پتہ نہیں چلا۔ قلم باریک ہے آغاز میں ناقص ہے مندرجہ ذیل اشیاء کی خاصیتیں۔

گوند، کنگنی، کٹڈ پھل، سفیدی، کیکر، گیندہ وغیرہ ایک جگہ حکیم محمد مومن کا حوالہ ملتا ہے۔

''خود فقیر نیز او را بانواع استعمال کنانید'' اس کے بعد ایک نسخہ ''مُسن بھری''۔

۲۴۶۔ بیاض (طب):

نہایت مختصر، مندرجات ''بلدہ سورت ۱۱۱۵ھ''

''حسبِ فرمودہ نجابت آمیز خواجہ سعد الدین'' چند نسخے جمع کیے ہیں ان میں ایک ''ازالہ خوشحال چند از مودہ تحریر ۳ جلوس عالمگیر'' برائے سوزاک اس کے علاوہ تصوف کی اصطلاحات مثلاً ''مست و شاہد''، ''اہلِ جذبہ وا گویند'' ''خمارِ بادہ فروش، پیران و مرشد کامل''۔

۲۴۷۔ بیاض (طب):

کوئی مبسوط تالیف تھی جس کے گیارھویں باب میں یرقان اور بارھویں میں امراضِ طحال تیرھویں میں امراضِ امعاء تحریر مابقرار کاغذ کی کرم خوردگی غماز ہے کہ بہت قدیم تحریر ہے۔ قلم کسی ماہر خطاط و خوش نویس کا نہیں بلکہ خود حکیم صاحب کا اپنا معلوم ہوتا ہے صفحات ۸ تصنیف خاصی ضخیم ہوگی موجودہ حصہ باب دوازدہم اور تیرھواں امراضِ امعا پر مشتمل ہے۔

۲۴۸۔ مجرباتِ میر برہان:

باہ۔ بال کنگنی کا تیل، کشتن قلعی بقول بہرام بیگ ذمی سے مصافحہ؟ تلوار کی خوبیاں۔

اللہ بس: بجائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (صرف ۴ صفحات)

۱۔ترکیب ساختن ناس ۲۔ایک اور نسخہ لیکن مرض کا ذکر نہیں ۳۔لیپ برائے ضربات و آماس ۴۔نسخہ ٹکور ۵۔نسخہ جلاب ۶۔''برائے خوراک کو راپرستش میکند مردم نہود'' اس کی خوراک یک برنج در برگ تنبول، بیماری کی وضاحت نہیں ہے۔ ۵۔ایک اور نسخہ سیماب وغیرہ اس میں بھی مرض کی صراحت نہیں ۶۔ برائے سوزاک۔صفحات ۴۔

۲۴۹۔ مجموعۂ مجربات خاص:

ناقص الطرفین ہونے کی وجہ سے نہیں کہا جاسکتا کہ متن کا حجم کیا تھا اور جامع یا مولف کون بزرگ تھے تحریر بھی بس مایقراء ہے۔بعض نسخوں پر سرخ نشان اس بات کی علامت کہے جاسکتے ہیں کہ شاید کامیاب تجربات ہیں۔مسلسل استعمال سے کاغذ کی جو حالت ہو چکی ہے وہ زبانِ حال سے اپنی عمر و استعمال کی معتبر شہادت ہے۔

ماقبل آخر صفحہ پر کیمیا کے لئے ایک چار رکعت نماز کا عمل بھی ہے۔حاضرات وغیرہ پر بھی دسترس ہے۔شمس کامل بھی کوئی چیز ہے۔حاشیے پر ـ نشان سے اسے واضح کیا گیا ہے۔دو ورق ماقبل آخر ورق پر ترکیب کیمیا درویشان۔ترکیب شمس محرب از گفتار قاضی محمد داماد فقیہہ کہ از فقیر صاحب اکسیر یافتہ۔اکثر نسخوں پر سرخ نشان اس بات کی علامت ہوسکتے ہیں کہ مجربات میں کوئی چیز فالتو نہیں۔ناقص الطرفین ہونے کی وجہ سے جامع کا پتہ نہیں چلتا۔بارے مشک آنست کہ خود ببوید۔

فصلِ اوّل: کاغذ کو بغدادی بنانے کا طریقہ فصل ۲۔''نقش قلم و روغن از کاغذ

برداشتن''، فصل ۳۔ مرکب یاقوتی، یاقوت معتصم باللہ عباسی خلیفہ کا خاص کاتب تھا۔ یاقوت کی تحریریں آج بھی بڑے اونچے داموں فروخت ہوتی ہیں۔ اس کی تحریر و سیاسی میں آج بھی وہی چمک دمک ہے حالانکہ صدیاں گزر گئیں فصل ۴۔ چراغ ہا کہ ہریک نوعی نماید مثلاً خانہ پر آشوب ست یا گھر میں سانپ ہی سانپ گھوم رہے ہیں، گھر کی ہر چیز پر رنگ ہے وغیرہ وغیرہ، اس کے علاوہ ایک تیل جسم پر مل لو تو آگ اثر نہ کرے، سفید چیز سرخ نظر آئے، انڈے کا خول اڑنے لگے، مچھلیوں کو بے ہوش کردے، پرندے کھا کر بے ہوش ہو جائیں، معمولی لکڑی مشک و عنبر کی خوشبو دے، کاغذ کی کمان، برنج و مشقی، مختلف روشنائیاں، چاندی سونے کی شیٹ پر لکھنے کی سیاہی، نخل بندی زر و سیم، یاقوت رنگنا، سفیدے کو لعل بنا دینا، انار کے دانوں کی گنتی، بد خط ہے، ناقص الطرفین ہے گھٹیا کاغذ ہے مگر اپنی نوعیت کی عجوبہ روزگار ہے۔ ۲۰ صفحات ۱۳، انچ ۔ ۷، انچ سائز۔

۲۵۰۔ بیاضِ ہجر (۱۲۶۷ھ میں کوئی پر گو مذہبی شاعر تھے)

بیاض کیا ابوالابیاض کہیئے۔ کسی کاروباری بنیے کے کھاتہ کا سائز باہر سے تو بھی کھاتہ ہی معلوم ہوتا ہے ۲ ا فٹ ۶، انچ ذرا جوانی کا دعویٰ ملاحظہ ہو۔

میں جواں ہوں میری نسبت طفل ہے پیرِ فلک
میرے آگے ہے مساوی رتبہ شیخ و شاب کا

ایک اور تفصیلِ ذات:

الحمد للہ الحمد للہ — عشقِ بتاں ہے یہاں جی کے ہمراہ
تب سے مجھے سب کہتے ہیں یا شاہ — پہنا ہوں جب سے دلقِ گدائی

عمائدینِ سلطنتِ وقت میں کسی سے وابستہ تھے عید الاضحیٰ کی تبریک پیش کرتے ہیں۔

اب تہنیت میں اک شعر کہہ ہجؔر تری طبیعت پر آفریں واہ
ہو عیدالاضحیٰ تم کو مبارک اے رونق ملک اے یاور شاہ
''۱۰ ذی الحجہ ۱۲٦۷''

آخر میں شاید تارک الدنیا ہو گئے تھے۔

پہنا ہوں جب سے دلق گدائی
تب سے سب کہتے ہیں یا شاہ
رنج کا ہوتی ہے باعث ہجؔر تنہا مے کشی
خالی جامِ بادہ مجھ کو داغ ہے احباب کا

احباب کی غیبت کو خالی جام سے تشبیہ، بالکل انوکھی تشبیہ ہے۔ ایک کے بعد نہ جانے کیا خیال آیا بیاض کا رخ ہی بدل دیا اس سمت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اوراق غائب ہیں جو نظم شروع ہوئی وہ مطلع کے بغیر ہے اور صاف واضح ہے کہ ابتدائی ورق یا اوراق غائب ہیں۔ دوسری نظم ''دنیا جائے شیطنت حرص و ہوا غفلت کا طوق الخ''

ایک ''منقبت بے نکت'' (نقطہ) چالیس اشعار کی لیکن اس میں مقطع ہے۔

کلام خاکی مادح سقا دکرد ہموم

(گویا ہجر کی نہیں ہے) ایک اور ''منقبت بندہ نواز گیسو دراز'' کی مدح میں ۱۳۸ اشعار۔ اس میں ایک مصرع اپنے متعلق بھی کہا ہے

خادموں میں ان کے واعظ علی شاہ امیر
اور امیر کمترین کا مرشد اللہ ہے امیر

ایک اور منقبت حلقہ در گوش غلام حیدر رم الخ پچیس اشعار۔ غرض ۲۸ صفحات پر

مشتمل کرم خوردہ ہے لیکن پلاسٹک کی تھیلی میں محفوظ کر دیا ہے۔

۲۵۱۔ سقراط کی محفل حاضرین:

ا۔گلوکن یا گلاکن ۲۔ تھریماخس ۳۔ ہومر ۴۔ ایڈیمانطس ۵۔ میوز یوس ۶۔یوپولیس ۷۔عدۃ الشعراء ہزیودار۔

مقالہ اوّل: ناقص الاوّل مقالہ دوم۔ ناقص الاخر موضوع عدل وظلم۔مندرجہ بالا فلاسفرز کے متعلق، فلسفہ سے دلچسپی رکھنے والے اہلِ علم ہی کچھ جانتے ہوں گے یہ عوامی سطح سے بلند تر ایک موضوع ہے۔کاتب نے بڑے شوق سے نقل کیا ہے اور بہت اچھا قلم ہے ناقص الطرفین ہے لیکن فلسفہ کے طلبا اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔تحریر بھی نہایت صاف، واضح اور دیدہ زیب ہے جدید القلم سہی لیکن موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ایک تحفہ ہے۔

۲۵۲۔ نصیری کے حالات:

ایک طبقۂ خیال ہے جو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو خدا مانتا ہے یعنی اعترافِ عظمت واحترام میں کفر کی حد تک پہنچ گیا ہے۔بعض مولفین عدم تحقیق اور سطحی علمیت کی بنا پر انہیں شیعیان علی کی ایک شاخ کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ ان کی حقیقت سے لاعلمی اور لاپروائی ہے۔انہیں علما وفقہائے شیعیانِ علی نے متفقہ طور پر کافر سمجھا ہے۔سنا ہے بچہ کو پیدائش کے فوراً بعد ایک بلندی سے نیچے ڈال دیتے ہیں "اگر علی کا بندہ ہے تو بچ جائے گا" ہندو پاکستان میں کہیں بھی کسی نصیری سے واسطہ نہیں پڑا۔

زیرِ نظر مخطوطہ میں کسی فاضل بزرگ نے نہایت فاضلانہ انداز سے کسی نصیری

کے کسی قصیدہ پر نقد و نظر کی ہے چھیتّر (۷۶) اشعار کا قصیدہ اسی لئے متن کی نقل سے فاضل ناقد نے صرف نظر کیا کاش وہ اتنی زحمت اور گوارا کر لیتے۔ جن اشعار سے اثباتِ کفر ہوتا ہے ان ہی پر قلم اٹھایا ہے۔ یہ فرقہ ہندو پاکستان یا شاید عرب وغیر ممالک میں بھی کہیں نمایاں تو نظر آیا نہیں بارے مخطوطہ ہر اعتبار سے ایک نادر و نایاب چیز ہے۔

۲۵۳۔ خطبہ امیر المومنین علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام:

غالب کل غالب حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے جناب مالک اشتر کو کچھ نصائع عنایت فرمائیں جو ایک صاحبِ اقتدار انسان کے لئے نہ صرف دینی بلکہ دنیاوی زندگی میں بھی خیر و فلاح کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ یہ ایک ایسا دستور العملِ حیات ہے جو اپنے پرائے کے علاوہ خود اپنی ذات کے لئے بھی خیر الدنیا والآخرۃ ہے۔ بظاہر یہ ایک حاکمِ وقت سے خطاب ہے لیکن ہر خاص و عام فرد اس پر عمل کر کے دین و دنیا دونوں عالم میں سرخرو رہتا ہے۔

کاتب کوئی خوش نویس نہیں۔ خطاملہ بقراء ہے اپنا نام محمد باقر ابن محمد تقی لکھتا ہے۔

۲۵۴۔ رسالہ ہندی زبان:

مغل شاہنشاہوں نے عربی و فارسی کے ساتھ ساتھ اپنی ہندو رعایا کی محبت میں ہندی زبان کی بھی سر پرستی کی۔ اس شاہی نوازش سے مسلمان اہلِ قلم کی جولانیِ طبع اور فکرِ رسا نے وہ وہ جواہر پارے پیش کیے کہ اہلِ زبان کی آنکھیں چوندھیا گئیں قصیدہ کی بساط لپیٹ کر

کبت، دوہرہ، برہمنی، سورٹھ، کون سی صنف سخن ہے جس میں پیچھے رہے ہوں۔ مرزا شکر اللہ، دلاور خان مسافرؔ، میرزا ابراہیم وغیرہ کا زورِ قلم ریسرچ اسکالرز کے

لئے داعیِ فکر ہے کہ مسلمان زبان غیر پر بھی اہلِ زبان جیسی قدرت کا مظاہرہ کرسکتا ہے۔ یہ نمونے نہایت نادر و نایاب جنسِ ادب ہے۔ ملوّن کاغذ صرف خواص کے لئے استعمال میں آتا تھا۔ رمز میں دو نسخہ بھی ہیں۔

۲۵۵۔ بیاضِ مقبلؔ:

مصائبِ کربلا کو منظوم پیش کرنے میں جناب مقبلؔ کا مقام بہت بلند ہے۔ زیرِ نظر بیاض میں ایک خط جو انھوں نے اپنے کسی مربی کو لکھا۔ ایک نسخہ دردِ کمر، ران و زانو و پاہا و مضحل کنندہ ریخ شکم و جمیعِ اعضا نافعِ مت و مجرب۔

ایک اور نسخہ "جہت نزلہ از ہر قسم مجربست" اس کے بعد سلسلۂ نظم شروع ہوتا ہے۔ بیاض قدرے آب خوردہ ہوگئی لیکن تحریر واضح ہے۔ پہلے مرثیہ کا مصرعۂ اوّل وصلہ زدہ ہے دوسرا مصرعہ "در خانہ ہمچوں آسیۂ عریاں تشنہ ام" پھر متفرق اشعار ہیں جنھیں "فرد" کے ذیل میں درج کیا ہے۔ دوسرے صفحہ پر بھی یہی صورت تیسرے صفحہ پر عنوان ہے "واقعۂ مقبل" پہلا شعر

زد ماہِ محرم بفلک خیمۂ دیبا
منسوخ شدہ از شعشہ اش رایتِ بیضا

یہ ۳۷ اشعار ہیں دوسرا عنوان مرثیۂ مقبلؔ، مظلوم حسینم محروم حسینم الخ ۳۱ اشعار پھر ایک اور (۳۶) اشعار ایک اور لیکن اس کے آغاز سے کچھ غائب ہے۔ گفتند کہ غم توشہ تشنہ لباں است (۳۳) اشعار، ایک اور، یا شاہِ شہیداں ولم از ہجر کبابست الخ اس کے ختم پر تاریخ ہے "تممت فی شہر شعبان المعظم ۱۲۲۱ھ در محال آغچہ۔ اس کے بعد ایک اور مرثیہ شروع ہوتا ہے

نگرفتہ دستِ دہر گلابی بغیر اشک
زاں گل کہ شد شگفتہ بہ بستانِ کربلا

اس کے بعد متفرق اشعار پھر ایک مناجات۔

الٰہی باعزازاں پنج تن
کہ ہستند فخرِ زمین و زمن

انیس (۱۹) اشعار پھر پانچ صفحات متفرقات۔ آخری شعر

گفتمش خواہ میر و خواہ نمیر
کہ من ایں لقمہ را فرد بردم

آخر میں تاریخ فی شہر محرم الحرام ۱۲۲۵ھ تحریر شد۔ جملہ صفحات ۲۲ نہایت خوش خط ایرانی قلم معلوم ہوتا ہے۔

۲۵۶۔ رسالۃ الصلوٰۃ:

علامہ سید غلام حسین کنتوری اعلیٰ اللہ مقامہ، حیدرآباد دکن میں مرجعِ عوام تھے مجتہدِ اعلم۔ زیرِ نظر رسالۃ الصلوٰۃ میں علامہ مرحوم کے اپنے قلم کا ایک تبرک بھی موجود ہے۔ متنِ رسالہ کی تحریر مجدولِ طلائی فنِ خطاطی نسخ کا شاہکار ہے۔

۲۵۷۔ فالنامۂ سعدی:

پیراں نمی پرند مریداں می پرانند، فال وغیرہ کے سلسلہ میں خواجہ حافظؔ شیرازی تو عام طور پر ہر طبقۂ فکر میں مشہور ہیں چاہے کوئی ان کا معتقد ہو یا نہ ہو لیکن آج تک کسی سے یہ نہیں سنا کہ خواجہ صاحب سے تفاول غیر معتبر چیز ہے بہر حال خواجہ صاحب تو اس میدان کے مسلّم شہسوار ہیں لیکن حضرت سعدی علیہ الرحمہ سے منسوب یہ پہلی چیز نظر آئی ہے۔ بارے قادرِ مطلق اپنے مخصوص بندوں کی لاج رکھ لیتا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ تفاول کے طریقۂ کار کی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔

آخر میں ۱۲۷۲ھ سے ۱۲۹۷ھ تک مرنے والے اعزّہ کا ریکارڈ، ایصالِ فاتحہ کا ایک خاص انداز، ایک رباعی میں روئے زمین کی وسعت و تقسیم۔ اپنا ہندوستان چونسٹھ ہزار فرسنگ ہے۔

۲۵۸۔ طبی اوزان:

دانستن وزن ہائے لفظ عربی وزبان یونانی وشمار وزن طب۔

مثلاً: من طبی، یک۔ آثارِ شاہ جہانی، سیر طبی، یک میر شاہی کلاں، استار، چہارم مثقال، قیراط، سرخ، اوقیہ، طوج، کیل، صاع، رطل بغدادی، شاہ جہانی، دانگ وغیرہ وغیرہ۔

قدماء کے نسخوں سے استفادہ کرنے کے لئے یہ معلومات ناگزیر اہمیت کی حامل ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف یادداشتیں۔ مثلاً تاریخ تولد مرزا خلیل اللہ ۱۱۰۳ھ مرزا محبّ اللہ ۱۱۱۵ھ۔ اس اعتبار سے یہ ۱۱۰۳ھ یا اس سے کچھ قبل کی کتابت ہے کاغذ رنگین۔ باریک۔

"دفعِ جراحتی کہ آں را در ولایت عرض میگویند" نہایت بلند پایہ خطاط کا قلم ہے جس کے ذیل میں شاہ جہاں، اورنگ زیب، دارالشکوہ، سلطان شجاع اللہ بخش مراد بخش، دولت آراء، سلطان جہاں، فیروز سلطان، لطف اللہ کا اندازِ تحریر مغل شاہی قلم کا ہے۔ تواریخ تولد شیخ فرید، خواجہ علاؤ الدین، شاہ قاسم انوار منظوم، بہاءُ الحق، خواجہ عطار وغیرہ پہلے صفحہ پر نہایت خوش خط تاریخ تولد برخوردار مرزا خلیل اللہ، نورچشم مرزا محبّ اللہ، نور الابصار مرزا ایزد اللہ، مرزا عطاء اللہ، یک ہزار یک صد و سہ سے یک ہزار یک صد و بانزدہ تک کا ریکارڈ ہے (صرف تین اوراق چھوٹا سائز رنگین کاغذ)

۲۵۹۔ بخت یاور جنگ:

حیدرآباد دکن مغلیہ اقتدار کی آخری جھلملاتی شمع تھی۔ حوادث کے تھپیڑوں میں انگریز کے دور تک بھی یہ کشتی ڈولتی رہی لیکن آزادی ہند اور ہندو اقتدار کا اژدہا اسے بھی نگل گیا غالباً باقرؔ تخلص کرتے تھے عام طور پر بختاور جنگ کہا جاتا تھا۔ حافظؔ، لطفؔ، مسافرؔ، انشاء اللہ خاں وغیرہ کے پسندیدہ اشعار بھی محفوظ کر لیتے ہیں ایک بڑے میاں کی نہایت دلچسپ کہانی نظم کی ہے۔

کلام میں سادگی و روانی ہے

ہے ہمیں انس امیری سے نہ ہوں گے آزاد
جان تک دے دیں گے صیاد تجھے دام کے دام

روزمرّہ خوب نبھایا ہے۔

بے قراری دل کی پہلو میں بٹھا کر دیکھ لو　　جان سینے سے مرے سینہ ملا کر دیکھ لو
پاک بازی تم مری تنہا بٹھا کر دیکھ لو　　جان سینے سے مرے سینہ ملا کر دیکھ لو

نہایت مہذب انداز کی شوخی ہے۔ دیگر شعرا کے پسندیدہ اشعار بھی محفوظ کیے ہیں۔ اپنے خانگی ملازمین کا ذکر

دیپا چمار و منا اور رام جی بھی ہوویں　　تب لالہ کی چمن میں دیکھیں بہار ہم تم
عیش و خوشی و عشرت ہو شام سے صبح تک　　اور ایک جاپہ ہوویں مشغول کار ہم تم

گر اختیار ہوتا باقرؔ جدا نہ ہوتے
مختار کار وہ ہے بے اختیار ہم تم

۲۶۰۔ کلامِ کمالؔ فارسی:

کسی خوش عقیدہ مسلمان کی بیاض ہے۔ کچھ مناقب، کچھ نسخے، بزرگوں کے

ایامِ ولادت، صرف ایک جگہ تخلص کمال فارسی استعمال کیا ہے۔ ''پنج تن'' کے عنوان سے کچھ معجزات مثلاً سوکھے کنویں سے پانی نکل آنا وغیرہ۔

جنگِ قرنطیہ تاریخ میں گو زیادہ مشہور نہیں لیکن کمالؔ کا بیان ہے۔

لشکرش نہ صد ہزار جن دیو و پری
ہر طرف در جنبش آمد ہمچو بحرِ بے کراں

شاعر کو ہندوستان سے باہر بھی غالباً طویل عرصہ رہنا پڑا کہتا ہے۔

بگیرید زنجیر اے دوستاں
کہ تنگم کند یاد ہندوستان

محمد علی ہمدانی جنھیں خرقہ سید یٰسین مغربی نے عطا کیا۔ یہ ۱۱۰۸ھ کی بات ہے ایک نسخہ صاحب بیاض کو کسی فرنگی حکیم (ڈاکٹر) نے بھگندر کا نسخہ دیا اور یہ مرشد آباد میں عطا کیا گیا اس اعتبار سے کمال ۱۱۰۸ھ کا شاعر اور مرشد آباد کا رہنے والا تھا۔

۲۶۱۔ مجموعۂ کلام:

ظہوریؔ، جامیؔ، قدسیؔ، فیضیؔ، شاہ طاہر دکنی، نظامؔ استر آبادی۔ شب در قضا از ماہ نو کشتی در آب انداختہ۔ تقریباً ستر (۷۰) سے زائد اشعار ہیں۔ اس کے بعد

من اں برہمن بت قبلہ ام کہ میمالم
بجا کے صندل نرخونِ دل بہ پیشانی

ندرت قابلِ داد ہے کہ ہر شعر میں لفظ ''برہمن'' اور لفظ ''بت'' بڑی پابندی سے آیا ہے۔ سلسلۂ کلام اس کے بعد بھی دور تک گیا لیکن شاعر کا تخلص کہیں نہیں ملتا۔ تحریر کسی ماہرِ فن استاد کا کلام ہے۔ کاغذ بھی اعلیٰ درجہ کا ہے جسے کیڑا نہیں لگا۔ صفحۂ اوّل پر ایک مہر میں ''میر نثار علی ولد فرمان علی'' دوسری مہر میں بی بی شاہ

صاحب پڑھا جاتا ہے۔ اس صفحہ پر بھی دو رباعیاں ہیں ایک بنتِ رسول ﷺ سے متعلق ہے۔

چوں داد جہیز دخت نبی الثقلین

الخ ایک اور رباعی

آں راتمیز در مراتب ہوں است الخ

کل ۱۲ صفحات موجود ہیں۔ ناقص الطرفین ہے لیکن ''خوش قلمی'' کسی استادِ فن کی یادگار معلوم ہوتی ہے۔

۲۶۲۔ معصوم علی بیدار:

یا تو خود تاجر تھے یا پھر کسی تاجر کے یہاں کھاتہ نویس۔ جو سائز انہوں نے اپنے مجموعۂ کلام کے لئے پسند کیا اس کی توجیہہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے۔ مختلف انواعِ سخن کے علاوہ ایک ۴۵ شعر کی مثنوی چھوٹی بحر جناب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی سخاوت کا مشہور واقعہ ایک روٹی کے عوض اونٹوں کی قطار بخش دی۔ جنابِ قنبر نے جلدی سے اپنے آپ کو بچالیا۔ بیدار کو فارسی پر کامل دسترس ہے اردو اپنے ابتدائی دور کی یادگار ہے۔ اصل مسودۂ مولف ہے کہ ایک پوری نظم قلم زد کردی۔ بے نقط پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔ مذہبی آدمی تھے اس لئے مناقب پر زیادہ طبع آزمائی کی ہے۔ کرم خوردگی غماز ہے کہ احتیاط نہ برتی جاسکی۔ ایک خط ''نواب صاحب قبلہ'' کے عنوان سے، ایک اور خط میں اس وقت بھینس کی قیمت ''شش روپیہ'' اسماعیل خاں برخوردار ہوں گے ان کے متعلق درلہو ولعب مشغول اند ایک جگہ ''شش ہزار کاہ برآے اسپاں روانہ سازند'' ایک سے زائد نظمیں قلم زد کردی ہیں۔ اس کی طوالت تقریباً ڈیڑھ فٹ اور عرض تقریباً چار انچ

ہے صفحات ۲۸۔

۲۶۳۔ تربیتِ اولاد اور علمِ مجلس:

نہایت مفید اور قابلِ قدر تحریر ہے لیکن افسوس کہ ناقص الطرفین ہے اور خوش خطی میں تو صفِ اول کی چیز ہے۔ اپنے دور کا ٹیچرز ٹریننگ کورس معلوم ہوتا ہے۔

دسویں صفحہ پر لکھتا ہے "فصل کہ بعد از تالیف کتاب بداں لاحق کردہ شد ۸۶۳ ثلث سیتن وسمانیہ بمدت سی سالہ از حضرت بادشاہ جہاں خلد اللہ ملکہ یکی از بزرگانِ جہاں کہ در اکثر از فنون فضائل سر آمد عالم ست وان مخدوم معظم ملک الامراء فی العالم جلال الدنیا والدین، مفتخر جہاں عبدالعزیز مسمی باسم عبدالرحمٰن ایلچی اعز اللہ الصبارہ وادام اللہ اجلالہ ست بایں دیار وایں کتاب بمطالعہ ہمایونی خود مشرف گرداند"

اس اعتبار سے نہایت قیمتی اور تقریباً چھ سو برس قدیم تحفہ ہے۔ کاتب بھی اپنے وقت کا استاد معلوم ہوتا ہے۔

آخری ورق پر نمک کی اقسام خبیر تک موی آدمی اور نمک تنکار۔ صفحۂ آخر پر توتیا و مقناطیس کا ذکر ہے۔

۲۶۴۔ کشکول یا بیاض:

اس ڈیڑھ انچ عریض اور چھ انچ طویل مخطوطے میں کاتب نے کن انکھیوں سے لکھا ہے۔ حیرت ہوتی ہے اور پھر خطاط بھی اعلیٰ درجے کا خوش نویس۔ یکسانیتِ قلم کا یہ عالم کہ کہیں ایک نقطہ تو گرفت کے قابل ڈھونڈ دیکھیں؟ سرمایۂ حیرت و استعجاب کارنامہ کاتب و کتابت ہے۔ آخری صفحہ پر شاید نام و سنہ دونوں

چیزیں تھیں لیکن کسی ظالم نے ایسا مٹایا ہے کہ نام تو بالکل ہی نہیں پڑھا جاتا البتہ ۱۰۸۶ھ دھندلایا ہوا نظر آتا ہے۔ آج سے تقریباً تین صدی قبل لوہے کا قلم تو ایجاد نہیں ہوا تھا۔ ''برو'' کے قلم میں یہ طاقت و یکسانیت عجائبات سے کم نہیں۔ مندرجات میں کسی ایک موضوع کی قید نہیں بلکہ کاتب نے اپنے پسندیدہ اہل قلم علماء وفضلائے عہد کے رشحات وافکار کو محفوظ کیا ہے مثلاً نمونہ نثر بیدلؔ، درغریب پرسی کے ذیل میں، رحلت میر نوراللہ، اقتباس میر نوراللہ، اقتباس از شواہد النبوہ، اقوال مولا علی علیہ السلام، فرعون کا ایک واقعہ، اصمعی سے منقول، مولانا قطب الدین، علامہ طوسیؒ، حضرت ادریسؑ واقلیدس، ہارون رشید، سلطان محمود، حضرت ختمی مرتبتﷺ، شرف الدین یزدی وغیرہ وغیرہ۔ جملہ ستائیس علما وفضلا کے اقتباسات وفیوضات ہیں۔

۲۶۵۔ قصائد درمدح نواب نہیب یار الدولہ:

نواب نہیب یار الدولہ کی مدح میں تین قصائد ہیں ''نہیب'' خوف کے معنی میں آتا ہے غالباً کوئی بڑی آن بان اور دبدبہ کے رئیس تھے جنھیں نہیب یار الدولہ خطاب عطا ہوا۔ قصائد کل تین ہی ہیں اور سائز کم وبیش تقریباً دوفٹ طویل اور کوئی سات انچ عریض۔ جلی قلم استعمال کیا ہے۔

ایک دن دستِ زمانہ سے میں تفتیدہ جگر

آخری شعر کا دوسرا مصرع

گو نہ دو خلعت و زر مجھ کو رکھا دو نوکر

شاعر کا تخلص قائمؔ ہے دوسرا قصیدہ

ایک عالم ہے خریدار ترے کوچہ میں

تیسرا

بے قراری اس قدر لازم دلِ مضطر نہیں

۲۶۶۔ مقتدمین کی ایک اور بزم سخن:

کسی صاحبِ ذوق نے اکتیس (۳۱) اساتذۂ فن کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ گویا ایک غیر طرحی بزم شاعرہ ہے۔ داعی نہایت خوش مذاق اور یا خود بہترین خوش نویس ہے یا پھر بیاض کے لئے کسی بلند پایہ خوش نویس کی خدمات سے استفادہ کیا ہے۔

نہایت اعلیٰ درجے کی تحریر، سائز بھی تقریباً ۴۱۱ انچ، آٹھ انچ ہے صفحات (۳۰)

(۱) شیر محمد خان (۲) ایمانؔ، ترابی شیدا (۳) بیدارؔ (ان کے کلام کا ایک مخطوطہ ہمارے پاس ہے) (۴) تلمہارؔ (۵) تاباںؔ (۶) تبسمؔ (۷) حیدرؔی (۸) میر حسنؔ (۹) رنگینؔ (۱۰) معروفؔ (۱۱) مسافرؔ (۱۲) مستؔ (۱۳) مسطورؔ (۱۴) شیداؔ (۱۵) شاکرؔ (۱۶) نواب نظام الملک (۱۷) عزمؔ (۱۸) عرفیؔ (۱۹) فریادؔ (۲۰) فدویؔ (۲۱) مستؔ (۲۲) فاضلؔ (۲۳) فارغیؔ (۲۴) ہلالیؔ (۲۵) امیرؔی (۲۶) مسافرؔ (۲۷) منظور (۲۸) فارغیؔ۔

کسی رئیسِ وقت کا شوق ہے، بہترین کاغذ، بہترین خطاط، ایک صفحہ پر ایک ہی شاعر۔

چیستاں مثلاً

چست ال بعت کہ خنداں می رود   پائدارد بنداں می رود
چار پردارد و معلق بر ہوا   جاں ندار درپے جان می رود

میر حسنؔ کو زیادہ اہمیت دی ہے ان کی ایک پوری مثنوی ۱۷ بند ۶۸ اشعار کی محفوظ کی ہے۔

نقاب چہرے سے خورشید حب اٹھاوے ہے

سحر ہر ایک کو اک کام میں لگاوے ہے

اس نظم کا ہر چوتھا شعر فارسی میں ہے۔

عرفی کا بھی پورا قصیدہ

اقبال کرم میگرد ارباب ہمم را

۲۶۷۔رسالہ تحفۃ المسافرین:

نہایت قدیم الکتابہ خط مایقرا

امّا بعد ایں رسالہ ایست موسوم بتحفۃ المُسافرین، کہ از کتاب جمال الصالحین کہ قبل ازیں، بر سبیل تفصیل، در ہمہ ابواب اداب نوشتہ بودم، انتخاب نمودہ بعضی فوائد ہنر براں، افزودہ می شود، مشتمل بر ذکر احوال و اداب سفر، مقدمہ و دہ فصل و خاتمہ بیان شود......الخ۔

خط مایقرا، تحریر قدیم، کل چار صفحات قلم خفی، اس شمارہ کے مختلف طریقے بتائے ہیں۔ سفر ایک زمانہ میں نمونہ سقر سمجھا جاتا تھا اس لئے رجوع الی اللہ سے طلبِ خیر و برکت کے ساتھ ساتھ تقویتِ قلب بھی حاصل ہوتی تھی۔

۲۶۸۔صراط السطور:

رسالہ آدابِ خط مولفہ قبلۃ الکتاب مولانا سلطان علی مشہدی بھی مشہدی کے منظوم رسالہ کی جدید الخط نقل ہے جو حکیم سید مظفر حسین صاحب مرحوم نے اپنے قلم سے کی ہے۔ مولانا مشہدی کی وفات ۱۰۵۴ھ میں ہوئی۔

۲۶۹۔ فیوضاتِ میر عبداللہ، مشکیں قلم:

از اولاد شاہ نعمۃ اللہ ولی، خطِ نستعلیق را نہایت و با صول و اسلوب می نوشت، از حضرت عرش آشیانی (اکبر) و جنت مکانی (جہانگیر) بخطاب مشکیں قلم و تخلص و صفؔی افتخار اندوز و مباہی بود، چنانچہ خود می فرماید،

وصفؔی تخلصِ من و مشکیں قلم خطاب
ایں نامہازِ شاہ و شہنشاہ یافتم

باوجود وکشتِ تعلق با آزادی می زیست، منظومات بسیار دارد و اشعار عاشقانہ او۔ اہلِ حال بہ وجہ می آرد، نسبت ارادت بشیخ فیض اللہ سہارنپوری (کہ در ہزار وبست و چہار ۱۰۲۴ھ، رحلت نمودہ) داشت و شیخ مذکور از خلفاءِ شیخ نظام نارنولی بود واں میر صافی ضمیر در۔

سنہ ہزار وبست و پنج رخت بعالم دیگر کشید
پنج مثنوی و یک دیوان دارد از واردات طبع اوست

اے دادہ تند خوئی تو رونق عتاب را — افزود گو نہ گو نہ بدل اضطراب را
نے حرف با کسی و نہ گوشی بحرف کس — برہم زدی شعار سوال و جواب را

''پسرش میر صالح بعلم و دانش اراستگی داشت و نستعلیق را خوب می نوشت و کشفی تخلص می کردو در'' ہندی سبحانی تخلص میکند (تذکرۂ غلام محمد ہفت قلم)

صفحۂ اوّل مزّین بحواشی طلا ولوحِ نیلم و شجرف وطلا، دبیز کاغذ، ہر صفحہ اپنی جگہ ایک وصلی ہے گویا بتیس (۳۲) وصلیاں اور ۶۴ صفحات، سائز ساڑھے سات ضرب ۴ انچ، ایک جنسِ نایاب ولائقِ میوزیم ہے۔

مکاتیبِ شاہی

۲۷۰۔ علاؤالدین حسن گنگو بہمنی:

وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے ہندوستان (دکن) میں آٹھویں صدی ہجری میں (۱) اسلامی سلطنت قائم کی (۲) ایک بیوی کے سوا دوسری شادی نہ کی (۳) اسلامی سکہ جاری کیا (۴) شعائرِ اسلامی کو حکومت کی سطح پر جاری کیا (۵) دکن میں (بلا تشدد) ستی کی رسم کا خاتمہ کیا (۶) مسلم و غیر مسلم مساکین و یتامیٰ کی شادیاں شاہی خرچ پر کراتا تھا (۷) اپنے عہد میں کسی ہندو کا خون نہ بہایا (۸) کبھی کسی ہندو معبد کی بے حرمتی نہ کی۔

اسے جب فتوحات کا شوق ہوا تو دربارِ عام منعقد کر کے امراء و اراکینِ سلطنت سے ذکر کیا کہ "آگرہ و گوالیار سے ہوتے ہوئے دلی تک فتح کرنے کا ارادہ ہے" یہ سن کر ملک سیف الدین غوری وکیل السلطنت نے مشورہ دیا کہ "ایک دم دہلی کی طرف کوچ کرنے کے بجائے پہلے دکن کے تمام راجگان و مہاراجگان کو حلقۂ اطاعت و باج گزاری میں لے لیا جائے۔

تجویز مقبول ہوئی۔ عماد الملک تاشقندی، مبارک خاں لودھی، سید رضی الدین، قطب الملک سکندر خاں، معین الدین خاں، خواجہ جہاں، صفدر خاں سیستانی، قنبر خاں اور صلابت خاں مختلف مقامات کے لئے نامزد کیے گئے۔ عماد الملک اور مبارک خاں کرناٹک، صلابت خاں سیستانی قلعۂ قندھار کی تسخیر کے لئے روانہ ہو گئے۔

زیرِ نظر مخطوطہ اسی دور کے چند خطوط کا مجموعہ ہے۔

ایک خط اپنے بیٹے خواجہ عبید اللہ حسن کے نام ان کے گیلان سے بھیجے ہوئے خط کا جواب ہے۔ ایک خط صدر الشریف وزیر کبیر مخاطب بشرف الملک کے نام ہے جس میں قاضی القضاۃ قاضی احمد وسید السادات سید محمود کی آمد کا ذکر ہے۔

جامعِ خطوط (مولف) نے محمد شاہ کا دور بھی دیکھا اس کی مدح میں تین قصائد بھی ہیں۔ اس دور کا ایک عجیب وحیرت انگیز واقعہ یہ ہے کہ محمد شاہ کی شادی کے جشن وطمطراق کو دیکھ کر نوشہ کی ماں (بیگم سلطان) نے خواہش کی۔

''کاش میری بہن بھی اس شان وشوکت اور رونق کو دیکھتی''۔

شاہ نے اسی وقت چند سوار ملک سیف الدین غوری کی ہمشیرہ سلطان جہاں کو لانے کے لئے ملتان بھیجے۔ اس رفت وآمد میں سات ماہ صرف ہوئے اور سات ماہ بعد جب شاہ کی سالی آئی تو شادی کی تاریخ مقرر ہوئی اور اس پورے سات ماہ کے عرصہ یعنی ۲۴ ربیع آلاخر ۷۵۲ سے شروع ہو کر ۲۴ ذی قعد ۷۵۲ تک جشن کا سلسلہ جاری رہا۔ اس عرصہ میں گلبرکہ والوں کے تمام باورچی خانے ٹھنڈے رہے ہر فرد شاہی مہمان تھا۔

اسی حسن گنگو بہمنی کے تین شاہزادوں (محمد، محمود اور داؤد) کے اتالیق علامہ فضل اللہ انجو تھے۔ انجو فیملی کے افراد ساداتِ سندھ خصوصاً ٹھٹھہ میں آج بھی بڑی تعداد میں آباد ہیں۔ ایک خط جواب مکتوب حضرت ولدہ العزیز۔

ایک خط کمال الدین اسماعیل اصفہانی کے جواب میں۔

ایک خط حکیم نور الدین انوری وملی در جواب بدیع الزماں ہمدانی کے نام۔

ایک خط مولانا ابوبکر طہرانی کے نام۔

ایک خط مولانا معین الدین کے نام۔

دو خطوط مولانا عبدالرحمٰن جامی کے نام۔

دو خطوط بنام سلطان العادل علاء السلطنہ والخلافہ والدین گیلانی۔

ذکرِ فتوحاتِ قلاع و تسخیر بقاع رائے سنگیسر کہ ہر یک بسبب رفعت جبل و وسعت جنگل باجام وآ کام طبرستان و دماوند ہمبرست ان محاربات کی تفصیلات کا انداز یہ ہے گویا سب کچھ قاری کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے۔

اس سے بھی زیادہ اہم

''عنانِ عزیمت لشکر اسلام بصوب جزیرہ کووہ (موجودہ گوا) کہ بندر مشہور بیجانگر'' الخ کا محاربہ اور دیگر لڑائیوں کا آنکھوں دیکھا حال۔ میدانِ جنگ کی رپورٹیں وغیرہ تاریخ کا عظیم ترین سرمایہ ہیں۔

مخطوطہ نامکمل و ناقص ہونے کے باوجود عظیم الشان تاریخی حقائق کا عینی شاہد و معاصر ترجمان ہے۔ کفرستانِ ہند میں اشاعتِ اسلام کی تاریخ لکھنے والے کے لئے آج سے تقریباً سات سو برس قبل کی جانگسل و زہرہ گداز سائی اور مختلف علما کو یہاں بلا کر اشاعتِ اسلام کے لئے مدارس و مکاتب کا قیام بہت بڑا سرمایہ تحریر ہے۔

اس دور میں یہاں مندرجہ ذیل مدارس قائم ہوئے ا۔ احمد نگر ۲۔ بیجاپور ۳۔ حیات نگر ۴۔ گولکنڈہ ۵۔ بیدر وغیرہ۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتنے علما و فضلا یہاں آئے اور اس کفرستان کو اسلام کی ضیا پاشیوں سے منور کیا۔ افسوس کہ ناقص الطرفین ہے لیکن جو کچھ ہے تاریخ اسلام کا ایک انمول جواہر پارہ ہے۔ کاتب پیشہ ور یا استاد قلم کار نہیں لیکن زود نویس، واضح نگار اور کہنہ مشق عالم تاریخ داں اور صاحبِ سواد انسان ہے۔

۱۷۲۔ اوصاف الاشراف:

تالیف علامہ نصیر الدین طوسی (محقق طوسی) کے لقب سے پہچانے جاتے

ہیں۔ رمضان ۳۸۵ھ میں پیدا ہوئے شیخ الامامیہ و رئیس الطائفہ، اکابر علما، جلیل القدر فضلا میں شمار ہے۔ معرفتِ اخبار رجال، فقہ، اصول، کلام اور ادب وغیرہ میں بے مثل و نظیر سمجھے جاتے ہیں۔ علامہ شیخ مفید محمد بن محمد نعمان حارثی ۴۱۳ھ کے شاگرد ہیں۔

خود ان کے تلامذہ میں صفِ اوّل کے فضلا و مجتہدین کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے ۴۰۸ھ میں عراق پہنچے ۴۵۸ھ یا بقول بعض ۴۶۰ ہجری میں وفات پائی۔

ایک ضخیم تفسیر قرآن بیس جلدوں پر مشتمل، کتاب الاستبصار فیما اختلف من الاخبار، فہرست کتب شیعہ واسماء مصنفین کے علاوہ مولانا کی تالیف اخلاقِ ناصری پنجاب یونیورسٹی نے اپنے نصاب میں داخل کرلی اور یہ ان کی شہرتِ عامہ کا سب سے بڑا ذریعہ ثابت ہوئی۔ اخلاق ناصری کے بعد مولانا کا اپنا بیان کہ در بیان اولیا و روش اہل بنیش بر قاعدۂ سالکانِ طریقت و طالبانِ حقیقت مبنی بر قواعد عقلی وسمعی و بنی از دقایق فطری و عملی کہ بمنزلہ لب الصناعہ است و خلاصہ ان فتن باشد ثبت گرداند، اشتغال بران مہم از سبب کثرت شواغل بے اندازہ وموافع بے فائدہ میسر نمشد واخراج انچہ، در ضمیر بود از قوت بفصل آمدن دستی نمی داد تا دریں وقت اشارہ، خداوند صاحب عالم، ودستورِ اعظم والئی السیف والقلم قدوہ اکسیر عالمعرب والعجم شمس الحق والدین، محمد بن صاحب السعید فی الدارین محمد الخولی نصر اللہ انصارہ، جہت القیا د امر، مذکور و امتثال فرمان مطاع مشتملہ شرح الحقائق درذکراں ودقایق دریں مختصر وضع کرد، اوصاف الاشراف نام نہاد۔

اس مخطوطہ کی ایک اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ سید شاہ عنایت اللہ حسینی کی ملکیت میں رہا ہے جو کسی لشکرِ ظفر اثر کے ہمراہ کسی خاص مہم سے واپس آ کر پٹنہ (انڈیا)

پہنچے تو انہوں نے اس کا غائر مطالعہ کرنے کے بعد اسی کو اپنا دستورِ حیات بنالیا خاتمہ پر ان کی اپنی تحریر اور مہر موجود ہے جس میں ۱۲۱۱ھ۔۱۲۱۰ھ پڑھا جاتا ہے۔ جناب شاہ صاحب فاضل بہار میں کوئی صاحبِ سیف وقلم ہستی تھے کہ علمی مشاغل کے ساتھ ساتھ لشکرِ ظفر اثر سے بھی متعلق رہے۔

متن کا قلم تو خفی نگاری کا شاہکار ہے ہی لیکن جناب عنایت اللہ حسینی بھی اپنی تحریر کے آئینے میں کہنہ مشق نظر آتے ہیں۔ خفی قلم، صفحات ۶۸

۲۷۷۔ مجموعۂ اشراق النیرین: علامہ دہدار فانی

۲۔ اسرار التوحید میر سید شریف۔

۳۔ رسالہ فخریہ قطب الواصلین علامہ سید نعمۃ اللہ کو بنانی۔

۴۔ رسالہ توحید علامہ سعید الدین کاشغری۔

علامہ دہدار (غالباً جاگیردار تھے) والد ماجد کا نام ابو محمد محمود تھا اور وہ عیانی تخلص کرتے تھے جبکہ خود خواجہ دہدار کا فانی تخلص تھا کواکب الثواقب ۲۔ شرح خطبۃ البیان کے علاوہ اشراق النیرین بھی ان ہی کا فیضِ علمی ہے۔ علامہ دہدار شاہ فتح اللہ شیرازی کے شاگرد اور شیخ حسن نجفی کے معتقدین میں تھے۔ عادل شاہ کے عہد میں دکن آئے پھر احمد نگر پہنچ کر نظام شاہی دربار میں دیوانی کی خدمت پر سرفراز ہوے، آخر میں ترکِ دنیا کر کے سورت چلے گئے اور وہیں ۶۹ کی عمر پا کر ۱۰۱۶ھ میں وفات پائی۔

ان کی ایک تصنیف الف الانسانیہ کا ذکر فہرست آستانۂ قدسِ رضویہ میں ہے زیرِ نظر رسالہ ''یک اشراق و دو نیر عرفان و تصوف و سلوک کہ در عنوان یک اشراق و دو نیر صورت گرفتہ'' اشراق در تصحیح کیفیتِ ادراک و نیر اوّل در اظہار شمہ ای از

انطابق نسخہ انسانی بانسخہ وجود نیر ثانی در اشعار متولد ثانی الخ۔

۲۷۳۔ اسرار التوحید، (میر سید شریف)

علامۂ زمانہ، فاضلِ یگانہ مشہور و معروف شخصیت ہیں۔تمام فنونِ عقلیہ اور جملہ فنونِ نقلیہ میں اعلیٰ و اکمل مسلم الثبوت ہیں۔تحریر و تقریر اور بحث و مباحثہ میں خاص ملکہ رکھتے تھے۔

شعبان ۷۴۰ھ جرجان میں پیدا ہوئے طفولیت ہی میں عربی درسیات پر زیادہ توجہ دی اور بہت قلیل عرصے میں مہارت پیدا کرلی۔ طالبِ علمی ہی کے زمانہ میں مراقبہ شرحِ کافیہ پر حاشیہ لکھا۔ ہرات پہنچ کر علامہ قطب الدین رازی سے ان کی بعض تصانیف مثلاً شرح شمسہ، شرح المطالع وغیرہ اپنی کبرسنی کی وجہ سے مُلّا مبارک شاہ منطقی نے اپنے تلمیذِ خاص کے پاس مصر بھیجا۔ یہاں انہوں نے علامہ منطقی کے علاوہ علوم شرعیہ علامہ اکمل الدین محمد مصنف عنایہ حاشیہ کے ساتھ، تصوف میں خواجہ علاؤ الدین بخاری سے استفادہ کیا تحصیل علم کے بعد ان کی شہرت ہر طرف پھیل گئی۔

مصر سے واپس آکر شیراز کو وطن بنالیا اور مشاغلِ تدریس میں مصروف ہوگئے۔ جب شیراز پر امیر تیمور کا تسلط ہوا تو امیر نے سید شریف کو اعزازِ شاہانہ کے ساتھ سمرقند بھیج دیا یہاں امیر تیمور کی مجلس کے صدر الصدور علامہ تفتازانی سے اکثر مباحثات و مناظرات ہوتے رہتے۔ امیر تیمور کی نظر میں سید شریف کا بھی علمی مرتبہ صدر الصدور سے کم نہ تھا۔۷۹۱ ہجری میں کسی خاص مسئلہ پر دونوں میں مباحثہ ہوا۔ علامہ نعمان الدین خوارزمی معتزلی جج تھے انہوں نے سید شریف کے قول کو راجح اور غالب قرار دیا۔ اس غلبہ کی شہرت ہر طرف پھیل گئی جسے علامہ تفتازانی نے

اپنی توہین سمجھا اور اسی صدمہ سے ۷۹۲ھ میں وفات پائی۔ اس کا غم علامہ سید شریف کو بھی ہوا وہ امیر تیمور کی حیات تک سمرقند میں رہے اور امیر کی رحلت کے بعد شیراز واپس آ گئے۔ شاہ شجاع بادشاہ جو حافظ شیرازی کا مربیِ خاص تھا اس نے میر شریف کو مدرسہ دار الشفا شیراز کا پرنسپل مقرر کر دیا۔ ۶ ربیع الاول روز چہار شنبہ ۸۱۶ھ شیراز ہی میں وفات پائی۔ ان کے طلبا میں علامہ فخر الدین العجم، سید علی العجمی، فتح اللہ شیروانی وغیرہ کافی مشہور ہیں۔

سید شریف کے رشحاتِ قلم کی تعداد پچاس سے زیادہ بتائی جاتی ہے (ماخوذ از فہرست کتب خانہ رام پور)

۲۷۴۔ رسالہ فخریہ: تالیف قطب الواصلین سید نعمۃ اللہ کونیانی

یہ حدیث ختمی مرتبت علیہ السلام کی مشہور حدیث ''الفقر فخری'' کی توضیح ہے۔ اسے ایک مختصر تقریر یا لیکچر کہا جا سکتا ہے۔ خفی قلم ۶ ۳ کے سائز میں..... صفحات نہایت خوش خط خفی قلم۔

۲۷۵۔ رسالہ توحید:

مولانا سعد الدین کاشغری۔ یہ بھی نہایت خوش خط خفی قلم صرف پانچ صفحات پر مشتمل ہے۔

پہلے صفحہ پر ایک اور دوسرے صفحہ پر بھی ایک مہر تھی لیکن سب کو ضائع کر دیا گیا ہے۔

۲۷۶۔ خرقۂ فیضی:

گوناگوں اور متنوع رشحاتِ قلم کو ''خرقہ'' کہنا فیضی ہی کی ندرتِ فکر ہے ورنہ عام طور پر اس قسم کے شہ پاروں کے مجموعہ کے لئے کشکول کا لفظ متعدد اہل قلم نے

استعمال کیا اور وہی عام ہے۔ لفظ خرقہ کا انتخاب فیضی کی جدتِ طبع ہے۔ ابوالفضل و فیضی دونوں بھائیوں پر یہ الزام ہے کہ انھوں نے شہنشاہ اکبر کو اتنا اونچا اٹھا دیا تھا کہ خود اسے شاید غلط فہمی ہو گئی تھی ع۔ محسوس ہو رہا تھا خدا ہو گیا ہوں میں۔ بالفاظِ دیگر ''دینِ الٰہی'' کی تخلیق میں ان دونوں بھائیوں کا بڑا ہاتھ تھا۔ اکبر جیسے علم دوست شہنشاہ کے دربار میں علم و فضل کے اعتبار سے کوئی امیر ابوالفضل اور فیضی کی ٹکر کا نہ تھا بلکہ سچ پوچھئے تو دنیا نے آج تک بے نقط تفسیر قرآن لکھنے والا پیدا نہیں کیا۔ فیضی کے رشحات اور تخلیقات میں کشکول کا ذکر کسی تذکرہ یا سوانح نگار نے نہیں کیا اس لئے یہ دنیا بھر میں واحد نادر و نایاب تحفہ فیضی کے اپنے قلم و تحریر کا نمونہ ہے۔

''ایں رطب و یابس کہ بر طبق عرض نہادہ ام ہند ہزار بیت و کسریت نمونہ''

''از اقسام شعر من کہ اختلافِ طبائع و تفاوتِ امزجہ شعر شناساں منظور''

''داشتہ اختیار کردہ ام، فیضی اگر محرمِ ایں پردہ، قوت دل از مغز سخن کردہ''

ایک دلچسپ واقعہ

سلطان حسین مرزا کے عہد میں چار ہزار شعرا تھے جن میں چار سو سے زیادہ صفِ اوّل کے سخنور اور ہر ایک ''ملک الشعراء'' ہونے کا مدعی'' سلطان مرزا نے ملا جامؔی سے پوچھا تو انھوں نے ترکیب بتائی کہ جو شاعر مندرجہ ذیل اشیاء کو ایک رباعی میں نظم کردے وہی ملک الشعراء کا خطاب پائے ''چراغ، ماہ، شب چہاردہ، غربال، تیر، فلک، نردبان، ترنج۔'' ملا نبائی کی طبعِ رسا کا شاہکار ملاحظہ ہو جنھوں نے مقابلہ جیت لیا۔

پیوستہ چراغ عمر تو بدرِ منیر   غرباں صفت سینہ عدوت از تیر
بر پایۂ نردبان ہمیشہ نہ پائے   وز روی فلک ترنج دولت برگیر

دربارِ شاہی میں رسائی کا ذکر۔ "بادشاہِ زمانہ اکبر شاہ، کز رخش روز بخت روشن باد، وز بہارش زمانہ گلشن باد، بہ تقبیل پایہ اورنگ والاسر بلندی یافتم، عنایت بادشاہی جونعماتِ الٰہی بے حساب دیدم، صنت ازل وابد بر من نہاد نقش سعادت استادی شاہزادہ ہائے کامگار، ممتاز شدم" اپنی اس تصنیف کے متعلق لکھتا ہے این مجموعہ را کہ کتاب ارشاد صاحب فراستاں وعبادت خانۂ منی پرستان بت زینت ترتیب دادہ بہ پیوند میں نسبت کہ رقعہ رقعہ مطالب وقطعہ قطعہ مقاصد، بر دوختہ دار دخرقہ نام نہادہ۔

عمادؔ، امیر خسروؔ، امیر معزیؔ، بیابانیؔ، قابلہ لاہوری کا نمونۂ کلام بھی نوادر میں گنی جانے والی چیزیں ہیں۔ شجرۃ المنتہی پر ایک خطبہ بھی دیدنی ہے۔ میر نور اللہ کا ذکر بڑی عقیدت سے کیا گیا ہے۔ فن خطاطی کی نوک پلک دیکھئے تو تکنیکی شاہکار ہے۔

فیضی پر لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن یہ فیضی کی تصویر اس کے قلم کا شاہکار ہے جس کی دنیا بھر میں کوئی دوسری کاپی کسی ذخیرۂ کتب میں موجود نہیں اس لئے جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔

۲۷۷۔ آداب کتابت وانشاء:

یہ چار مختصر رسائل ہیں جس میں قالب فن کیلئے۔ سیاہی۔ کاغذ۔ قلمتراش۔ مختلف انداز کے کتابت اور مبادیاتِ فن کو واضح کیا گیا ہے۔

قلمتراش کا استعمال: بھولی ہدایت یاد آجانے کا نسخہ۔ سامان، ترکیب واجزاء۔ آب زر کی ساخت وپرداخت۔ منشی کا کردار۔ بزرگ کے حضور تحریر پیش کرنے کے آداب۔

صفحات کی گنتی میں ۱۳ کے ہندسہ کی نحوست۔ ت۔ ش۔ ع۔ ل۔ ک۔ م کی

نحوست سے محفوظ رہنے کا طریقہ۔ (ایک رسالہ ان ہدایت پر ختم ہوجاتا ہے)۔

(۲) قلمتراش اور قلم کی ساخت: خاص اصطلاحات وٹیکنیک۔ جزوی ہدایات۔ خاص نستعلیق کے اصول محلقات۔ منقوطات محرف مماثل وغیر مخصوص اصطلاحات کتابت اور انکی ٹیکنیک۔

(۳) شنگرف حل کرنے کی ترکیب: قلم بنانے کی ترکیب وہدایات۔ مختصر تاریخ فن کتابت۔ نقطہ کا بیان آخری رسالہ میں مصور حسین ماچھن کا ذکر ہے کہ۔ ''در سر کار نواب حامد علی خاں بدر ماہہ سی روپیہ ملازم ست۔

۲۷۸۔ مسئلہ تقلید:

(باستدعائے مولانا محمود فضل نوشہ) کمال الدین عبدالرزاق احمد کاشی۔

مولف مذکور کا سنہ وفات ۷۳۰ھ وبقول بعض ۷۳۵ھ ہے مصر میں مدفون ہیں علامہ نور الدین عبدالصمد نطربی کے مرید تھے۔ مسئلہ وحدت الوجود پر علامہ علاء الدولہ سمنانی سے نوک جھونک رہتی تھی۔

زیرِ نظر رسالہ علامہ کاشی نے مولانا محمود فضل کی فرمائش پر لکھا جس میں مسئلہ تقلید پر نقد ونظر کی گئی ہے۔ نہایت خوشخط عالمانہ طرز نگارش۔

اسی میں ایک اور رسالہ مبداء ومعاد بھی مجلد ہے۔ شیخ علاء الدولہ سمنانی انکی ایک تالیف ''شرح خصوص الحکم'' کے ذیل میں فہرست کتب خانہ رام پور (ہند) رقم طراز ہے۔

''شارح علام بہت بڑے فاضل علوم ظاہری وباطنی کے جامع شیخ نور الدین عبدالصمد نطزی کے شاگرد رشید تھے اس شرح کے علاوہ آپکی تصانیف بہ تفسیر تاویلات۔ کتاب اصطلاحات صوفیہ۔ شرح منازل وغیرہ بھی ہیں۔ آپ شیخ رکن الدین علاء الدولہ کے معاصر ہیں۔ مسئلہ وحدت الوجود پر تحریری مناظرہ بھی ہوا

جسے نفحات الانس نے محفوظ کرلیا ہے۔ کشف الظنون میں ان کا سنہ وفات ۷۰۳ھ درج ہے ہر دو سال نایاب ہیں۔ آخر میں شیخ علاء الدولہ اور شیخ محی الدین کی مراسلت بھی کاتب غباریؔ نے شریک کردی جس پر ۱۰۶۸ھ کتابت درج ہے۔

کاتب بھی اپنے دور کا استادفن اور خفی قلم پر بڑی قدرت کا مالک ہے جو بجائے خودایک تحفہ یادگار ہے۔

۲۷۹۔ شرح خطبۃ البیان (از مولائے متقیان)

از خواجہ محمد دہدار تخلص فانیؔ:

خواجہ محمد دھدار فانیؔ شیرازی ابن ابو محمد دھدار عیانیؔ نے اپنی ایک تصنیف ''کواکب الثاقب'' میں اپنا پورا نام محمد بن محمود بن محمد لکھا ہے۔ منتظم ناصری نے سال وفات ۱۰۱۶ ہجری بتایا ہے۔ بقول ''صبح گلشن'' علوم رسمی کی حد تک شاہ فتح اللہ شیرازی کے شاگرد تھے اور راہ طریقت میں شیخ حسن نجفی کے مرید تھے عادل شاہی دور میں دکن آئے احمد نگر کی دیوانی کے منصب پر سرفراز رہے آخر میں ترک دنیا کرکے سورت چلے گئے اور وہیں ۶۹ سال کی عمر میں ۱۰۱۶ھ سفر آخرت اختیار کیا ان کی ایک تصنیف الف الانسانیہ مخزوفہ کتب خانہ ''آستانہ قدس رضویہ مشہد'' میں یہ تفصیلات موجود ہیں۔

زیرِ نظر شرح خطبۃ البیان۔ ایک ایسا نادرونایاب مخطوطہ ہے جس کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ اس کے علاوہ خواجہ صاحب کا نمونہ نظم تو وہ جنس نایاب ہے جو زیر نظر مخطوطے کے خاتمہ کے سوااور کہیں نہیں ملتا۔

فرمودات حضرت علی علیہ السلام کی تشریحات وتوضیحات زبانوں پر پہرہ بندشوں اور تیغوں کی چھاؤں میں بھی لکھی گئیں اس لئے ان سرفروشوں اور جیالوں

کی جرأت و ہمت تو بیشک لائق تحسین و آفرین ہے ہی لیکن جہاں سلاطین کے لطف و کرم کی موجیں لکھنے والے کے قدم چومتی ہوں بذل و عطا کے طوفان اُمڈ تے ہوں وہاں لکھنے والے کی جولانی طبع، رسائی ذہن، عمق فکر اور نکات و غوامض کی توضیح و تشریح میں آزادی اظہار کی نعمت کیا کیا گل نہ کھلائیگی۔

عادل شاہی و نظام شاہی وہ خوش اعتقاد شیعہ حکومتیں تھیں جنکی دشمنی میں اورنگ زیب عالمگیر نے ہندوستان کے دروازے غیر مسلموں کیلیئے بے دھڑک کھول دیئے اور مسلم اقتدار کا بند ایسا ٹوٹا کہ پھر کسی کے قابو میں نہ آسکا۔

ایسے سازگار ماحول میں علامہ دھدار فانؔی کے قلم کی طوفانی موجیں دیدنی اور عجوبۂ روزگار ہیں مشہور و معروف کتب خانوں کی کسی فہرست میں اس مخطوطے کا ذکر نہیں ملتا۔

پاکستانی مقرر علامہ طالبؔ جوہری کا بیان ہے کہ انھوں نے ایک مطلا و مذہب مخطوطہ انگلینڈ میں دیکھا جسکی فوٹو کاپی ان کے پاس محفوظ ہے۔ چھ انچ۔ تین انچ سائز پر اعلیٰ درجے کے خطاط کا کارنامہ صفحات ۲۵۰۔

۲۸۰۔ عہدِ قدیم میں رائج الوقت اقلام و ابجدیں:

یہ صرف سولہ صفحات کا ایک مختصر سا مخطوطہ دنیا کی قیمتی ترین معلومات کا خزانہ ہے۔ نادر و نایاب۔ کسی مردِ فاضل نے زمانۂ قدیم میں رائج الوقت مختلف اقلام اور ابجدوں کی گنتی معہ نمونۂ قلم پیش کی ہے۔ مثلاً

(۱) برناوی (۲) رابع برناوی مصحف الشمس (۳) پنجم برناوی قلم السطری برائے طلسمات (۴) قلم یونانی۔ قسم اول (۵) قلم یونانی۔ قسم دوم (۶) قلم عبرانی۔ شش قلم است (۷) قلم سریانی۔ دو قسم (۸) قلم الاحجار (۹) قلم دیگر

اجار کہ موافق قسمی از قلم رومی ست (۱۰) قلم طبر قال قلم پہلوی (۱۱) قلم قلقطیر بابلی جہتہ عل عقود (۱۲) قلم قلقطیر کا ہی صغیر جہہ صفور (۱۳) قلم عینی بترتیب ابجد (۱۴) قلمیکہ جابر بن حیان ''کتاب راحت'' نوشتہ (۱۵) قلم معروف باجمی (۱۶) قلم ارمانوی (۱۷) قلم رملی (۱۸) قلم نبطی (۱۹) قلم نطینی (۲۰) قلم قبطی (۲۱) قلم کتاب لاطیس وطلسمات (۲۲) قلم کتاب نوامیس الکبیر سوس (۲۳) قلم کتاب سرالاسرار (۲۴) قلم تحلیب (یہ انتہائی پیچیدہ نمونہ ہے) (۲۵) قلم رومی (۲۶) قلم مشجر (۲۷) قلم صابالے (۲۸) قلم نیرنجات (۲۹) قلم سیمای کبیر (۳۰) قلم سیمای صغیر (۳۱) قلم العقول (۳۲) قلم الصابیٰ (۳۳) قلم داوری (۳۴) قلم اسماعیل (۳۵) قلم الطبیعی (۳۶) قلم جعفری (۳۷) قلم الاسرار (۳۸) قلم حمیری (۳۹) قلم شجر

یہ گنتی میں صرف سولہ صفحات ہیں لیکن عجیب نادر ونایاب چیز ہے۔

۲۸۱۔ ہندو تصوف:

ہندوستان کی تاریخ میں ایک ایسا دور بھی گزرا ہے جب ہندوؤں کی مذہبی کتابیں بھی بجائے ہندی یا دیوناگری کے فارسی میں لکھی جاتی تھیں۔ مغلِ اعظم شہنشاہ اکبر کے عہد میں ہندوؤں نے بھی اپنا لٹریچر فارسی زبان میں تحریر وشائع کیا۔ زیر نظر مخطوطہ ممکن ہے اسی دور کی یادگار ہو۔ کاغذ کی یہ قسم عہد اکبری کے مخطوطات میں عام رہی ہے۔ حق شناسی، برہمن کی پہچان، آتما، ترکِ دنیا وغیرہ امور پر گفتگو کی گئی ہے۔

اندازِ قلم منشیانہ ہے یعنی پیشہ ور کاتبوں جیسی تحریر ہے کہتا ہے۔

''بی شناسائے حق کے پیچھے دوڑنا ایسا ہے جیسے بغیر سمجھے عملِ نیک کرنا الخ، جو

شخص زراعت کرنا نہیں جانتا یا زراعت نہیں کرتا اسے زرخیز زمین کی ملکیت کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے نتیجہ اعمالِ مشغول بآ تما غیر متناہی و ہرگز تمام شدنی نیست'' الخ

چند تاریخی مکتوبات

بقلم خفی اعلیٰ، برکاغذ ملون (رنگین)، (مندرجات) ۔ خط خفی کی قدرت و نفاست قابلِ داد اور نایاب ہے۔ ۱۔ ابوالحسن کی شکست ۔ غازی الدین خاں بہادر کا سجدۂ شکر ۔ قلعہ پر کامیاب حملہ کی پلاننگ نتیجتاً خوشخبری

نویدِ فتح و ظفر چوں بہ بادشاہ رسید
نوائے عیش و مسرت بہ مہر و ماہ رسید

۲۔ مکتوب خواجہ ہاشم ولد خواجہ قاسم بہ نواب خان زماں نوشتہ۔

۳۔ خواجہ ہاشم کے منظوم خط کا جواب منظوم۔

شب سویدائے دل اندر اشک ناب انداختیم
بے اثر بود ایں مے افیون در شراب انداختیم

نواب خان زماں کے جواب کا مطلع۔

ما زخم در شیشۂ خالی شراب انداختیم
باز زلف فتنہ را در پیچ و تاب انداختیم

۴۔ ایک خط مستوفی الممالک کی جانب سے منجم جلالہ کے نام۔

۵۔ ایک خط نصیر ہمدانی کا ملا مظفر حسین کے نام۔ فقیر نصیر گنجائش داشت کہ بتحریک نسیم اشتیاق چو نسیم ''مصلیٰ و آب رکناباد'' جنبش نایدو با دل تنگ بیک اللہ اکبر پیشانی با استقبال آید...... الخ۔

اللہ اکبر کا جا بجا استعمال عہد اکبری کی خصوصیت ہے۔

۶۔ایک خط محمد قلی سلیم کا خلف اسلام خاں مرزا اشرف کے نام فتح کی خوشخبری

نویدِ فتح و ظفر چوں بہ بادشاہ رسید
نوائے عیش و مسرت بہ مہر و ماہ رسید

۷۔محاسب شاید جاگیر کے کاغذات کسی حسابی ضرورت سے لے گیا اس کی واپسی میں تاخیر کا منظوم شکواہ۔

باخویش برد کاغذ جاگیر ازیں گماں — کانجا ہمیں معاملہ خواہد جواب کرد
در بوتہ تغافلم انداخت مدتی — ہمچوزر زِ آتش ملو اسم اب کرد
یارب نصیب ہیچ مسلماں وگرمباد — ظلمی کہ ان برہمن خانہ خراب کرد

۲۸۲۔تحریرِ قرآن کے مختلف مراحل:

اس موضوع پر یقیناً مبسوط کتب بھی موجود ہیں لیکن زیرِ نظر کسی اسکالر کی ایک کوشش وتلاش ہے لیکن افسوس کہ سعی ناتمام ہے۔جن عنادین پر فاضل محقق کچھ لکھ سکا ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔وقت نزول تحریر کا انداز کیا تھا۔

۲۔بعد میں کیا کیا تغیرات ہوئے۔

۳۔آخر میں بہت باریک قلم سے کسی بلند پایہ محقق اور ریسرچ اسکالر کے نوٹس ہیں۔تحریرِ قرآن کے موضوع پر یہ ایک جدید الخط ممکن ہے کسی طالبِ علم ہی کے نوٹس ہوں لیکن موضوع اپنی جگہ موقع فراہم کرتا ہے مزید تحقیق کا۔

۲۸۳۔تحفۃ المسافرین:

دیکھنے میں صرف پانچ صفحات ہیں لیکن قدیم الکتابہ۔یہ اس دور کی بات ہے کہ جب ”سفر نمونۂ سقر“ تھا اس لئے روانگی سے قبل گردوپیش پر گہری نظر ڈالنے

کے علاوہ طلبِ تائیدایزدی سب سے اہم جزوتھا۔استخارہ اور تفاول کا دستور آج بھی بعض گھرانوں کا نہایت پابندی سے معمول رہا ہے۔ اِن صرف تین قدیم الکتابہ اوراق میں ہدایات ہیں کہ پروردگارِ عالم سے طلب خیر کروخواہ تسبیح کی مدد سے یا کلام پاک کی زبان سے تفاول واستخارہ مذہبی نقطہ نظر سے صرفِ نظر کرتے ہوئے بھی یہ یادرکھنے کی بات ہے کہ جب کوئی بھی اللہ کا بندہ اپنے پروردگار سے پرخلوص انداز میں مدد طلب کرے گا تو مایوس نہ ہوگا۔

۲۸۴۔مجموعہ ادعیہ:

انسان جب مادی ذرائع سے مایوس ہوجاتا ہے اور کوئی صورت یاس و نا امیدی سے خلاصی کی نہیں رہتی تو بے اختیار اس کی طرف رجوع کرتا ہے جسے کسی نے نہیں دیکھا۔اس کی مایوسی کی آواز بے صداپر وہ متوجہ ہوتا ہے جواس کا مالک حقیقی ہے۔وہ اپنے بندے کی کوتاہیوں اور غفلتوں کو پسِ پشت ڈال کراسے سہارا دیتا ہے اور پھران مایوسیوں کا چھکڑا کامیابیوں کی طرف سے دوڑنے لگتا ہے۔

"ادعو الستجیب لکم"

۲۸۵۔میدانِ کربلا میں زعفر جن اور امامِ عالی مقام علیہ السلام:

کربلا کی ٹریجڈی تاریخ عالم کی وہ واحد حزینہ داستان ہے جس کی مثال صدیاں گزرنے کے بعد بھی پیش نہ کی جاسکی نہ آئندہ کبھی اس کا امکان ہے۔ روایت صیحہ کے اعتبار سے اجنہ (جنوں) کا سردار زعفر جن بھی اپنے فوجی کرّوفر اور جاہ وحشم کے ساتھ امام کی امداد کے لئے میدانِ کربلا میں آیا تھا اور مخالفین کی تباہی کے لئے اپنی بھرپور اعانت وتعاون کو پیش کیا تھا لیکن انسانوں کے مقابلے

میں جنوں کو اذنِ جہاد دینا شانِ امامت کے خلاف تھا اور پھر کربلا کوئی دنیاوی اقتدار کا معرکہ تھوڑی تھا یہ تو بقائے اسلام کے لئے خانوادۂ رسالت کی قربانی اور منشائے قدرت تھا۔

رحمت اللہ اردوئے قدیم کا ولی کی ٹکر کا (ہم پلہ) شاعر ہے یہ منظومہ زعفرِ جن اُس کا کارنامہ ہے۔ لیکن اردو تذکرہ نگاروں نے اسے بالکل نظر انداز کر دیا شاید مرثیہ گوئی کے علاوہ دوسری اصنافِ سخن میں رحمت اللہ نے کوئی پیش رفت نہیں کی اور صرف عقیدت مندیوں ہی کے گلدستے سجائے ۱۲۴۰ ہجری کا یہ قادر الکلام آج بھی اہلِ قلم سے داد طلب ہے کتابی سائز۲۴۰ صفحات۔

۲۸۶۔ چند مفید یادداشتیں (قرآن سے متعلق):

کسی صاحبِ ذوق نے کچھ یادداشتیں محفوظ کی ہیں مثلاً ۱۔مفسّرینِ قرآن ۲۔قواعد داں جنھوں نے اعراب ونقاط استعمال کیے ۳۔مختلف خطوط جو عربی رسم الخط میں لکھے جاتے تھے۔

اس سلسلے میں ایک عجیب انکشاف ہم سمجھتے ہیں کہ قدیم قرآن مجید کے نسخوں میں آیات کی تعداد ہمیشہ یکساں نہیں ہوتی۔ محقق نے اس سلسلے میں متعدد نمونے پیش کیے ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے اختلاف کے (۳۰) نمونے بھی صفحات و سطور کے حوالے سے پیش کیے ہیں۔ سورہ، صفحہ وسطر تک کا حوالہ پیش کیا ہے۔

کسی محقق کے لئے ایک اچھی بنیاد ہے کہ وہ اس پر کوئی مضبوط عمارت تیار کرے زیادہ قدیم نہیں جدید الخط ہے پنسل سے بھی لکھا ہے عنوان قائم کیا ہے ''قرآن مجید کو سائنس کی روشنی میں سمجھنے کے لئے تین باتوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔ مفسرین قرآن (قواعد دان جنھوں نے اعراب ونقاط کا استعمال کیا) ۲۔مختلف

خطوط جو قدیم عربی رسم الخط میں رائج تھے۔

۲۸۷۔ کمالِ فن کا ایک نمونہ، سادہ و پُر کار:

اس سائز کا ۱۴۲، اوراق کا ایک ڈھائی انچ ضرب آدھا انچ ایک کتابچہ ہے کسی اہم اور نہایت عزیز الوجود تحریر کے لئے سنہری، نیلمی و شنجرفی دوہری جلداوّل سے آراستہ کیا گیا ہے۔ پہلے صفحے پر تہدی جدول پیشانی کے لئے علیحدہ اہتمام مہارتِ فن کا نایاب و بیش قیمت نمونہ ہے آخر کے صفحہ سے تسلسل کی نشان دہی ہوتی ہے خاتمہ کا اندازہ نہیں نہ معلوم کتنے اوراق پر یہ محنت کی گئی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بے اختیار قلم کار کی مہارتِ فن کی داد دینی پڑتی ہے کسی نہایت ہی اہم شاہی یا مقدس تحریر کے لئے یہ اہتمام کیا گیا ہے۔

۲۸۸۔ تذکرۂ خوش نویساں و مصوراں:

تالیف علاؤ الدین موسوی ۱۰۰۴ھ کے اہلِ قلم ہیں دنیا بھر میں صرف ایک ہی کافی ہے جو خاص و عام کی دسترس سے ماوراء حیدر آباد دکن میں نواب سر سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ حکیم سید مظفر حسین صاحب نے ''دہلی بارہویں صدی'' کے عنوان سے ایک کتاب شائع کی جس میں نواب سر سالار جنگ بہادر کے بزرگوں کا تفصیلی ذکر ہے اس قربت کی وجہ سے نواب صاحب مرحوم نے علاؤ الدولہ موسوی کے تذکرۂ خوش نویساں کا فوٹو لینے کی اجازت دے دی تھی۔ جس طرح متن واصل تصنیف دنیا بھر میں ایک ہی کاپی ہے اسی طرح یہ فوٹو کاپی بھی دنیا بھر میں واحد نسخہ ہے۔

۲۸۹۔ اسرار الایقان وغیرہ:

معالجات سے متعلق چار دوا، دونوں چیزیں اس کا موضوع ہیں۔ شیخ بہاؤ

الدین عاملی ادعیہ کی دنیا میں خاصی معروف و مشہور شخصیت ہیں۔ان کے حوالہ سے روحانیات میں ''غالب مغلوب''، ''نجلیب'' و ''نکسیر'' وغیرہ ایسے موضوع ہیں جنھیں روحانیات کی دنیا میں بلند مقام حاصل ہے۔

ایک اور مستقل مخطوطہ ''اسرار الایقان در بیانِ اہل ایمان'' ہے۔آخر سے ناقص ہوگئی آغاز تو بسم اللہ سے ہوا ہے گو بظاہر اس سے قبل بھی چند صفحات ہیں جن سے مولف کا پتہ چلتا ہے غائب ہیں بہر حال مخطوطات میں ہر چہ از دوست میر سد نیکوست۔جو کچھ بھی ہاتھ لگ جائے قابلِ قدر ہے۔

۲۹۰۔صراحی قلمی:

کاملینِ فن نے اپنی مہارت قلم اور تحریر کی قدرت کا مظاہرہ مختلف انداز میں کیا ہے۔زیرِ نظر صراحی میں حُسنِ تحریر کے ساتھ ساتھ پیمائش اور صراحی کا صحیح اسٹرکچر کہ ایک شوشہ نقطہ بھی پیمائش سے باہر نہیں قابلِ دیدوداد ہے۔

کوئی ایسا نشان یا ایسے آثار بھی نہیں ملتے کہ پہلے پنسل سے صراحی کا خاکہ بنا کر تحریر کے بعد مٹا دیا گیا ہو نہ صرف قلم بلکہ پیمائش کرنے والی نظر بھی اپنی جگہ داد وتحسین کی مستحق ہے۔بیاض کے دو صفحات،صراحی کی گردن،ملوق،پیندا کہیں بھی پیمائش میں کوئی انگلی رکھنے (انگشت نمائی) کی جگہ نہیں۔

متن میں سلاطین ہیاطلہ خراسان کی ایک جنگ کا ذکر ہے۔حاشیہ کا فریم امیر کے کلام سے مزین ہے۔ پیندے میں ایک طرف سلطان الخطاطین جناب یاقوت کا ذکر ہے کہ ان کی تحریر کا ایک حرف ایک تنکہ (اس دور کا روپیہ کہہ لیجئے)

کلمہ دو تنکہ پنج تنکہ، صفحہ بصد تنکہ و مصحف بہ بیست ہزار تنکہ زر خت میشد''

اپنے رشحاتِ قلم کی اتنی قدر و قیمت شاید ہی کسی کو نصیب ہوئی ہو۔

کاتب ان صراحیوں کا بھی مہارتِ فن میں یعقوت (یاقوت) کا ہم پلہ نظر آتا ہے (یاقوت کے مجموعۂ نستعلیق میں اس تحریر کو رکھ دیا جائے تو ماہرِ فن کے سوا شاید ہی کوئی امتیاز کر سکے۔

۲۹۱۔ نکات یوگا (ہندو تصوف)

شکتی بھگتی اور بھگوان تک رسائی حاصل کرنے کے انداز مختلف اقوامِ عالم میں مختلف رہے لیکن قدرِ مشترک بہر حال ایک ہے چاہے اسے ''ترکِ دنیا''، ''گیان دھیان'' تپسیا کچھ بھی کہہ لو۔ اصل مطمحِ نظر مخلوق کا خالق سے خواہ کمزور ہو یا مضبوط رشتہ رابطہ اور تعلق ہے۔ مسلمانوں نے اسے تصوف اور ہندوؤں نے یوگ کا نام دے دیا ہے۔

زیرِ نظر مخطوطہ فارسی زبان میں ''شری لال جی صاحب سہارے'' کے عنوان سے کچھ خطوط ''پترز'' ہیں جن میں نکتہ کے عنوان سے رموز و غوامض کی تشریح کی گئی ہے۔ مثلاً پہلا خط ''نقل کردہ پتر بابا صاحب ہر روپ برھماں سکھ ندھاں بابا صاحب گوپال، کہ ارس، ساختند جیو در جواب بینتی پتر ادرود فرسودہ بودند الخ''

چار انچ آٹھ انچ سائز میں خوش خط نہیں بلکہ رواں قلم سے، اس خط میں ٦ نکات مثلاً ''نکتہ پتر دیگر قابل گفتن و شنیدن و اختیار نمودن و بعمل آوردن ایں کہ لکھل پور کھار تہہ ہر کے سُد ہے واجب احترامت''......الخ۔

۲۹۲۔ غدر پیشِ نظر (آنکھوں دیکھا حال ۱۸۵۷ء)

آغا مرزا بیگ نواب سرور جنگ بہادر تاجدار دکن نواب میر محبوب علی خان نظام الملک کے (ٹیوٹر) اتالیق مرزا جواد بیگ) عرف مرزا مغل اکبر بیگ بدخشی

جنھیں مرزا نوشہ اسد اللہ خان غالبؔ کی حقیقی بہن بیاہی گئی تھیں مرزا اکبر بیگ بدخشی کا سلسلہ۔

مرزا اکبر بیگ

مرزا عاشور بیگ — ڈپٹی مرزا عباس بیگ — مرزا جواد بیگ عرف مرزا مغل

آغا مرزا بیگ — مرزا فیاض بیگ — مرزا ساجد بیگ — مرزا واجد بیگ

نواب سرور جنگ بہادر

اس طرح نواب سرور جنگ حضرت غالبؔ کے پوتے تھے۔ زیر نظر غدر ۱۸۵۷ء کا آنکھوں دیکھا حال نواب سرور جنگ کے قلم کی ایک قیمتی دستاویز ہے۔

۲۹۳۔ لغت الحدیث:

صرف مشکلات و مغلقات تک محدود چند صفحات ہیں۔ طلائی و شنجرفی و قلمی جدول، اعلیٰ درجہ کا خطاط ماہرِ فنِ نسخ و نستعلیق دونوں کا ماہر، گو چند ہی اوراق ہیں لیکن مہارتِ فن، نسخ کی تحریر کا ایک خاص انداز اور آخر میں ''ابو جعفر محمد بن علی بن موسیٰ بن بابویہ القمی قدس اللہ روحہ'' کی نسبت سے اسے نقص متن کے باوجود ایک اہم مقام کا مالک بنا دیا یعنی بر بنائے ''ناقص و نامکمل'' اسے ضائع نہیں کیا جا سکتا۔

۲۹۴۔ ''پالی'' زبان کی قیمتی کتاب

تاڑ کے پتوں پر تحریر کا جو انداز تھا وہ بھی دیدنی ہے۔ سبائل یا سیبل کچھ دیویاں تھیں جن کا مسکن اس عہد کے غار تھے۔ وہ اپنی تحریریں غار کے دہانوں پر رکھ دیا کرتی تھیں (کچھ ''پتے'') ایک مستقل کتاب جس کی زبان و تحریر کو اب تک

کوئی واضح نہ کرسکا ان پتوں پر ''تحریر'' (تازے پتہ پر نوک دار قلم سے کھدائی) ہے۔

اس کتاب کی تجلید کا بھی ایک خاص طرز و انداز ہے۔ اپنے حلقۂ تعارف میں کوئی اسے پڑھ نہ سکا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نہ ہندی ہے نہ سنسکرت بلکہ ''پالی'' زبان کی تحریر ہے۔ مذکورہ بالا معلومات ایک لغت قدیم .... (لمپریری کلاسیکل ڈکشنری) سے فراہم کی گئی ہیں جسے جارج رٹلیج اینڈ سنز لمیٹڈ نے لندن سے ۱۹۰۲ء میں شائع کیا تھا (انگلش میں تفصیلات لائقِ ملاحظہ ہیں آخری ورق ملاحظہ ہو)۔

۲۹۵۔ سیبا ئیلن ورسز (............):

ورس کا لفظ عام طور پر نظم کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن پیش نظر، ہندی، سنسکرت یا پالی زبان میں تاڑ کے پتوں پر تحریر (کھدائی) ایک ایسے تیز نوکدار فولادی قلم کا کارنامہ یہ جس کی مثال کسی عجائب خانہ یا میوزیم میں بھی شاید ہی ہو بظاہر یہ نثر ہی معلوم ہوتی ہے۔

ماہرینِ فن لغت نے اس تخلیق قلم کو ''سیبا ئیلن ورسز'' سے موسوم کیا ہے۔ پتہ سوکھنے کے بعد یہ خوبی پیدا نہیں ہوسکتی تھی اس لئے تازہ پتہ استعمال کیا گیا جس پر نوکدار قلم کھدائی کا کام کرتا چلا گیا۔ تحریر کے فوراً بعد سیاہی یا راکھ جیسی کوئی گرد اس تحریر پر ڈال دی جاتی تھی جو پتہ سوکھنے کے بعد بھی صاف پڑھی جاسکتی تھی اور آج بھی بلا جھجک پڑھ سکتے ہیں۔ دکن کے پرانے پنڈت اسے پالی رسم الخط کہتے تھے لیکن زیر نظر تحریرات اتنی قدیم ہیں کہ وہ پنڈت پروہت بھی سب کچھ نہ پڑھ سکے بس بات .... (شناخت قلم) تک رہ گئی اور تحریر کے محتویات کی وضاحت نہ ہوسکی۔

اس کی تجلید ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ بھی عجیب ہے غالبًا تاڑ ہی کی ایک لکڑی چوڑائی میں ایک انچ بالکل پتہ کے سائز کی لمبائی میں کم وبیش ایک فٹ، چھ انچ اور آٹھ انچ تک موٹائی میں آدھا انچ اور پون انچ تک ایک تمام پتوں کے اوپر ایک نیچے، سرے سے آدھا انچ چھوڑ کر ایک ایک سوراخ دونوں طرف اسی مناسبت سے دو دو سوراخ پورے پتوں کے بنڈل میں تحریر سے قبل ہی کرلیا جاتا تھا اس لئے سوراخ کی زد میں کسی بھی پتہ کی کوئی عبارت لفظ یا حرف نہیں آیا۔ تکمیل تحریر کے بعد عبارت کے تسلسل کو مجروح کئے بغیر بالکل کتاب کی طرح پڑھنے کے لائق رکھ کر (غالبًا تحریر متن سے قبل ہی) اس میں ایک ایک لکڑی ہی کی میخ دونوں سروں کے لئے تیار کرلی جاتی تھی کاتب ان دونوں سوراخوں کو چھوڑ کر پوری کتاب لکھ ڈالتا تھا پھر تکمیل کے بعد ان دونوں سوراخوں میں ایک ایک میخ پرو کر پوری کتاب کو مکمل کرلیا جاتا اور ان دونوں میخوں کے ایک ایک سرے پر بٹن کی طرح موٹائی باقی رکھی جاتی تھی اب ایک ایک ڈوری دونوں میخوں میں رہتی۔ میخیں پتوں کے سوراخوں میں آر پار رہتی تھیں اور اس طرح سب پتوں کو جمع کرنے کے بعد موٹی لکڑی (گویا) جلد کے دو گتے تمام پتوں کو اپنے قابو میں رکھتی تھی اور مطالعہ کے بعد دو ڈوریوں سے باندھ دیا جاتا تھا اس طرح یہ نہایت محفوظ کتاب کی حیثیت سے آج تک باقی ہیں۔

دنیا کی کسی قوم کو اپنی جنبش دست وگردشِ قلم سے حسین، دیدہ زیب وقیمتی نتائج حاصل نہیں ہوئے جو مسلمانوں کا طرّۂ امتیاز ہے مثلاً زلف عروس، کوفی، نسخ، نستعلیق، خفی، جلی، شکست، غبار وغیرہ۔

مختلف دیدہ زیب ونظر فریب، تحریر کے اسٹائلز ہیں جن کے ہمسر یا مدِ مقابل

کسی دوسری زبان میں نہیں ہیں۔

مسلم سلاطین، امراء اور زعما کی بھرپور سرپرستیوں اور قدردانیوں نے گردشِ قلم کو کس کس انداز تنوع سے بنا سجا کر پیش کیا وہ گلکاریاں ع۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں

آج یہ سب ناپید اور صرف محکمہ آثارِ قدیمہ کا اثاثہ بن کر عوامی زندگی سے دور تر ہوتی جارہی ہیں۔ آثارِ قدیمہ کے شوقین اور آرٹ (فائن آرٹ) کے رسیا سیکڑوں ہزاروں ڈالرز ادا کر کے ان نوادر کو حاصل اور محفوظ کرتے ہیں۔

تصویر کشی اور صورت گری چونکہ اسلام میں مذہباً ممنوع ہے اس لئے مسلمانوں نے اپنے ذوق تجمیل اور حسن پسندی کے اظہار و تسکین کی ایک نئی راہ تلاش کر لی اور الفاظ کو تصاویر بنا دیا۔

۲۹۶۔ نمونۂ زلف عروس:

زرِ خالص کی چمک دمک کے ساتھ ساتھ آرٹسٹ کی موقلمی اور ''دندان موش'' کا ماہرانہ مظاہرہ قابلِ قدر و مستحقِ داد و تحسین ہے۔ کاتب مرزا محمد رفیق کا ممنونِ کرم معلوم ہوتا ہے جنھیں اعلیٰ حضرت مخدومی کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

فنکاروں نے اس انداز تزئین کو ''دندان موش'' کے نام سے یاد کیا ہے جبکہ اندازِ قلم ع ''ان کے شانوں پر تری زلفیں پریشاں ہو گئیں'' کا مظہر ہے۔

۲۹۷۔ میر صفی الحسینی:

میر صفی الحسینی کے متعلق سام مرزا فرزند شاہ اسماعیل صفوی (ا) متوفی ۹۸۴ء کا بیان ہے۔ ''از سادات رفیع الدرجاۃ نیشاپور ست در خوش طبعی و دقت ذہن

بغایت مشہورست، ورعلم عروض ماہر وخطوطش خصوصاً نستعلیق بسیار خوب و در محاورات وآداب صحبتش، بس مرغوب۔ ایں مطلع ازیشانست۔

بردار نقاب از رخ و حیرانیٔ من میں

بکشا گرہ از زلف و پریشانیٔ من میں

افسوس کہ مخطوطہ بس آثار قدیمہ کا تبرک ہی رہ گیا ہے۔

۲۹۸۔ازھار العروش فی اخبار الحبوش، تلخیص کتاب ''شان الجشان''

مزین بمہر۔

''محمد المعتصم باالنبی صلعم اکرم''

ممکن ہے حبشیوں کی یہ تاریخ (مکمل) دنیا کے کسی گوشہ میں موجود ہو لیکن زیرِ نظر ایک ورق ہی اپنی قدامت کے اعتبار سے بہرحال قابلِ قدر ہے اور آثارِ قدیمہ کے ذخائر میں اپنی جگہ کا متلاشی۔ یہ مہر عباسی خلیفہ معتصم باللہ کی بھی ہو سکتی ہے اور اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ماہرینِ آثارِ قدیمہ ہی لگا سکتے ہیں۔

۲۹۹۔ایک مخصوص اندازِ قلم:

جسے بعد میں حاشیہ پر کسی ماہرِ فنِ تحریر نے اس کا زمانہ عہد ''فیروز شاہ تغلق ہند'' تجویز کیا ہے۔ اس دعویٰ کی تردید کا جب تک کوئی ٹھوس ثبوت نہ ہوا سے ماہر فن کی رائے سمجھا جانا چاہیے۔ موضوع کے اعتبار سے کسی لغت کا ایک ورق معلوم ہوتا ہے۔ اصل لفظ کی زبان قطعاً نامانوس نادر و نایاب ہے۔ ترجمہ کی زبان بھی نامانوس فارسی ہے ریسرچ اسکالرز کے لئے دعوتِ فکر ہے۔

۳۰۰۔نواب خانخانان بہادر کا لیٹر پیڈ۔ مطلا مونوگرام سادہ:

نصائح نفیسہ: کے زیرِ عنوان کسی اعلیٰ درجہ کے خطاط کا قلمی شہ پارہ ہے۔ لقمان، ارشمیدس، بقراط، ارسطو، سقراط، بوذر جمہر، اذفیثقوس، جاماس، بکلیموس نامی، حکما وفلاسفرز کے حوالہ سے کامیاب زندگی گزارنے کے سنہری اصول منظوم نہایت خوش خط۔ (پانچ اشعار کو قلم زد کر دیا گیا ہے) نصائح حکمت ہیں۔ بظاہر منظومہ مکمل ہے لیکن شاعر نے نہ کہیں اپنا نام بتایا نہ تخلص۔ آخری صفحہ ''سادہ'' رہ جانے کی یہ تعبیر بھی کی جاسکتی ہے کہ ابھی مزید لکھنے کا ارادہ تھا جو کسی وجہ سے پورا نہ ہوسکا بہرحال ایک تحفہ چیز ہے۔

۳۰۱۔وصالؔ:

۱۲۵۸ء ہجری کی بلند پایہ خطاط، اربابِ حکومت میں کسی صاحبِ ذوق رئیس وقت کے متوسلین میں ہوں گے اس لئے کہ طلاکاری وتذہیب صرف صفِ اوّل کے امراء ورؤسا کی پیشکشوں اور نذرانوں کا امتیاز تھا۔

وصالؔ کو جتنی قدرت نسخ پر ہے نستعلیق پر نہیں معلوم ہوتی۔

۳۰۲۔علی بن ہلال معروف بہ ''ابنِ بواب'':

کچھ تحریریں ایسی ہوتی ہیں جنھیں خطاط کے قلم کی خصوصیات سے پہچانا جاتا ہے۔ ''ابنِ بواب'' کی تحریروں کو بھی اس کی اس خاص ٹیکنیک کے حوالہ سے بے دھڑک پہچانا جاتا ہے کہ اس کی تحریر میں ''م'' اور ''و'' کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔ ابنِ بواب کا نام محمد بن اسد الخطاط تھا لیکن شہرت ملی ''ابوحسن علی بن ہلال خطاط'' کے نام سے۔ ان کے والد بغداد میں ''ہلال بواب'' کے نام سے مشہور تھے۔ ان کا

انتقال ۴۱۳ھ مطابق ۱۰۲۲ء میں ہوا اور مدفن امام احمد بن حنبل کی قبر کے قریب ہے۔

تحریر کا انداز و اسلوب اصل میں ابنِ مقلمہ وزیرِ سلطنت سے منسوب ہے لیکن ابنِ بواب نے ''کھلی آنکھ'' کی خصوصیت سے ایسا اپنایا کہ وزیر کو سب بھول گئے۔

ابنِ بواب کی وصلیاں نایاب اور بیش قیمت سمجھی جاتی ہیں یہ ابن مقلمہ سے آگے نکل گیا۔

۳۰۳۔ یاقوت المعتصمی:

عباسی خلیفہ المعتصم باللہ کی توجہاتِ خاص اور قدر دانی نے خلیفہ کے نام کو بھی اس کا جزوِ اسم بنا دیا۔ بغداد کی کھلی مارکیٹ میں اس کے ایک ایک حرف کی قیمت قدر دان ایک سے بڑھ کر ایک لگاتا تھا۔ قدر دانوں نے اس کی لکھی ایک ایک سطر کو فی حرف قیمت لگا کر خریدا۔ قدر دانی ہی کی ایک شکل یہ بھی تھی کہ اس کی تحریر کو آبِ زر کی گلکاری سے مرصّع کیا جاتا تھا۔

زیرِ نظر وصلی پر ایک خاص مہر پشت کی جانب ہے اس پر غالباً ۱۳۰۰ء اصل ہندسہ تھا جسے بعد میں کسی نے ۱۳۱۰ء بنا دیا۔ ایک تحریر ''خط یاقوت است'' اس پانچ ہزار کے ہندسہ کو قیمت ہی کہا جا سکتا ہے۔''

''مولفہ زین الدین کے صفحہ ۱۹۵ء پر اس کی تفصیلی ذکر موجود ہے۔

۳۰۴۔ ''دی کر برتو گرم کنذ ہشتم زیم غیر''

صورت سے استادی عیاں اور قدامت نمایاں ہے۔ نہایت ماہرانہ قلم کی گلکاری و تزئین بھی ہے اب یہی کہا جا سکتا ہے کہ

''مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید''

۳۰۵۔ امیر شاہی:

امیر تیمور کے شاہزادے بالیسنغر مرزا کے دربار میں تھا۔ حاکم نے خواہش کی کہ شاہی تخلص چھوڑ دو اس لئے کہ شاہی خود شاہزادہ کا اپنا تخلص تھا۔

امیر نے تخلص سے دست بردار ہونے کے بجائے چپ چاپ نوکری چھوڑ دی اور دور دیس نکل گیا۔ یہ حضرت شاہی مولانا عبدالرحمٰن جامی جیسے بلند پایہ صاحب قلم کے استاد تھے۔ ان کا ایک دیوان بقلم محمد حسین تبریزی ولد شکر اللہ صفوی کیمبرج یونیورسٹی لائبریری میں ہے۔ مخطوطہ زیر نظر میں میر تہور خاں کے مکان کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے اس سلسلہ میں ایک لطیفہ سینے ''ایک دن نواب تہور خان نے سب احباب کو مدعو کیا۔ دستر خوان کا انتظار تھا کہ خان صاحب برہنہ شمشیر بدست داخل ہوئے اور آقا رشید کے سر پر کھڑے ہو کر فرمایا ''سنا ہے تجھے میری شاگردی سے انکار ہے'' آقا رشید نے عاجزی سے کہا ''آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟'' تو خان صاحب نے فرمایا ''در حضور اعزہ بگواہی اینان خطی با اعتراف شاگردی بنویس'' (اورینٹل کالج لندن میگزین اگست ۱۹۳۴ء)۔ (ان تمام معزز احباب کی گواہی کے ساتھ اپنی شاگردی کی تحریر لکھ دو)۔

وصلی بڑے اہتمام سے لکھی گئی ہے۔ قدامت کے باوجود آبِ زر کی چمک دمک دیدنی ہے۔

۳۰۶۔ نسخ، نستعلیق، جلی، خفی، موقلم:

کمالِ فن کا مکمل نمونہ۔ ایک جگہ کاتب نے ''رقم للک شکستہ رقم'' لکھ کر دستخط کئے ہیں لیکن طغرئ کی وجہ سے اس کا پڑھنا اور سمجھنا بھی کمال فن کا متقاضی ہے۔ اسی طرح ایک جگہ دستخط کا طغرئ اور جمادی الثانی ۲۳ء ممکن ہے

(۱۰۲۳ء) شقۃ العبد الاقل مرزا...... (نہیں پڑھا جاتا)۔

بہر حال اعلیٰ درجہ کا فنکار و صاحبِ قلم ہے۔ ہر اندازِ قلم، خفی، جلی، وسطیٰ مو قلم پر قدرت کا مظاہرہ ہے۔ دنداں موش طلاکاری تو خطاط کا کام نہیں ہوتا یہ صاحبِ جاہ و مرتبہ حضرات کی پیشکش اور ہدایا کے لئے مخصوص ماہرین فن کا منصب تھا۔ اس وصلی میں کاتب و فنکار نے متعدد مقامات پر اپنی قدرتِ فن کا مظاہرہ کیا ہے۔ بیک وقت اتنا تنوع کمال کی معراج ہے۔

۳۰۷۔ علامہ بہاؤ الدین:

کوفی علامہ بہاؤ الدین کا ''برادرِ دنیا و دیں'' ہمسر و ہم پلہ دانشور انہیں خط لکھتا ہے۔ نہ صرف نثر بلکہ میدانِ سخن کا بھی ماہر فن شہسوار ہے۔ تحریر میں بھی فنِ استادی کی منزل پر ہے۔ بسم اللہ کے بجائے ''ہوالمعز'' عام ڈگر سے ہٹ کر مخصوص اندازِ ذکر کا غماز ہے۔ تحقیق و ریسرچ کے اسکالرز کے لئے دعوت فکر ہے ممکن ہے شاہزادہ ''معز الدین'' کے ملازمین میں ہو جو شاہزادہ کے نام کی نسبت سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بجائے ذو معنی لفظ ''ھوالمعز'' استعمال کرتے ہوں گے۔

۳۰۸۔ رشحات قلم (نمونۂ تحریر) علامہ یعقوب حنبلی:

مولانا مرحوم کی کسی شرح یا لغت کا ایک ورق ۷۶۶ ہجری کی تحریر کا ایک نادر و نایاب نمونہ ہے۔ دوسرے صفحہ پر ''صحاح فی اللغۃ'' کے تعارف سے ایک مختلف اندازِ تحریر ہے لیکن یہ مولانا یعقوب حنبلی سے بہت بعد کا قلم معلوم ہوتا ہے گو اندازِ قدامت اپنی جگہ اہم ہے اور یہ حقیقت بھی ناقابلِ انکار ہے کہ کاتب مولانا یعقوب سے کچھ زیادہ دور کا آدمی نہیں۔ اندازِ تحریر میں گر مولانا یعقوب والی بات

نہیں لیکن قدامت اس کی نا قابلِ انکار ہے۔

۳۰۹۔نواب مرید خان بہادر صادق الحسینی ۱۱۳۰۔۱۱۶۱ھ ہجری:

محمد شاہ بادشاہ ہند کے شاہی صاحبِ قلم تھے جنھیں ''مرید خاں بہادر'' کے خطاب سے نوازا گیا تھا۔ درایت خاں وکفایت خاں فرزندانِ علی اکبر خوش نویس عہد محمد شاہی بھی نواب مرید خان کے شاگرد تھے۔

زیرِ نظر وصلی میں ایک حدیثِ رسالت پناہ ﷺ کو آبِ زر سے لبکار دندان موش آراستہ کیا گیا ہے۔

۳۱۰۔طلائی مونوگرام کا ایک سادہ لیٹر پیڈ:

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی جو پنہاں ہوگئیں

(نسخ وکوفی)......تصاویر قدیم

۳۱۱۔''فوٹو کاپیاں اور نیگیٹیوز''

۱۔جامعِ ازہر (ابتدائی زمانے کی صنعتی آرائش)۔

۲۔بعض قطعات من الصندوق الخاتمی۔الروضۃ العباسیہ عند اصلاحہ وترقیعہ۔

۳۔شاہد قبر صالح بن عبداللہ المرادی کتبہ ۱۸۵ھ۔

۴۔حجر فی فلسطین علیہ کتابہ فی خمسۃ اسطر ھٰذا انصحا۔

۵۔(۱) سطر الطریق۔(۲) عبداللہ عبدالملک (۳) امیر المومنین رحمتہ اللہ (۴) علیہ من ایلیا الی ھذا (۵) المیل تمنیہ امیال۔

ویفھم من ھذہ الکتابہ انہ کتبت حوالی ۸۶ ھ وصورتہ.

(مندرجہ بالا کتبہ ۸۶ ہجری کی تحریر ہے)

۶۔ ترجمہ قطعہ معروضہ فی الدار یرجع تاریخہا الی ۱۷۴ مرمہ من العہد العباسی (ومما) من شواہد القبور شاہد قبر القاضی ...... اللہ بن لھیعہ الحضرمی وتاریخہ ۱۷۴ھ۔

۷۔ مقحہ ص القرآن الکریم معہ مصحف السلطان برفوق صدسنہ ۷۸۴ الی سنہ ۸۰۱ ہجریہ۔

۸۔ الورقۃ الاولیٰ من تفسیر الموطا لابن مزین۔ رقم ۷۵۔

۹۔ قطعہ من خاتمہ القرآن رقم ۲۵، ۲/ ۸ من نقہ علی الرق رقم ۴۵۔

۱۰۔ محتمہ، علی الرق رقم ۹۔ ۲۱، علی الرق ملعبہ الکبیر رقم ۱۲۔

۱۱۔ ورقہ من مصحف فیہ فیدزخارف بنایۃ مذہبہ۔

۱۲۔ آخر السجل وعلیہ عقود الموتقین السبعہ۔

۱۳۔ عبارۃ الختم فی الجزہ الوحید الواصل ...... ۱۳/۲ نص ما علی الورقۃ الاولیٰ من مصحف الخاصہ۔

۱۴۔ ختمہ علی الکاغذ بالخط الکوفی رقم۔

۱۵۔ لکڑی کو محرابی شکل میں تراش کر دونوں بازوؤں پر حلزونی ستون قائم کئے ہیں۔

۱۶۔ صندوق العاجی لعبد الملک المنصور (۳۹۵ھ) محفوظ بکنیسہ بنبلونۃ العظمیٰ۔

۱۷۔ پشت آئینہ (ابرونز)

۱۸۔ ایک کوفی تحریر (..............................)

۱۹۔ ترقین مصحف باسم احد امراء بنی صلیح مخطوطہ یمنی (۱۰۲۶) (مزید تفصیلات بھی بنی صلیح کے متعلق)۔

۲۰۔ کاسہ، نقش رنگارنگ، کاشان یا سادہ قرن ہفتم قطر ۱۸۔

۲۱۔ صفحہ از منافع الحیوان۔ مورخ بسال ۶۹۰ یا ۶۹۷ یا ۶۹۹ درمراغہ طول ۲۹ ......۔

۲۲۔ قسمتی از کتبہ کوفی، قزوین مسجد حیدریہ۔ اوائل قرن ششم خط فرح اللہ بذل۔

۲۳۔ کاسہ نیلی شفاف۔ منقش رنگین با کتبہ عبداللطیف و تاریخ اصالی قرن ہفتم موزہ ملی طہران۔

۲۴۔ گنبد مسجد شیخ لطف اللہ (اصفہان) (۲۷ رد)۔

۲۵۔ پارچہ پشم وابریشم نخودی وسفید۔ قرن چہارم و پنجم 19 _ 17 ......۔

۲۶۔ ۴۱۲ ہجری۔ المدونہ (فی الفروع المالکیہ)۔

۲۷۔ (شکل ۱۴۲) صحیفہ من الخاص ذات زخارف محصورہ من القرن ۶ ھ (م ۱۲ ع) متحف لندن۔

۲۸۔ محراب کاشی مینائی کاشان (مزار حضرت امام رضا علیہ السلام) تاریخ ۶۱۲ ہجری۔

۲۹۔ پارچہ پشم وابریشم۔ قرن چہارم و پنجم ۶۷ ھ۔

۳۰۔ محراب کاشی مینائی بامصنائی تاریخ ۶۱۲ ہجری مزار امام رضا علیہ السلام۔

۳۱۔ مصحف قرآن قرن پنجم ۲۷ ...۔

۳۲۔ کتابہ بانقشہائی سرخ وسیاہ۔ قرن چہارم ہجری قطر ۲۶ ...۔

۳۳۔ صفحہ از قرآن مورخ ۵۵۹ در ہمدان ارتفاع ....۔

۳۴۔ کیومر قرون ششتم و ہفتم 119 _ 162 ...۔

۳۵۔ اطلس نیلی کمرنگ ونخودی وسفید۔ قرن پنجم موسسہ ہنری دیئر ویٹ۔

۳۶۔ سورہ علی کتاب موصوف فی مکتبہ مسجد القیروان۔

۳۷۔ قطعہ نسج من الحریر، من قرن ۶ ھ (۱۲ م) ......۔

۳۸۔ قطعہ من ختمہ القران رقم ۲۰ (۲) من ختمہ علی الرق رقم ۴۵۔

۳۹۔ شکل ۶۶ کتبہ ۱۱۷۔ مالک بن کثیر ۱۹۶ (یہ عبارت پنسل سے پشت پر درج ہے)

۴۰۔ شکل ۲۰ صفحہ ۷۹۔ کردی (یہ عبارت پنسل سے پشت پر درج ہے)۔

۴۱۔ شکل ۲۱ صفحہ ۸۰ کردی (یہ عبارت پنسل سے پشت پر درج ہے)۔

۴۲۔ صفحہ من القران الکریم۔ من القرن الاول ھجوی۔

۴۳۔ عبارہ عن صحیفہ من مصحف مکتوب علی رق الغزال مبین علیہا الشکل فی الاصل فقط بالوان مختلفہ اللون المداد الاسود وھی من القرن الثانی الھجری۔

۴۴۔ ورقہ من مصحف من العصر العباسی العراق (القرن ۱۹)۔

۴۵۔ صفحتان من مصحف فاطمہ خاضتہ بادلیس فی القیروان (۲) ورقہ من مصحف فضل کتبہ ۲۹۵۔

۴۶۔ مصحف علی الرق الارزق رقم۔

۴۷۔ سورۃ الحمد خوش خط النسخ کاتب نامعلوم۔

۴۸۔ کوفی قدیم (۱۴ سطور) کاتب نامعلوم۔

۴۹۔ کوفی قدیم (۷ سطور) کاتب نامعلوم۔

۵۰۔ سلطانیہ من الرقہ ببلاد الجزیرہ القرن ۱۲۔۱۳۔

۵۱۔ کوفی قدیم (۱۵ سطور)۔

۵۲۔ کوفی قدیم (۵ سطور)۔

۵۳۔ کوفی قدیم (۵ سطور)۔

۵۴۔ کوفی قدیم (۶ سطور)۔

۵۵۔ کوفی قدیم (۷ سطور)۔

۵۶۔ کوفی قدیم (۶ سطور)۔

۵۷۔ الشکل ۷۹ صحن خزفی من بلاد ساوراء النھر۔

۵۸۔ مسجد جوہر شاد ایوان۔

۵۹۔ محراب فی حوالی ۳۵۰۔

۶۰۔ قبر خاتون۔

۶۱۔ نسخ من الحریر خراسان۔

۶۲۔ قماش الکتان علھا زخارف متوجہ مصر فاطمی عہد۔

۶۳۔ آخری عہد فاطمی کا سنگ مرمر بخط کوفی۔

۶۴۔ کوفی قدیم چھ صفحات (تین قطعات)۔

۶۵۔ مصحف امام جعفر صادق علیہ السلام (معہ نیگیٹو ....) خط کوفی۔

۶۶۔ کج بری قرون ششم و ہفتم۔

۶۷۔ سورہ ۷۔ ۱۵۰۔ ۱۵۸۔ ۷۷ کوفی۔

۶۸۔ سورہ ۱۶۔ ۸۰۔ ۹۰۔ کوفی۔

۶۹۔ سورہ ۴۰۔ ۴۱۔

۷۰۔ نوشتہ ۲۶۰ ہجری دمشق۔

۷۱۔ ا۔ ب۔ ج۔ کتابات حضرت عمرؓ المتوفی ۲۳ (جیوری صفحہ ۳۲)۔

۷۲۔ تحقیق طلب (کوفی تحریر)۔

۷۳۔ کلکیری (قدیم کوفی)۔

۷۴۔ شکل ۱۸ انص الکتابہ الکوفیہ اللتی علی وجوہ الاربعہ ۱۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۲۔ ھذا ضریح الامام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر ۳۔ محمد بن علی بن ...... ۴۔ الحسین بن علی بن ابی طالب علیہا السلام۔

۷۵۔ نسخ خوش خط (دریافت طلب)۔

۷۶۔ نسخ خوش خط (دریافت طلب)۔

۷۷۔از قسم کوفی غیر الفسخ (دریافت طلب)۔

۷۸۔از قسم کوفی غیر الفسخ (دریافت طلب)۔

۷۹۔قل اعوذ برب الناس ۲۔قل اعوذ برب الفلق۔نہایت خوش خط النسخ۔آٹھ مختلف مواہیر حاشیہ پر ۱۳۱۱ ہجری (دو قطعات)۔

۸۰۔دو قطعات بہت دھندلا گئے پڑھنا مشکل ہے۔

۸۱۔ورقہ من مصحف من عصر السلجوقی مورخہ ۱۰۵۴ باہران۔

۸۲۔ورقہ من مصحف من عصر السلجوقی القرن ۱۲ باہران (۳) نامکمل۔

۸۳۔ قطعہ من بساط عشر علیھا بالفسطاط مصر۔القرن ۱۱۔۱۲

۸۴۔ ورقہ من مصحف العباسی العراق (قرن ۱۹) (۲) ورقہ من مصحف عصر المملیک قرن ۱۳۔۱۴ ورقہ من مصحف عن مراکش قرن ۱۲۔

۸۵۔تحریر بایستغر مرزا۔

۸۶۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (کوفی قدیم)۔

۸۷۔المحراب الذی نقل من الجامع الاموی الی الجامع النوری۔

۸۸۔مدخل مرقد امام الباھر (موصل)

۸۹۔المحراب الذی فی الحضرہ (موصل ۵۸۰)۔

۹۰۔جامع امام الباھر (محراب) (موصل)

۹۱۔محراب جامع الجویجی (موصل)

۹۲۔نیا دریافت ہونے والا مکتوب نبویؐ۔

۹۳۔جلی وخفی نسخ کا ایک نمونہ۔

۹۴۔جداول ابجد۔السینایۃ ؟۔العربیہ الجوبیہ۔القیفیہ۔راس سمرہ۔

۹۵۔ مصادر حروف تہجی (ابجد) مصری مقدس ہیروغلفی (۲) مصری الخاصہ میر الطیلی (۳) مصری الامامہ دبوطبقی، فینیقی۔ سطر بحستبلی۔ بطی۔

۹۶۔ مکتوب نبوی نجاشی کے نام۔

۹۷۔ آدھا صفحہ، نمونہ تحریر مولانا محمد رضا بن حسین بن عبدالوہاب مشہدی (مہر امین الدین بہادر) حاشیہ پر ایک اور انداز تحریر علی اصغر بن عبدالباقی۔

۹۸۔ رمضان المبارک ۱۲۲۵ھ (۲ عدد) محمد شریف۔

۹۹۔ نسخ بقلم فیض اللہ۔

۱۰۰۔ محمد صادق ابن محمد شفیع۔

۱۰۱۔ ۲۱۳ھ کی ایک تحریر۔

۱۰۲۔ بن عبدالباقی حداد۔

۱۰۳۔ مرزا کوچک شیرازی ۱۲۲۲ھ۔

۱۰۴۔ حسین بن محمد رضا شیرازی ۱۱۸۵۔

۱۰۵۔ انداز نسخ کا ہے زبان ناقابل فہم۔

۱۰۶۔ محمد افضل داراشکوہی۔

۱۰۷۔ قطعہ نسخ من الحریر من القرن ۵۔۶۔ (۱۲،۱۱م) کانت سابقانی مجموعہ مستعصمی

۱۰۸۔ کینہ یاقوت ا

۱۰۹۔ محراب مدرسہ الامام باصفہان الی العصر المغولی ۱۳۵۴ء۔

۱۱۰۔ عباداللہ شاگرد۔

۱۱۱۔ جلال الدین مصور۔

۱۱۲۔ نورس نامہ تصنیف سلطان ابراہیم عادل شاہ۔ کاتب کمترین شاگرداں عبدالرشید ۹۹۰

۱۱۳۔نمونہ سلطان محمد خنداں۔

۱۱۴۔قبر تیمور فی سمرقند۔

۱۱۵۔نمونہ تحریر محمد حسن ۱۰۲۱ء۔

۱۱۶۔شمس الدین۔

۱۱۷۔گنبد مسجد لطف اللہ اصفہان۔

۱۱۸۔میر علی المکاتب ۸ عدد۔

۱۱۹۔قلندر (مطبوعہ) نسخ۔

۱۲۰۔انندرام مخلص نستعلیق شکست۔

۱۲۱۔نمونہ تعلیق۔

۱۲۲۔لا اعلم۔

۱۲۳۔محمد ابن محمد الطیار ۱۳۲۹ھ۔

۱۲۴۔آخری شاہ مغلیہ کی تحریر۔نسخ و نستعلیق۔

۱۲۵۔محمد ابوظفر گورگانی نسخ۔

۱۲۶۔محمد ہمایوں نسخ۔

۱۲۷۔خلیل اللہ حسینی قلندر نستعلیق۔

۱۲۸۔علی القوسی ۱۱۰۰ھ (۲)۔

۱۲۹۔فقیر شاد (سر کشن پرشاد شاد وزیر اعظم حیدرآباد دکن) نستعلیق۔

۱۳۰۔فقیر محمد شمس الدین نستعلیق۔

۱۳۱۔محمد علی (۲عدد) نستعلیق۔

۱۳۲۔اسد علی نسخ۔

۱۳۳۔ عبدالرحمان نسخ۔

۱۳۴۔ عبدالباقی نستعلیق (۲ عدد)۔

۱۳۵۔ محمد اصغر بن منصور الحسینی (۲ عدد) نسخ۔

۱۳۶۔ محمد یحیٰ نستعلیق۔

۱۳۷۔ عماد الحسینی (۳ عدد) نستعلیق۔

۱۳۸۔ خیر اللہ نستعلیق۔

۱۳۹۔ محمد حسین نستعلیق۔

۱۴۰۔ ابن سید علیخاں (نمونۂ زلف عروس)

۱۴۱۔ عبدالرشید نستعلیق۔

۱۴۲۔ فقیر حافظ نور نستعلیق۔

۱۴۳۔ رضا علی حسینی نستعلیق۔

۱۴۴۔ عزیز محمد الملقب بمیرزا کوکہ نستعلیق۔

۱۴۵۔ ...... حسین۔

۱۴۶۔ عبدالرحمٰن الخوارزمی۔

۱۴۷۔ حسین۔

۱۴۸۔ امام علی رضوی۔

۱۴۹۔ عصمت اللہ خاں

۱۵۰۔ باری المکاتب۔

۱۵۱۔ محمود ابن اسحاق الشہابے۔

۱۵۲۔ محمد امام الدین ۱۲۶۸ء۔

۱۵۳۔ مہر ضابطہ خاں۔

۱۵۴۔ مرزا نعمت اللہ، زلف عروس۔

۱۵۵۔ محمد حسین کشمیری (۲ عدد)

۱۵۶۔ جواہر رقم (۲ عدد)

۱۵۷۔ محمد موسیٰ (ایک عدد)

۱۵۸۔ مظفر الدین ۲۔

۱۵۹۔ دریافت طلب ۱۵۔

صرف نستعلیق:

۱۶۰۔ محمود شہابی۔

۱۶۱۔ عباد اللہ۔

۱۶۲۔ عبد الرحمٰن خوارزمی۔

۱۶۳۔ مرزا کوگہ۔

۱۶۴۔ مہر ضابطہ خاں۔

۱۶۵۔ رضا علی الحسینی۔

۱۶۶۔ عبد الرشید۔

۱۶۷۔ ابن سید علی خاں۔

۱۶۸۔ محمد حسین ۲ عدد۔

۱۶۹۔ امام علی رضوی۔

۱۷۰۔ عصمت اللہ خاں۔

۱۷۱۔ عبد الباری کاتب ۲ عدد۔

۱۷۲۔ محمود بن اسحاق شہابی۔

۱۷۳۔ امام الدین ۱۳۱۸ء۔

۱۷۴۔ عماد الحسینی (۳ عدد)

۱۷۵۔ شیر اللہ۔

۱۷۶۔ محمد یحییٰ۔

۱۷۷۔ محمد اصغر بن منصور الحسینی (۲ عدد)

۱۷۸۔ عبد الباقی (۲ عدد)

۱۷۹۔ عبد الرحمٰن (۱ عدد)

۱۸۰۔ اسد علی (۱ عدد)

۱۸۱۔ محمد علی کابلی۔

۱۸۲۔ فقیر شمس الدین۔

۱۸۳۔ محمد علی۔

۱۸۴۔ فقیر شاد۔

۱۸۵۔ علی القوسی ۲ عدد۔

۱۸۶۔ خلیل اللہ حسینی قلندر۔

۱۸۷۔ محمد ہمایوں۔

۱۸۸۔ محمد ابوظفر گورگانی۔

۱۸۹۔ آخری مغل بادشاہ کی۔

۱۹۰۔ محمد ابن الطیار خطاط۔ ۱۳۲۹ء۔

۱۹۱۔ نمونہ تعلیق۔

۱۹۲۔ انندرام مخلص۔

۱۹۳۔ نوشتہ قلندر۔

۱۹۴۔ ماینقراء۔

فہرست قطعات (فوٹو کاپی):

ٹائٹل پیج شاہ نامہ ۱۲۹۸ء

۱۔ سلطان محمد خنداں ۹۴۱ء (تین عدد)

۲۔ نورس نامہ سلطان ابراہیم عادل شاہ بقلم کم ترین شاگردان عبدالرشید ۹۹۰ء۔

۳۔ کتبہ قبر تیموری فی سمرقند۔

۴۔ ایک شعر محمد مظفرالدین (ایک قطعہ)

۵۔ ایک قطعہ محمد مظفرالدین۔

۶۔ ایک قطعہ فقیر محمد حسین الکشمیری (۲ عدد)۔

۷۔ نو عدد اشعار بقلم محمد موسیٰ ۱۱۴۱ء۔

۸۔ کتب جواہر رقم (قطعہ) (شاعر مولانا سحابی)۔

۹۔ کتب جواہر رقم (قطعہ) چھوٹا سائز۔

۱۰۔ میر علے الکتاب (آٹھ عدد)۔

۱۱۔ کوفی۔ صفحتان من مصحف فاطمہ حاضنہ بادیس فی القیران (۲) ورقہ من مصحف فضل کتبہ ۲۹۵ھ۔

۱۲۔ مصحف علی رق الازرق رقم (کوفی تحریر)۔

۱۳۔ کوفی۔

۱۴۔ عبارۃ عن صحیفہ من مصحف مکتوب علی رقمھا الغزال بیس علیھا الشکل فی الاصل

فقط بالوان اللون المداد الاسود۔ وہو من القرن الثانی الہجری۔

۱۵۔ صفحہ من القران الکریم من القرن الاول الہجری۔

۱۶۔ خط کوفی۔

۱۷۔ ورق من مصحف من العصر العباسی (العراق۔ القرن ۱۹)۔

۱۸۔ سورۃ الحمد (صرف دو سطریں)۔

۱۹۔ خط کوفی (کاتب نامعلوم) پانچ سطور معہ نیگیٹو/ اضافہ پر کسی نے مصحفِ امام جعفر صادقؑ لکھ دیا ہے۔

۲۰۔ ابن سیّد علی خاں۔

۲۱۔ محمد امام الدین ۱۳۱۸ء۔

۲۲۔ (نام کاتب ندارد) در ہزارہ ہی تحریر یافت۔

۲۳۔ محمود بن اسحٰق السہاے (قطعہ خواجہ حافظ)۔

۲۴۔ الخطاط محمد ابن محمد الطیار ۱۳۲۹ء۔

۲۵۔ دس اشعار نہایت خوش خط و آراستہ نام کاتب ندارد۔

۲۶۔ شقہ من شاہ (صاف نہیں پڑھا جاتا)۔

۲۷۔ کاتب عبدالباقی قطعہ۔

۲۸۔ فقیر یاری الکاتب دو ورق نہایت خوش خط (۹۔۹ اشعار) مہر العبد الفقیر یاری الکاتب۔

۲۹۔ مہر ضابطہ خاں بہادر فدوی ناصر الملک امیر الامرا۔

۳۰۔ نام کاتب صاف نہیں آیا (۳ عدد اشعار)

۳۱۔ نام کاتب صاف نہیں آیا "گر ہوس مست ہمیں قدر بس ست"۔

۳۲۔نام کاتب صاف نہیں آیا ایک قطعہ (روحی فداک ای صنم اُلطمی لقب......الخ)
(چھوٹا سائز)۔

۳۳۔مشق سے کاتب کا پتہ نہیں چلا (بہت دھندلا گئی)۔

قطعات (فوٹو کاپیاں)

۳۴۔قطعہ اقل العباد (محمد حسین غفرلہ)۔

۳۵۔مشقہ شاہ محمود نیشاپوری۔

۳۶۔عبدالرشید۔

۳۷۔حافظ......۔

۳۸۔فقیر محمد علی۔

۳۹۔فقیر محمد علی۔

۴۰۔بیست و ششم محرم الحرام۔۱۱۱۸ء۔فقیر شاہ......نمونہ زلف عروس۔

۴۱۔نامانوس زبان۔

۴۲۔کتبہ عماد الحسینی ۔۹۰۰۔۱۰۲۳ھ (۲ عدد)

۴۳۔کتبہ عماد الحسینی ۔۹۰۰۔۱۰۲۳ھ (۲ عدد)

۴۴۔محمد یحیٰ۔

۴۵۔محمد امام۔

۴۶۔عزیز محمد الملقب بمرزا کوکہ (نایاب)۔

۴۷۔محمد ابوظفر گورگانی۔

۴۸۔کتب محمد مایوں۔

۴۹۔کتبہ خیر اللہ ۱۱۰۵ء۔

۵۰۔ آخری شاہ مغلیہ کی تحریر۔

۵۱۔ نوشتہ قلندر۔

۵۲۔ خلیل اللہ حسینی قلندر۔

۵۳۔ فقیر شاد۔

۵۴۔ فقیر علی القوی ۱۱۰۰ء (مہر موسوی خاں)......(دو عدد)۔

۵۵۔ عبد الباقی۔

۵۶۔ فقیر محمد شمس الدین۔

۵۷۔ خیر اللہ خاں مرزا۔

۵۸۔ محمد حسن ۱۰۲۱ء۔

۵۹۔ ۱۱۶۳ء۔ انند رام۔

۶۰۔ نمونہ تعلیق۔

۶۱۔ عبد الرحمٰن الخوارزمی تسیع وخمسین وثمانمایہ ۸۵۹ء۔

۶۲۔ مرزا محمود شہابی۔

۶۳۔ امام علی رضوی۔

۶۴۔ اسد علی۔

۶۵۔ عصمت اللہ خان۔

۶۶۔ عبد الرحمٰن۔

۶۷۔ محمد اصغر بن منصور الحسینی سبع وخمسہ وتستمایہ (۲ عدد)۔

۶۸۔ محمد شریف ۱۲۳۵ء (۳) ۱۲۳۵ء (دو عدد)۔

۶۹۔ کیتہ الخفیر حسین ابن محمد رضا شیرازی ۱۰۸۵ء۔

۷۰۔شمس الدین۔

۷۱۔جلال الدین مصور۔

۷۲۔محمد افضل ۱۰۶۲ء۔

۷۳۔علی اصغر بن عبدالباقی۔

۷۴۔علی اکبر بن عبدالباقی۔

۷۵۔میر محمد حسن۔

۷۶۔عباداللہ شاگرد۔

۷۷۔محمد صادق ابن محمد شفیع البہبانی۔

۷۸۔محمد شفیع المشہور بمرزا کوچک شرارے ۱۲۲۲ء۔

۷۹۔دربیشہ قراباغ۔

۸۰۔رضا علی حسینی۔

۸۱۔محمد رضا بن حسین بن عبدالوہاب مشہدی (تین نمونہ ہائے خطوط ہیں)۔

۸۲۔۲۱۳ء کی تحریر ہے۔ بشر بن محمد بن صارم نہایت قدیم۔

۸۳۔سلطان محمد خنداں (دو قطعات)۔

۸۴۔راگ بھیروں۔ چول گشت سپیدہ دم نمایاں الخ۔

۸۵۔اساوری جو کبار راگنی سر براک آواز مرغ صبح برآمدہ۔

۸۶۔کوری راگنی سری راک از اواز غوک برآوردہ چہار گھری باقی ماندہ۔

۸۷۔سنکراں پہرن سیکھ راک وقت شام۔

یہ ڈیڑھ انچ ضرب ڈھائی انچ سائز میں فارسی کلام ہندی دھنوں یا راگوں میں پیش کیا ہے۔ کسی مثنوی کی فوٹو کاپیاں صرف چار اوراق ہیں۔

متن تو نہ معلوم کہاں ہوگا کسی شوقین نے صرف چار اوراق آٹھ صفحات میں فوٹو محفوظ کیا ہے۔ ہندی دھنوں میں فارسی راگنیوں کو مصور کرنا نادر و نایاب نہایت دلچسپ کوشش ہے۔ افسوس کہ فوٹو کاپی کے چار اوراق ہیں، خطاط بھی اعلیٰ درجہ کا ماہر فن اور نقاش بھی نہایت بلند پایہ مصور ہے۔ فوٹو میں تصاویر کی نوک پلک سانپوں کا بین کے آواز پر لہرانا۔ نہایت قابل قدر اور قیمتی تحفہ ہے۔

۸۸۔ مصحف امام رضا علیہ السلام...... فلم۔

بقیہ کتب جو ہمارے ذاتی کتب خانے میں موجود ہیں

۱۔سفرنامۂ لندن۔ازنواب مختار الملک بہادر ریاست حیدرآباد دکن -------

۲۔حسنی حکومت --

۳۔مدحِ خورشید۔ازابوالفیض فیضؔی۔ ----------------------

۴۔زعمائے سندھ۔ازمحمد حسین ۱۱۷۳ھ ----------------------

۵۔مثنوی سوزوگدازازملا نوعؔی ----------------------------

۶۔منظوماتِ نصیؔر -------------------------------------

۷۔خلاصۃ الاحکام فی دین الاسلام -------------------------

۸۔ختمِ خواجگان ازجمیؔل ---------------------------------

۹۔لطایف،مطائبات ومنقولات وغیرہ -------------------------

۱۰۔شمس المناقبش ------------------------------------

۱۱۔یادگارعلی ابراہیم الحسینی خطاط ---------------------------

۱۲۔حزنیۂ کربلا(نظم ونثر) ------------------------------

۱۳۔تاریخ بالکنڈہ(دکن)سوالات ازقاضی مبارک ---------------

۱۴۔طب ناقص الطرفین ---------------------------------

۱۵۔یک بیتی(بیس(۲۰)اہل سخن) -----------------------

۱۶۔شہنشاہِ ایران شاہ عباس ثانی کی مدح میں قصائد ---------------

۱۷۔مراثیِ مرزا دبیر ------------------------

۱۸۔مجموعۂ مناقب از ابنِ حسام----------------------------

۱۹۔بیس سے بھی زیادہ شعرا کے نتائجِ افکار (فارسی) -----------------

۲۰۔وجود العاشقین --------------------------------

۲۱۔ناز و نیازِ معشوق و عاشق ---------------------------

۲۲۔تاریخ ہند ایک نظر میں (از کلجگ تا شاہ جہاں)----------------

۲۳۔سورۂ رحمٰن و سورۂ مزمل-----------------------------

۲۴۔فتح نامۂ ارکاٹ ------------------------------------

۲۵۔انتخاب از صائبؔ ------------------------------------

۲۶۔مذمتِ لعل بیگ -------------------------------------

۲۷۔بیاض محترم بیگ ------------------------------------

۲۸۔مسدسِ ذوقؔ وغیرہ متعدد اہلِ قلم ------------------------

۲۹۔منتخباتِ متقدمین ------------------------------------

۳۰۔بیاضِ خواجہ سعد الدین ------------------------------

۳۱۔بیاضِ مراثی ---

۳۲۔دہ مجلسِ ریختہ --

۳۳۔فرمودۂ خواجہ سعد الدین --------------------------------

۳۴۔آٹھ شعرا کی ایک بزم (قاسم، فغاں، مشتاق، یبری، کلیم اللہ، حاتم، ایجاد، نور جہاں) ------------------------------

یہ کتابیں ہمارے ذاتی کتب خانے میں موجود ہیں

ا۔ طبّی اوزان:

مختلف یادداشتیں مثلاً تاریخِ تولد مرزا خلیل اللہ، مرزا محب اللہ وغیرہ، تاریخِ وفات شیخ فریدالدین عطار وغیرہ۔ اس کے علاوہ اہم ترین ہے طبّی اوزان۔

۲۔ اعمالِ نیمہ شعبان:

بہت قدیم، قلمی، مختلف دعائیں اور عبادات ماہِ شعبان سے متعلق۔

۳۔ مختلف ادعیہ:

فارسی ترجمہ، فارسی حواشی، نقشین حواشی۔

۴۔ اوراقِ ادعیہ:

عربی دعائیں، فارسی ترجمہ بقلمِ سُرخ

۵۔ بیاضِ مجرباتِ حکیم مرتضیٰ الحسینی:

بقلم خود، مختلف ادویات، عطریات وغیرہ۔

۶۔ نسخہ جات ونگاہِ حکمت:

کسی طبیب کی نوٹ بُک، نسخۂ سوزاک، قلمی قولِ بقراط، کلیم کے چھ اشعار، نسخۂ حکیم علی اکبر وغیرہ۔

۷۔ کشکول:

میر فضل اللہ انجو قلمی۔حواشی پر سونے کا پانی ہے۔

۸۔سنسکرت زبان میں ایک عجوبہ کتاب:

۹۔طبّی مجرّبات:

عملیات،ادعیہ، چٹکلے،زبان قدیم ہندی آمیز ہے۔

۱۰۔ جواب آں غزل:

یعنی اودھ بلیو بک کا جواب۔نواب واجد علی شاہ پر لارڈ ڈلہوزی کی طرف سے لگائے من گھڑت الزامات کا جواب۔

۱۱۔مجموعۂ صرف:

میزان الصرّف،منشعب از بدہ،ابیات،قوانینِ صرف ونحوِ میر۔۱۲۷۵ھ

۱۲۔حکمۃ العصمۃ:

تعارف بقلمِ علاّمہ عبداللہ العمادی،منکر نکیر کے بارے میں مثنوی۔

۱۳۔عجالہ نافعہ (جلد اوّل):

حکیم محمد شریف خاں،طب اور معالجہ پر۔

۱۴۔عجالہ نافعہ (جلد دوم):

۱۵۔عجالہ نافعہ (جلد سوم):

۱۶۔ مخزن العجائب:

منشی رام دین کمترین ۱۸۷۳ء

۱۷۔مفاتیح الحروف:

حسین بن حسن۔فنِ کتابت پر جامع کتاب نایاب کتاب ہے۔

۱۸۔تاریخ عہدِ اکبرِ اعظم:

اعلیٰ درجے کا قلم، سونے کے حواشی، سائز شاہی، شنجرفی عنوانات، فارسی زبان میں۔

۱۹۔ قصۂ فسانۂ عجائب کی تشریح:

۲۰۔برہان المتعہ:

متعہ کے موضوع پر مدلّل ومکمّل کتاب ۱۳۰۵ھ

۲۱۔نظمِ حالؔی و دیگر اور ۱۹۰۳ء میں برطانوی حکومت کا اندازِ حکومت

۲۲۔معالجاتِ سرفہ:

سِل وتپِ دق۔تیئس ابواب پر مشتمل

۲۳۔کچھ کشتہ جات وملذّ ذات:

کسی دوست کا خط اپنے دوست کو جس میں مختلف امراض کے معالجات کا ذکر ہے۔قلمی ہے۔

۲۴۔ مجرباتِ حکیم ثنائی:

تینتالیس ابواب، طب کے موضوع پر منظوم کتاب۔بقلمِ خود۔

۲۵۔ نسخہ جات:

حکیم یعقوب علی لکھنوی دردِ گردہ، دردِ قولنج، تبخیر وغیرہ۔

۲۶۔ روزنامچہ بہادر شاہ ظفر:

نادر ونایاب ۱۸۵۷ء امیر الامراء حافظ نواب لطیف الرحمان خان بہادر۔

۲۷۔ کشتہ جات:

تانبہ، شنگرف، فولاد، پارہ، سونا قلعی وغیرہ۔

۲۸۔ ردِ وبائی امراض:

شمالی ہند کے علاقوں میں یہ بہت مقبول وزود اثر مناجات سمجھی جاتی تھی۔

۲۹۔ طبی نسخے:

ایک نسخہ ناس کا، ایک جلاب کا، سوزاک وغیرہ۔ قدیم الکتابہ۔

۳۰۔ طبِ مجربات نواب آغا یار جنگ:

۳۱۔ مجرّباتِ حکیم فضل الٰہی:

۳۲۔ مجرّبات اطبّا متفرق:

حضرت جبرئیلؑ کا لایا ہوا ایک نسخہ کھانسی، چیچک، دافعِ رطوبت، باہ وغیرہ۔

۳۳۔ معالجات: یرقان اسود، طحال، قولنج وغیرہ۔

۳۴۔ خواص الادویہ:

بول، گوند، کنگنی وغیرہ۔

۳۵۔ مجرّبات:

امراضِ مستورات

۳۶۔ کافیہ مترجم:

مع فوائدِ شافیہ۔ زینی زادہ ۱۲۹۰ھ

۳۷۔ مجرّباتِ طبیہ:

اکسیر و دیگر، حلِ مرکبات، نوشادر، رنگ دہندہ، اصولِ دانستن وغیرہ۔

فہرست سے زائد کتب جو پیش کی جا رہی ہیں

درجِ ذیل ہیں

۱۔ تعبیرِ خواب و فالنامہ

اور کالے جادو سے نجات کا طریقہ اور نقوش

۲۔ مجرّباتِ طبیہ:

کسی طبیب کے ذاتی مجرّبات برص، مرگی، دِق، اسہال وغیرہ۔

۳۔ مجرباتِ طب:

طلا، ضماد، سنون، سرعتِ انزال، جلّاب، کلف وجھائی وغیرہ۔

۴۔ مجرّباتِ میر بُرہان:

قوتِ باہ، مال کنگنی کا تیل، قلعی وغیرہ۔

۵۔ چند تصوّف کی اصطلاحات:

اور چند طبّی نسخے لالہ خوشحال چند۔

۶۔ طبّ مجرّباتِ خاص:

قاضی محمد داماد فقیہ، ترکیبِ کیمیا درویشاں۔

۷۔ طبِ حکیم معتمد الملک:

۱۲۵۴ھ قلمی مسودہ۔

۸۔ مختلف طبّی مجرّبات:

جوانی پلٹانے کا نسخہ، استخوان سرانسان سوختہ وغیرہ۔

۹۔ امراضِ نسواں (مخصوص):

شہوتِ زنان، درد زہ، آماس اندام، بہق وغیرہ۔

۱۰۔ مختلف اطباء کے مجرّبات:

لعوق، معاجین، لبوب، یاقوتی، حب الغراب، دواء الکرکم، جمرثاء، اثاناثیا وغیرہ، میمہ جھٹ۔

۱۱۔ جبر وقدر:

علامہ نصیر الدین طوسیؒ

۱۲۔ برشعشا:

وضاحت وفوائدِ برشعشا اور کلام مختلف شعرا

خطاطی کے نمونے:

''دی گئی فہرست سے زائد''

۱۔ پتّے پر خطاطی:

حواشی پر سونے کی افشاں، امام حسنؓ کی شہادت کی تاریخ درج ہے۔ ۵۰ھ

۲۔ پتّے پر خطاطی:

حواشی پر سونے کی افشاں، امام حسینؓ کی شہادت کی تاریخ درج کی گئی ہے ۶۱ھ

۳۔ سچے موتی اور دیگر سچے نگینوں کی سیاہی سے لکھا گیا مخطوطہ:

نہایت دیدہ زیب، فیروزہ، نیلم اور مرجان کی سیاہی استعمال کی گئی ہے۔

۴۔ مخمس کے دو بند:

خوبصورت خطاطی، صفحے کی پشت پر سونے کا حاشیہ ۲۱۔ محرم ۱۲۶۵ء نعمت خان۔

۵۔ چار صفحات مجلّد:

سونے کے حواشی، فارسی مثنوی، حاشیے پر فارسی تشریح۔

۶۔ نمونۂ نستعلیق، نادِ علیؑ تحریر:

سونے کے پھول بنے ہوئے، سونے کے نقش و نگار۔ انتہائی خوبصورت

۷۔ نمونۂ نسخ:

محمد رضا کی تحریر ۱۲۲۱ھ عربی تحریر، سونے کے پانی کے ساتھ۔ دیدہ زیب نمونہ۔

۸۔ نمونۂ خطِ فارس:

سونے کی بیلیں، درمیانِ مسطر سونے کا پانی، مظفر الدین خاں نے نواب خانِ خاناں کے لیئے تحریر کیا۔ ۱۳۱۳ھ۔

۹۔ نمونۂ وصلی فارسی:

شہنشاہِ عالمگیر کا استاد ابوالبقا موسوی کے ہاتھ کی تحریر۔ سونے کی بیلیں اور سونے کے حواشی۔

۱۰۔ فنکارانہ نستعلیق:

سرو کے درخت کے نمونے میں فارسی تحریر۔

۱۱۔نمونۂ نستعلیق:

حضورؐ کی شان میں قصیدہ، چاروں طرف سونے کی بیلیں، خوبصورت میں رنگوں کا استعمال، گل بوٹے بنے ہوئے۔

۱۲۔فنکارانہ نستعلیق:

سرو کے ان دو درختوں میں خطِ خفی ومہارت قلم، جدّتِ نظر کا نمونہ۔انگریزی تفصیل منسلک ہے۔

۱۳۔حسنِ خط کا شاہکار:

یادگار عطائے خطاب شاہجہان۔

۱۴۔اسلامی جلد سازی کا نمونہ:

تین لکڑی کی جلدیں، سونے کا کام، گل بوٹے بنے ہوئے ------ کا مضمون منسلک ہے۔

۱۵۔چمڑے کی جلد:

خلافتِ عباسیہ کے زمانے کی چمڑے کی جلد کا نمونہ، خوبصورت گل بوٹے کے حواشی۔

۱۶۔کتابوں کی دیدہ زیبی کا فن:

۱۷۔انمونے صفحاتِ کتب کے حواشی، سونے کے حواشی ایک نمونہ چھوٹی جلد، نیلے رنگ کا حاشیہ، سونے کا کام، ۴ نمونے لکھائی کے مسطر کے تفصیل انگریزی میں منسلک ہے۔

۱۷۔ عکسی زیارت نامہ:

سونے اور چاندی کے پانی سے مختلف روضوں کی تصویریں کسی زائر نے اپنے ہاتھ سے بنائی ہیں۔ اپنی نوعیت کا واحد نمونہ اور شاہکار۔

۱۸۔ عہدِ خلافت میں کتابوں میں استعمال ہونے والے کاغذوں کے نمونے:

تفصیلات منسلک ہیں۔

۱۹۔ خطِ کوفی:

قدیم ترین نمونہ۔ غالباً ایک ہزار یا زیادہ برس قدیم۔

۲۰۔ ہندوستانی راگ راگنی با تصویر:

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کی نئی کتاب شائع ہوگئی ہے

کواکبِ دُرّیّہ

مولانا سیّد محمد مہدی ادیبؔ مصطفےٰ آبادی

ترتیب

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کی کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے

خاندانِ میر انیسؔ کے نامور شعرا

……﴿تالیف﴾……

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

Accessions List: Eastern Africa
Accessions List: Middle East
Accessions List: South Asia
Accessions List: Southeast Asia
Quarterly Index to Periodical Literature, Eastern and Southern Africa

microform operations in Jakarta and New Delhi to preserve materials on poor paper and to provide added availability for items received in short supply. Positive copies of all titles for which copyright permission has been received can be purchased at cost from the Library of Congress Photoduplication Service. Titles are listed in the Accessions Lists with the microform identification number clearly printed to the left of the main entry.

In addition to newspapers, official gazettes, government documents and monographs in need of preservation or in short supply, the offices also microfilm or fiche collections of pamphlets and other small-sized materials on a variety of subjects. These are given a "collected set" title and fiched or filmed. As an example, it is now possible to purchase a microfiche set of political propaganda from the 1990 and 1991 Indian elections; a complete file on fiche of the publications of the Bharatiya Janata Party (the major opposition party in India); and a massive collection in microfilm (75 reels) of the publications issued by Brazilian popular groups and socio-political movements since the 1960s.

OVERSEAS OFFICES PUBLICATIONS:

Accessions List: Brazil and Uruguay

and selection guidelines are under continuous examination and adjustment in an effort to meet the needs of participants.

Generally, the programs are open to any library in the United States or elsewhere. Some of the programs may be temporarily restricted to a certain number of participants due to space constraints in the offices or other conditions in the countries where they operate.

How Can I Get More Information?

Inquiries about particular programs, subject profiles, available serials, and details of shipping, bibliographic control formats, etc. should be addressed to the appropriate office. If you wish to join, please contact the Overseas Operations Division in Washington.

Do Caps Provide Any Services For Non-Members?

YES! The field offices produce Accessions Lists which are available to libraries and other institutions free of charge. These bibliographies provide a listing of all titles acquired arranged by country, by format, by language. They are used throughout the world to identify titles to be ordered through the dealer of choice.

In addition, the Library has established

enhances the ability of the offices to identify and select the most useful materials from a larger base than would be available to a single institution.

Local media such as the press and television are used to keep the staff informed not only of new publications and potential sources but of new social or political issues so that ephemeral materials can be acquired quickly during elections and times of stress.

How Do I Keep Informed of What is Happening In The Field?

Staff from the Overseas Operations Division and from the field offices report regularly on the overseas programs at the biannual American Library Association meetings and at the annual meetings of area studies groups in the United States. Several of the offices publish occasional newsletters/highlights, and all try to issue informational circulars on matters of interest.

In addition, staff from participating institutions-library officials, area bibliographers, academics and students alike - are encouraged to write and to visit the offices. The offices welcome collection development policies and suggestions for coverage from the member libraries. Acquisitions networks

What Types of Publications are available to Participants?

No two programs are alike. However, within the parameters of each program, every effort is made to be as comprehensive as possible in the search for potential materials. Several offices make available audio and video tapes, technical reports, political and social ephemera, maps and posters. All programs offer serials, including newspapers, journals, news magazines, and a variety of reference tools. Subjects cover all aspects of area studies plus local responses to international issues as well as the sciences and technology.

Efforts are made in every office to see as many publications as possible. In areas where little is published most materials received are selected for the program, cataloged and shipped. In India, where the total number of titles available in a given year far exceeds any library's budget a careful selection process by American and Indian specialists weeds out duplicative and imitative materials.

Most offices acquire publications through a network of local dealers, supplemented by area or country representatives and frequent acquisitions trips by office staff. This greatly

favor of a participant, that amount is used towards the estimated cost of materials for the coming year.

Usually, participants can join programs only at the beginning of a fiscal year. Payments are made in U.S. dollars, in advance, upon receipt of a bill from the Library's Financial Services Directorate stating the estimated cost of the program for the year. Participants can withdraw from a program at anytime. In this case the participant's account is closed and the balance refunded.

What can a cap do for my library?

Within the context of your library's specific interests and budget, this program can furnish you carefully selected material, tailored to your specifications, on a timely basis and at an attractive cost. In addition, all titles acquired are brought under bibliographic control before shipment. Two copies of a printed preliminary catalog card (most in roman script) are included with every title shipped. The bibliographic records created by the field offices are added to the Library of Congress data base and distributed worldwide as MAchine Readable Cataloging (MARC) records. Several offices offer binding services for monographs and serials.

for the management of the overseas programs. Participating libraries deposit funds with the Library of Congress annually to cover the expected cost of the materials, plus the administrative overhead. The amount depends on the profile of materials the library wishes to receive. Administrative overheads vary from program to program, but are usually calculated as a percentage of the cost of the materials. Participants select categories for monograph acquisition from a grid supplied by the field office. The grid includes breakdowns by country/language/subject. Once a category is selected, the participant receives all titles selected for that subject. Participants can elect to receive other available formats and select serial publications by title. New serials, expensive titles, and in some cases, reprints are offered by circular letter and copies are purchased by the field office only if a positive response is received from the participating libraries.

The offices keep track of the library materials they acquire for each member library during the course of a year. They provide the client library with quarterly and annual financial reports as well as the annual estimated billing. If, at the end of a year, there is a balance in

of foreign currencies owned by the U.S. for the procurement of a broad range of scholarly publications and the development of supporting bibliographic controls.

The offices identify, select, acquire, catalog, and ship library materials from 34 countries to 87 member libraries in the United States and 9 other nations. Today the field offices process materials in 36 different scripts, 53 major languages and 206 dialects and tribal languages, in support of 9 separate Cooperative Acquisitions Programs.

In 1961, funds were allocated to the Library of Congress which then opened field offices in several countries. In 1965, the Higher Education Act established the National Program for Acquisitions and Cataloging with dollar funding. Two of the offices funded under authority of that Act later expanded their activities to serve multiple libraries. Today six field offices operate with dollar appropriations from the Congress and funds from participant libraries which pay for the materials received plus their share of the program administrative expenses.

How Do the Programs Operate?

The Library of Congress Overseas Operations Division (OvOp) has the primary responsibility

LIBRARY OF CONGRESS COOPERATIVE ACQUISITIONS PROGRAMS

What are the LC Cooperative Acquisitions Programs?

The Cooperative Acquisitions Programs (CAPs) were designed by the Library of Congress to assist American libraries to improve both their holdings and bibliographic control of non-U.S. publications. By using a common resource, namely the six overseas offices of the Library of Congress, these programs can improve coverage, increase receipts, and reduce processing costs for all participants in the program.

What is the Programs Background?

During the 1950's, the U.S. Congress and the academic community became concerned over the lack of resources and language expertise in the United States for countries outside North America. In 1958, Congressman John D. Dingell sponsored an amendment to the Agricultural Trade Development and Assistance Act of 1954 which authorized use

showed him the Gettysburg Address in Lincoln's distinctive handwriting, the Emperor, through interpreter asked Billington to show him the "of the people, by the people and for the people" Billington ran his finger across the phrase, one that aptly describes his view of the Library of Congress.

---

responsibility for materials from Afghanistan and in 1982 from Iran. The Pakistan office collects monographs, serials, newspapers and special materials from all three countries in all national languages and numerous dialects.

These acquisitions reflect all aspects of the above countries' societies and become part of the collections of the Library of Congress and participating research libraries of different American universities.

The Librarians of Congress are appointed by the president and the Senate confirms the nomination. The librarians of Congress have rather long tenures, there have been only thirteen librarians in 196 years. The present librarian Dr. James H. Billington was appointed in 1987. Also a historian, Billington concerned about making LOC better known to scholars and researchers, with changing technologies, he sought to make its collection accessible to people in all parts of the country, without requiring them to travel to Washington to use them.

In 1990 he has said 'technology, the electronic storage, selection and transmission of information will make it possible for the Library of Congress to become a library without walls. "When the Emperor of Japan paid a visit to the Library of Congress, Billington among other historical riches

- -Circulated 23 million discs, cassette and braille items to a readership of 780,000 blind and physically handicapped patrons.

--Had more than 40,000,000 in computer databases, and the newly opened Digital Library Visitors Center hosted almost 8,000 visitors.

--Averaged 20 million transactions a month on all of the Library's public electronic systems.

--Operated with a total fiscal 1996 appropriation of $352,399,000.

One of LOC's major units, the Congressional Research Service, is dedicated exclusively to servicing the members of the Congress, that is the Senate and the House of Representatives, and their staffs. It is an in depth policy analysis and reference organization, which handles hundreds of thousands of enquiries each year.

The Law Library of ongress, which is the world' s largest law library with over 2.3 million items, including both domestic and foreign law, handled over the past year nearly 93,000 requests for reference service from the US Congress as well as other constituents.

In 1962 the Library of Congress established its field office in Karachi, moved to Islamabad in October 1995. Initially the Pakistan office acquired and processed publications from Pakistan only. In 1977 it broadened its coverage by assuming

Other important material such as legal material, manuscripts, maps, music, films and photographs are also maintained in other divisions. For Americans, probably the Library's greatest treasure is Thomas Jefferson's Declaration of Independence.

1996 at a glance:

Welcomed nearly 850,000 on-site patrons and visitors.

--Total collections of items, 111,080,666

including:

classified book collections,	17,079,138
print collections	26,334,880
Non classified collections	84,745,786

including:

9,255,742 books in large type and raised characters, serials, music, bound newspapers, pamphlets, technical reports and other printed material.

2,298,982 audio materials, such as discs, tapes, talking books and other recorded formats.

47,911,077 manuscripts.

4,408,'464 maps.

11,339,461 microforms.

13,677,032 visual materials

--Registered 550,422 claims to copyright

--Completed 500,000 research assignments for the Congress through Congressional Research Service.

--Conducted public tours for 44,000 visitors.

fire. Within a month Thomas Jefferson offered his personal library as a replacement, it consisted of 6,487 books.

The LOC is now housed in three buildings, Thomas Jefferson Building, John Adams Building and James Madison Memorial Building, with acquisitions offices in Cairo, Jakarta, Islamabad, Nairobi, New Delhi and Rio de Janeiro.

The library has collections in more than 450 languages and in all formats, that number more than 108 million items, books, films, maps, photographs, music, manuscripts and graphics. The LOC has a staff of about 5000 employees, to manage the collection. It is open for research and study to everyone over high school age. More than two million people visit the library annually.

In the course of accumulating the world's knowledge, the Library also acquired many rare and precious examples of human intellect. These collections unlike a museum, are studied, compared and analyzed,' in order to enrich our understanding of ourselves and our heritage. These treasures are from every part of the world, housed in Johne Adams Building, the collections of the Asian Division (known until 1978 as the Orientalia Division) includes most subject fields, covering an area, ranging from the South Asian subcontinent and Southeast Asia to China, Korea and Japan.

the first instance, just that. The Library was created to serve the Congress, and still does so. The oldest cultural institution in the nation's capital, occupies a unique place in American, or, rather universal civilization. Its collections comprise the world's most comprehensive record of human creativity and knowledge. Some 532 miles of shelves contain the books and other material.

Established as legislative library in 1800, since World War II, it has become an international source of unparalleled dimension and the world's largest library, in fact the library of last resort. Although, service to the United States Congress is the Library's foremost mission, it extends its services to the scholarly and library communities, other government agencies, Americans in general, and the world at large. It is the mos t open and accessible major library in the world, today.

The Library of Congress, abbreviated as LOC was founded in 1800. It was established as part of the Legislative, rather than Executive branch of the government. It remains a legislative branch agency today, which means that it reports to the Congress rather than to the President. The first books for the Library of Congress were ordered from London. They were housed in a room in the Capitol until August 1814, when British troops set fire to the building, 3000 volumes were lost in the

certainly is not a justified behavior all the time. It certainly is deplorable that to be proven right, the good deeds of the 'accused' should not be recognized, or, ignored intentionally.

That is just the case where Library of Congress is concerned. In today's age of literacy and knowledge, the way most of the people are unaware or ignorant about it, is just unbelievable. Even most of our learned ones do not know much about it. It is the one, in fact the only one of its kind of service for humanity and civilization. Since last two hundred years, it is doing just the opposite of what the criminals of humanity did in the past and are still operating under evil's guidance at some places. Library of Congress with all its resources is always there to counter it.

Each and every piece, acquired legally chiefly as copy right deposits, in exchange or as gifts, by Library of Congress, are preserved with utmost care, and is there for anyone to benefit from it. Had they been in the countries of origin, they would most probably had been 'lost' by now, not just the rare material but the new material as well. We do not have the true love or recognition of the books in abundance, whatever little recognition is there it is hampered by the lack of resources and disinterest of the materialistic governments.

The name, Library of Congress, means, in

Published in Daily Dawn Karachi in 1998

LIBRARY OF CONGRESS THE LIBRARY OF LAST RESORT

BY: NUZHAT RAHMAN

(When I look at the precious books of our ancestors, housed in Europe, my heart breaks into thirty pieces) Had Allamah Iqbal lived today, his heart would have been broken into 100 pieces, not only into thirty pieces, by looking at the way we treat and 'preserve' the treasures of our ancestors. The way they are stolen and sold at roadside carts, in dusty lanes, at cheap prices. He would have thanked God for Europe or the West.

It is very unreasonable and unjust but nonetheless, very common among people, especially of the third world countries to find a scape goat for most of their own shortcomings. They may be right in some instances, but it

Title	List of Manuscripts Library of Congeress America
Library of	Allamah Dr. Syed Zamir Akhtar Naqvi
Compiled by	Dr. Abbas Raza Nayyar Jalalpori
Published	2015
Quantity	1000
Pages	355
Price	Pak: Rs.400/= UK: £5 USA: $ 10
Publisher	**Markaz-e-Uloom-e-Islamia, Karachi** Flate No. 102, Mustufa Arcade S.M.C.H Society Karachi, Ph # 02134306686

Available in Pakistan from:
Mohsina Memorial Foundation
Flate No. 102, Mustufa Arcade
S.M.C.H Society Karachi Ph # 02134306686

Available in UK from:
Mohsina Memorial Foundation
6 Edwards' Mews Islington
London N1 1SG -
Ph# 00447958344614 or 00442072269057

Available in U.S.A from:
Community News & Views
Mohsina Memorial Foundation
12 LEA DRIVE HAMILTON
N.J.08690 USA

Mohsina Memorial Foundation
(PAK-, U.S.A., U.K)

List of Manuscripts
Library of Congeress
America

Samples & Masterpieces

of Calligraphy

Calligraphy, Nastaliq,
abrogations & Kofi Qadeem

In connection with writings & books in the Library of Allamah Dr. Syed Zamir Akhtar Naqvi

Compiled by
Dr. Abbas Raza Nayyar Jalalpori

List of Manuscripts Library of Congeress America

Samples & Masterpieces of Calligraphy

Calligraphy,Nastaliq, Abrogations & Kofi Qadeem

In connection with writings & books in the Library of

Allamah Dr. Syed Zamir Akhtar Naqvi

Compiled by

Dr. Abbas Raza Nayyar Jalalpori